حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات
حکیم الامت
اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ

جلد 16

حسن العزیز جلد اول حصہ ۱

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ اشرفیہ منزل۔ نزد لکی آرٹس، چوک فوارہ ملتان۔

نام کتاب............ملفوظات حکیم الامت جلد-16

تاریخ اشاعت .... صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

ناشر.... اِدارہ تالیفاتِ اَشرفیہ چوک فوارہ ملتان

طباعت....................سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
ادارہ اسلامیات انار کلی' لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار' لاہور
مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ' سرکی روڈ' کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
دارالاشاعت اردو بازار کراچی
بک لینڈ اردو بازار لاہور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید' احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

پیش لفظ

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونیؒ

خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

(برائے مشتاقان ارشادات اشرفیہ ووابستگان خانقاہِ امدادیہ)

بعد حمد و صلوٰۃ احقر عبدالمجید بچھرایونیؒ مدعا نگار ہے کہ یوں تو حضرتِ اقدسؒ حکیم الامت مجدد الملت سلطان المشائخ مولانا و مقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدت فیوضھم العالیہ کے ملفوظات مختلف زمانوں میں مختلف حضرات نے مختلف عنوانات سے قلم بند کئے ہیں، لیکن جس اندازِ لطیف اور طرز بدیع پر ملفوظات ملقب بہ حسن العزیز کی ابتدائی جلد لکھی گئی ہے وہ ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے، جس کی مختصر کیفیت ذیل میں درج ہے۔ یہ جلد ایک عرصہ سے کہیں دستیاب نہیں ہوتی تھی، لیکن جو اس مجموعہ کو ایک بار بھی دیکھ لیتا تھا وہ اس کے دلکش اور نافع انداز تحریر سے متاثر ہو کر اس کو مستقل طور پر اپنے پاس رکھنے کا مشتاق ہو جاتا تھا اور جگہ جگہ تلاش کرنے پر بھی کہیں نہ پاتا تھا۔ اس عام طلب نیز غایتِ نافعیت کی بنا پر مدت سے احقر اس کی طبع ثانی کی سخت ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ الحمدللہ اب وقت آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے احقر کو اس نافع ذخیرۂ ملفوظات کو دوبارہ چھپوانے کی توفیق فرمائی۔ یوں تو حکیم الامت کے جمیع ملفوظات و افاضات غایت درجہ نافع ہیں لیکن چونکہ ان خاص ملفوظات کو شرح و بسط کے ساتھ بطور واقعہ نگاری لکھا گیا ہے اور اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے حضرت ہی کے الفاظ قلمبند کئے جائیں۔ لہٰذا یہ خاص طور سے نافع ہیں اور اس کے ساتھ ہی بے حد دلچسپ بھی ہیں۔ پڑھتے وقت بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت کی مجلس شریف منعقد ہے اور آنکھوں کے سامنے سب

واقعات ہو رہے ہیں۔ ایسے ایسے بیش بہا اور کار آمد مضامین تصوف اور ایسے ایسے نافع اصول اصلاحِ نفس درج ہیں کہ اگر اس مجموعہ کو مکمل درسِ حقیقت سے تعبیر کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا اور احقر بلا خوف تردید پر بناء تحریر یہ کہنے کے لئے تیار ہے کہ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے عموماً اور اہل طریق کے لئے خصوصاً ضروری ہے۔ اور جو حضرات سلسلۂ اشرفیہ سے بواسطہ یا بلا واسطہ وابستہ ہیں یا وابستہ ہونے کا قصد رکھتے ہیں ان کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے۔

احقر پھر عرض کرتا ہے کہ مسلمانوں میں جو کمی ہے وہ صرف تعلیم و تربیت کی کمی ہے۔ اس ہی وجہ سے کہ تعلیم و تربیت میں نقص ہے، طرح طرح کی پریشانیوں کا خاص و عام کو شکار ہونا پڑتا ہے۔ میں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تمام سلاسل کے مشائخ اور عوام کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ تعلیم و تربیت کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے اور اپنی دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات ملے۔

عرض ناشر

الحمدللہ "ادارہ تالیفات اشرفیہ" ملتان نے حضرت تھانویؒ کے وہ ملفوظات جو خاص اہمیت کے حامل ہیں، ان کا اول بار فوٹو شائع کیا، لیکن اب طبع دوم کتابت کرا کر اور ملفوظات کی فہرست شروع میں لگا دی ہے جس سے افادیت کافی بڑھ گئی ہے۔ عنوانات کا تمام تر کام ہمارے محترم دوست جناب قاری محمد ادریس صاحب ہوشیارپوری نے انجام دیا، جس کا ادارہ تہہ دل سے ان کا مشکور ہے۔

محمد اسحاق

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

مژدہ اے دل کہ مسیحانفسے می آید   کہ زانفاس خوشش بوئے کسی می آید

تمہید حُسنُ العزیز

قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ.

وَقَالَ تَعَالٰی وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا.

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ ناکارہ خدام آستانہ اشرفی احقر الزمن عزیز الحسن عفی عنہ ڈپٹی کلکٹر رخصتی مدعا نگار ہے کہ بفضلہ تعالیٰ وبعونہ احقر کو آستانہ اشرفی کی چندروزہ حاضری کا شرف تو اکثر ہوتا رہا ہے لیکن مساعدت بخت و موافقت وقت سے پار سال یعنی مارچ ۱۹۱۵ء میں ایک ماہ کے قیام کا اتفاق ہوا۔ اور امسال مارچ ہی کے مہینے سے حمد اللہ پھر قیام پذیر ہوں۔ اور ان شاء اللہ ایک معتدبہ مدت تک حاضر رہنے کا قصد ہے۔

یہ امر اب بفضلہ تعالیٰ محتاج دلیل نہیں رہا کہ حضرت اقدس قطب العارفین مجدد الملۃ والدین حکیم الامت بالیقین شمس الہدیٰ مولانا و مقتدانا مرشدی و مولائی وسیلہ یومی و غدی مولوی حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی چشتی امدادی تھانوی لا زالت شموس فیوضہم بازغۃ کو من جانب اللہ اس چودھویں صدی میں حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کے سچے وارث اور حجۃ اللہ فی الارض ہونے کی حیثیت سے خدمت تبلیغ دین و تزکیۂ نفس و تعلیم حکمت کی خاص طور سے سپرد ہے۔

جس کا ذکر آیت اول مذکورہ خطبہ میں ہے۔ نیز حضرات اقدس کا وجود باوجود مرکز رشد و ہدایت و سرچشمہ علم و حکمت ہونے کے اعتبار سے مضمون آیت ثانیہ کا من وعن مصداق ہے۔ جیسا کہ حضرت ممدوح کی تصانیف نافعہ متکثرہ و مواعظ متعددہ مؤثرہ سے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

بالخصوص امراضِ روحانی کی تشخیص اور ان کے معالجہ میں تو وہ خداداد ملکہ اور دستِ شفاء حاصل ہے کہ حضرت حق کی جانب سے حکیم الامت کا لقب عام طور سے قلوب میں القاء فرمادیا گیا ہے وذلك من فضل الله يؤتيه من يشآء. بحمداللہ دین کا کوئی جزو ایسا نہیں رہا کہ جس کی کافی تفصیل اور تشریح حضرت نے نہ کردی ہو، بالخصوص تصوف کا تو کوئی ضروری جزو ایسا باقی نہیں رہا جو مخفی رہ گیا ہو۔ اور جس کی پوری تحقیق تحریرًا و تقریرًا و قالاً و حالاً حضرت نہ فرما چکے ہوں۔

غرض دین کے راستہ کو بحمد اللہ ایسا بے غبار واضح فرمادیا ہے کہ طالبِ حق کو کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی۔ رسوم و بدعات نے جو حقائق پر پردہ ڈال رکھا تھا اس کو اٹھا کر دین کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرمادیا ہے اور اصلاحِ اخلاق کا باب جو مدت سے مسدود تھا، اس زمانہ میں حضرت کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ مفتوح ہوا ہے۔ علاوہ عام افادات کے روز مرہ کے خاص خطبات و ارشادات جو مجلس شریف میں ہوتے رہتے ہیں اس قدر نافع اور عجیب و غریب مضامین سے مملو ہوتے ہیں کہ ان جواہرات بے بہا کا ضائع جانا (بلحاظ افادہ عام کے) مدت سے احقر کو سخت شاق گزر رہا تھا۔ ابھی تک جو مختلف اہل علم حضرات نے ملفوظات قلم بند کئے ہیں، وہ علمی حیثیت سے واقعی نہایت پاکیزہ اور نافع ذخیرہ ہے۔

لیکن احقر کا یہ خیال تھا کہ ان ملفوظات کو واقعات کی صورت میں کسی قدر تفصیل اور استیعاب کے ساتھ جمع کیا جاوے تو مزید دلچسپی اور نفع کی توقع ہے۔ اہل علم حضرات کو ضروری علمی خدمت سے نہ اتنی فرصت نہ اس خاص طرز سے دل چسپی، نہ یہ کام ان کی شایاں علمی کے شایاں، اس لئے احقر نے باوجود بالکل بے علم اور نااہل ہونے کے اپنے زمانہ قیام میں محض توکلاً علی اللہ اور حضرت کی دعا و توجہ کے بھروسہ اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا۔ اور ملفوظات کو بہ طرزِ خاص یعنی بطور واقعہ نگاری قلم بند کرنا شروع کیا، ورنہ ؎

بز نتابد کوہ را یک برگ کاہ

گو بوجہ اس کے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بہت ہی کم ملتا ہے نہایت عجلت اور

رواداری میں لکھنا ہوتا ہے، دوبارہ دیکھنے تک کی بھی نوبت نہیں آتی۔ اور بہت کچھ گنجائش اصلاح باقی رہ جاتی ہے۔ نیز طبع میں بھی روانی بالکل نہیں۔ اور میری عدمِ علمیت ظاہر ہے کہ ایک دنیادار انگریزی خواں عامی شخص ہوں، اس لئے جیسا جی چاہتا تھا ویسا یہ کام مجھ سے نہ ہو سکا۔ لیکن بہ خیال ما لا یدرك كله لا يترك كله جو کچھ بھی اور جیسا کچھ بھی کر سکا ہوں اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

اصلی تقریرات کی آب و تاب تو بھلا کہاں، مضامین کی بھی کافی تعبیر سے یہ بے بضاعت قاصر رہا ہے۔ اس لئے ان ملفوظات سے حضرت کی برجستہ اور دل پذیر جامع مانع تقریر کا اندازہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ گو کوشش یہی کی گئی ہے کہ حتی المقدور حضرت ہی کے الفاظ لائے جاویں اور تقریر کی ترتیب بھی محفوظ رکھی جاوے اور اسی وجہ سے اکثر عبارت کتابی زبان میں نہیں ہے، بلکہ بول چال کے طرز پر ہے۔ لیکن مجھ کو یہ معلوم ہے کہ میں اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا۔ گو ایک حد تک بفضلہ تعالیٰ کامیابی ضرور ہو گئی ہے، جیسا کہ ناظرین خود اندازہ فرماویں گے۔ تاہم چونکہ حضرت خود نظر ثانی فرما چکے ہیں اس لئے مضامین قابل اعتبار ہو گئے ہیں، اور طرزِ بیان کی بھی حضرت نے تحسین فرمائی ہے۔ چونکہ احقر کے ذہن میں اصلی تقریرات کی آب و تاب کا اور انکی روانی کا اثر موجود ہے اس لئے ان کے مقابلہ میں مجھے اپنی نقل واقعی بالکل پوچ اور ناتمام نظر آتی ہے۔ جس کی بڑی وجہ علاوہ عدم گنجائش وقت کے یہ بھی ہے کہ جہاں تک ہو سکا ہے حضرت ہی کے الفاظ کو قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کوشش میں کامیابی تقریر کی روانی کے وقت ناممکن تھی۔ اس لئے عبارت میں پورا پورا نہ حضرت ہی کا رنگِ تقریر آ سکا نہ احقر ہی کا طرزِ تحریر محفوظ رہ سکا۔ لہٰذا اگر کسی جگہ ظاہری حسنِ بیان کی کمی مانع دلچسپی ہو تو ناظرین احقر کو معذور تصور فرمائیں۔

بہر حال غائبین کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے پورا لطف حضوری حاصل ہو جائے گا، بلکہ حاضرین بھی قند مکرر کا مزا پائیں گے۔ جیسا کہ بعض مقامات کو سنا کر احقر نے اس کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے۔ اگر اسی طرح کچھ مدت تک بعونہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ العزیز حضرت کا مجموعی طریقہ اصلاح و افاضہ کا جو اپنی نوعیت میں بے نظیر اور بوجہ موافقت ضروریات موجودہ

غایت نافع ہے آئندہ نسلوں تک کے لئے محفوظ ہو جائے گا، جو احقر کی خاص غرض ہے۔ نیز رسوم وبدعات کے غلبہ نے شریعت و تصوف کے حقائق کو بالکل مستور اور مخلوط کر رکھا ہے۔ لوگ زوائد میں مبتلا ہو کر مقصود سے کوسوں دور جا پڑے ہیں اور عجیب خلط مبحث ہو رہا ہے۔ ان ملفوظات کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ مقصود اور غیر مقصود دودھ کا دودھ، پانی کا پانی نظر آجائے گا۔ اور طالب کے لئے سب سے اول ضرورت کی چیز یہی ہے کہ مقصود کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ یہ غرض اس مجموعہ سے بفضلہٖ تعالیٰ بابلغ وجوہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر قبل حاضری خدمت کے ان ملفوظات کو بغور ملاحظہ فرمالیا جائے تو طالبین کے لئے موجب زیادت بصیرت و مورث مناسبت بالطریق ہو کر اخذ فیض میں غایت سہولت و اختصار کا باعث ہو، کیونکہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مطالعہ سے حضرت کے طریقہ کا پورا خاکہ پیش نظر ہو جائے گا۔ گو حقیقت کے انکشاف تام کے لئے صحبت کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ علاوہ اس کے کہ

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

حضرت کے یہاں بے شمار باتیں ایسی بھی ہیں جو زبان و قلم سے ادا نہیں ہو سکتیں، پاس رہنے ہی سے ذوقاً ان کا ادراک ہوتا ہے

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست : بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

اس مجموعہ کا نام بمناسبت نام اس احقر کے خود حضرت نے "حسن العزیز" تجویز فرمایا ہے۔ اس کی ترتیب میں یہ صنعت بھی رکھی گئی ہے کہ نام بھی ملفوظ ہے، حمد و نعت بھی ملفوظ ہے، منقبت خلفائے راشدین بھی ملفوظ ہے، توصیف صاحب ملفوظات بھی ملفوظ ہے، لیکن مستقل ملفوظات میں کسی قسم کی ترتیب مد نظر نہیں رکھی گئی نہ قید تاریخ کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ مقصود مضامین کا منضبط کرنا ہے۔ بعض ملفوظات بقید تاریخ ہیں، ان میں بھی بلا قید تاریخ اور خود تاریخیں بھی مقدم و مؤخر ہو گئی ہیں۔ پھر جو بقید تاریخ ہیں ان میں بھی اکثر ملفوظ بلا تاریخ کے شامل ہیں۔ ایسی جگہ ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے: "ایک بار فرمایا"۔ لیکن ہر جگہ اس کی بھی رعایت نہیں ہے، بلکہ کہیں کہیں بغرضِ سہولت یا توضیح حال اور سابق کے ملفوظات کے مضامین بلا کسی فارق کے مختلط بھی کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔ غرض اس تالیف کی مجذوبانہ ہیئت

میرے رنگ طبیعت کو خوبی ظاہر کر رہی ہے ؎

کیا کہوں دل کا کسی سے قصہ آوارگی : کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

مگر الحمد للہ ؎

گرچہ من قلاش و گردیوانہ ایم : مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

حق تعالیٰ بہ برکت سلسلہ اشرفی اس آوارہ و ناکارہ کے متوحش قلب کو اپنے ساتھ وابستہ فرما کر اچھے ٹھکانے لگادے، آمین۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز ؎

با کریماں کارہا دشوار نیست

؎ گرچہ میں نالائق دربار ہوں : پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں

ع بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اکثر مکررات کا مشاہدت عنوان ہے لیکن بعض جگہ یاد کی بھی غلطی ہے۔ کچھ حصہ احقر کے قلم بند کئے ہوئے ملفوظات کا دعوات عبدیت جلد سوم میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کو بھی اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے اور امتیاز کے لئے اس کا ایک خاص عنوان بھی مقرر کر دیا گیا ہے، یعنی ملفوظات منقولہ اور دعوات عبدیت جلد سوم، نیز علاوہ ان خطوط کے جو تربیۃ السالک میں نقل کئے جاتے ہیں روز مرہ کی ڈاک میں ایسے خطوط بھی ہوتے ہیں جن کے جواب میں کوئی مفید مضمون متعلق اصلاح ظاہر یا باطن کے ہوتا ہے یا کوئی عمل یا تعویذ وغیرہ ہوتا ہے۔ ان کا خلاصہ مضمون بھی معہ جواب کے روز کے روز نقل کرتا جاتا ہوں۔ یہ مجموعہ بھی مکتوبات کے عنوان سے "حسن العزیز" کا جزو قرار دے دیا گیا ہے۔ چونکہ پیشتر مختلط طور سے ان مکتوبات کو "حسن العزیز" میں شامل کرنے کا خیال تھا، اس لئے بعض خطوط مجموعہ مکتوبات سے علیحدہ ملفوظات میں بھی موجود ملیں گے۔

ملفوظات اس کثرت سے اور اس قدر شرح و بسط کے ساتھ زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتے رہتے ہیں کہ ان سب کا احاطہ امکان سے باہر ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار : گلچیں بہار تو زداماں گلہ دارد

بالخصوص اس حالت میں کہ دو گھنٹے روز کے اوسط سے بھی کم وقت اس کام کے لئے مجھ

کو ملتا ہے ادھر کسی ملفوظ کے چھوڑنے کو جی چاہتا نہیں۔ حالانکہ بارہا حضرت نے اس بارہ میں تاکید فرمائی، لیکن اب تک باوجود کوشش تعمیل ارشاد پر قادر نہیں ہو سکا، کیونکہ اس کشاکشی میں مبتلا ہوں کہ ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم : کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

؎ ترے کہنے سے میں از بسکہ باہر ہو نہیں سکتا
ارادہ صبر کا کرتا تو ہوں پر ہو نہیں سکتا

اسی وجہ سے روز کا روز کام پورا نہیں ہوتا۔ بقایا بڑھتا جاتا ہے، بہت سے عجیب و غریب ملفوظات یوں ہی بلا صاف کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اور اکثر ذہن سے بالکل ہی نکل گئے۔ غرض! اس مجموعہ کو یکے از صد سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال نمونہ از خروارے ضرور ہے۔ اور بیشتر تحقیقات عجیبہ و مضامین نافعہ کو شامل۔ چونکہ طرح طرح کے مضامین ہیں اور اکثر پوری صورت واقعہ دکھلا دی گئی ہے اس لئے یہ ذخیرہ بے حد دلچسپ بھی ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ یہ مجموعہ نہ صرف طالبین کے لئے بلکہ شیوخ و مصلحین کے لئے بھی اصلاح اخلاق و تربیت باطن کا ایک نہایت جامع اور مفید دستور العمل ہوگا۔ حق تعالیٰ صاحبِ ملفوظات کو مدت مدید تک بعافیت تمام ہم لوگوں پر بایں فیوض و برکات روز افزوں سایہ گستر رکھے ؎

صحن بستاں ذوق بخش و صحبت یاراں خوش است
وقت گل خوش باد کردے وقت میخواراں خوش است

اور اس سلسلہ کو اس احقر کے ہاتھوں حسن و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا کر مقبولیت عامہ و نافعیت تامہ سے سرفراز فرمائے اور احقر کے لئے موجب نجات و ذریعہ حصول مقصود بناوے، آمین۔

نیز آئندہ کے لئے کوئی مستقل اور معقول انتظام اس سلسلہ کے جاری رہنے کا فرماویں، آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اخیر میں یہ بھی دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کلمات طیبات پر عمل کی بھی توفیق نصیب فرمائیں، ورنہ محض نقل سے کیا کام چلتا

ہے۔ اور بھول جائی"

اے خواجہ چہ نقل کرامات شیخ شہر : نقدے ز وقت خویش بیار ایں فسانہ چیست

الراقم: خواجہ عزیز الحسن مرقومہ ۲۱ شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۱۶ء

؎ صحن بستاں ذوق بخش و صحبت یاراں خوش است
وقت گل خوش باد کز دے وقت میخواراں خوش است

حُسنُ العزیز

(کا حصہ)

ملفوظات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ملفوظ (۱) حمد و نعت، صلوٰۃ و سلام اور دعا کے متعلق ارشاد

باغبان خانہ ات آباد ثنا خوانِ توام چوں صبا باد فروش گل ریحاں توام

دیگر

الا اے طوطی گویائے اسرار مبادا خالیت شکرز منقار

سرت سبز و دولت خوش باد جاوید کہ خوش نقشے نمودی از خط یار

دیگر

گل از رخت اموختہ نازک بدنی را بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را

دیگر

بہ گوش جاں بشنو نکتہ ہائے پیر ہرات کہ مشکلات طریق از بیانش آسان ست

دیگر

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث یار کہ تکرار میکنم

دیگر

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند انچہ استاذ ازل گفت بگو میگویم

دیگر

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است　　　صراحی مئے ناب و سفینۂ غزل است

دیگر

حدچہ می بری اے ست نظم بر حافظ　قبول خاطر و حسن سخن خداداد است

دیگر

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم　　　کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

دیگر

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار　　　گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

دیگر

نہ حسنش غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں　　　بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

دیگر

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش　　　حسن ایں قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجد

دیگر

آنکہ می گویند آں بہتر ز حسن　　　یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

دیگر

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حمد و نعت کے متعلق فرمایا کہ مجھے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حمد و نعت بہت پسند ہے جو انہوں نے اپنی مثنوی کے شروع میں لکھی ہے ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست　　　محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس　خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

اسی طرح درود شریف کے متعلق فرمایا کہ مجھے جب کبھی توفیق ہوتی ہے تو یہ درود شریف پڑھتا ہوں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ. کیونکہ یہ باوجود اختصار صلوٰۃ و سلام و برکت سب کو شامل ہے۔ دعا کے متعلق فرمایا کہ سب سے جامع دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ. وَاعوذ بِكَ مِنْ شرّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيّكَ سَيِّدِنَا مُحَمد صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ. چنانچہ احقر نے ایک بار کسی خاص دعا کی استدعا کی تو فرمایا کہ بس یہ دعا سب دعاؤں سے بڑھ کر ہے کہ یا اللہ! جو اچھی چیزیں تیرے پیغمبر نے تجھ سے مانگی ہوں وہی میں بھی مانگتا ہوں اور جن برائیوں سے حضور ﷺ نے پناہ مانگی ہو ان سے میں بھی پناہ مانگتا ہوں۔ اس دعا میں سب کچھ آگیا۔ ایک بار فرمایا کہ سب مسلمانوں کے لئے میں یوں دعا مانگا کرتا ہوں: اَللّٰهُمَّ كُلَّ خَيْرٍ لِكُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ.

ملفوظ (۲) اللہ تعالیٰ کے خطاب کے لئے القاب و آداب نہ ہونے کی حکمت:

دوران وعظ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر بڑی شان ہے کہ اگر شاہان دنیا کی طرح اس کے خطاب کے لئے مناسب شان القاب و آداب کی قید ہوتی تو عمریں تمام ہو جاتیں اور ایک بار بھی اس کے نام لینے کی نوبت نہ آتی۔ القاب و آداب ہی کبھی ختم نہ ہوتے، لوگ نام لینے کے لئے ترس جاتے، لیکن اللہ اکبر! کیا رحمت ہے کہ اپنے نام لینے کے لئے کسی قسم کی قید نہیں لگائی۔ جس وقت اور جس حالت میں جی چاہے اس کا نام لے کر خطاب کر سکتے ہیں، بجز چند خاص موقعوں اور چند خاص حالات کے کہ اس وقت زبان سے ذکر کرنا خلاف ادب ہے۔ غریب سے لے کر امیر تک اور عابد و زاہد سے لے کر فاسق و فاجر تک ہر شخص کو بے تکلف خطاب کرنے کی اجازت ہے۔ ورنہ اس کی عظمت و جلال کا مقتضاء تو یہ تھا کہ ہماری زبان اگر سات سمندر کے پانی سے بھی دھوئی جاتی تب بھی اس کے نام لینے کے قابل نہ ہوتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب : ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

مگر قربان جائیے اس کی رحمت کے کہ اپنا نام لینا بندوں پر کس قدر آسان فرمادیا۔

ملفوظ (۳) ہماری عبادت کی حالت

فرمایا کہ ہماری عبادت میں ہرگز اس کی اہلیت نہیں کہ وہ قبول بارگاہِ خداوندی ہو سکے، محض فضل سے نجات ہوگی۔ ورنہ ہماری عبادت کی تو وہ حالت ہے کہ اگر عتاب ہی نہ ہو تو غایت

حلم و کرم ہے۔ قبولیت تو بڑی چیز ہے۔

ایک شخص محبت سے مجھے پنکھا جھل رہا تھا لیکن ایسی بے تمیزی کے ساتھ کہ کبھی تو پنکھا سر میں مار دیتا تھا، کبھی منہ پر لگ جاتا۔ میں نے دل شکنی کی وجہ سے اس کو روکا نہیں۔ گھنٹہ بھر تک یہی مصیبت رہی۔ وہ دل میں بہت خوش ہوتا ہوگا کہ میں نے بڑی خدمت کی۔ لیکن کوئی میرے جی سے پوچھتا کہ گھنٹہ بھر تک میں کس مصیبت میں مبتلا رہا۔ الحمد للہ اسی وقت حق تعالیٰ نے اس واقعہ سے مجھے یہ بات منکشف فرمادی کہ بس ہماری عبادت کی بھی یہی حالت ہے جو اس شخص کی خدمت کی حالت تھی۔ یعنی جس کو وہ خدمت سمجھ رہا تھا دراصل وہ ایک زحمت تھی۔
اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ماہ ری از پاک و ناپاکی ہمہ : وز گرانجانی و چالاکی ہمہ
؎ ایں ثنا گفتن زما ترک ثناست
؎ شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست ایں نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

یعنی مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ پاکی سے بھی پاک ہیں، یعنی جس قسم کی پاکی ہم بیان کرتے ہیں وہ اس پاکی سے بھی پاک ہیں۔ ہماری ثنا بھی گویا ترک ثنا ہے۔ کیونکہ اگر کسی بادشاہ کی کوئی یہ تعریف کرے کہ آپ جولاہے نہیں ہیں تو دراصل یہ مدح نہیں، بلکہ ایک قسم کی مذمت ہے۔ وائسرائے کی تعریف میں کوئی یہ کہنے لگے کہ آپ کے اختیارات کے کیا کہنے ہیں، کانسٹیبل کے بھی اختیارات آپ کو حاصل ہیں تو واقعی یہ بھلا کیا تعریف ہوئی، یہ تو پوری توہین ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہمارے عجز پر نظر فرما کر حق تعالیٰ ہمارے اس ٹوٹے پھوٹے نماز روزہ کو بھی غایت رحمت و شفقت سے قبول فرمالیتے ہیں ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت کہ جز ما پناہ دگر نیستت

ملفوظ (۴) حضور ﷺ کی کمالِ عقل کے کفار زیادہ قائل ہیں

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ عقل پر کفار بھی متفق ہیں بلکہ ایک طرح تو وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ قائل ہیں، کیونکہ حضورؐ کے جو کارنامے ہیں مسلمان تو اس کو نصرت حق کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کفار ان سب کو آپ کے کمالِ عقل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس

لئے ان کو اور بھی حیرت واستعجاب ہے بر خلاف اس کے مسلمانوں کو کچھ بھی حیرت نہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تعجب ہی کی کیابات ہے، سب باتیں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمادی تھیں۔

ملفوظ (۵) حضرت صدیق اکبرؓ کا کمالِ فہم

فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفار نے خبر دی کہ کچھ سنا بھی، تمہارے دوست معراج کا دعویٰ کرتے ہیں تو فوراً تصدیق کی۔ کفار نے کہا کہ ایسی عجیب بات کی بھی تم نے اس طرح تصدیق کر دی۔ فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب بات کی اس سے پیشتر تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے خود ان کے پاس آتے ہیں۔ تو یہ بات تو اس سے کم ہے کہ خود آسمان والوں نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اس میں تعجب ہی کی کون سی بات ہے۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے صحابہ کے یہ علوم ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ حکایت بھی اکثر بیان فرمائی کہ جب ہجرت کر کے بہ ہمراہی حضور سرور عالم ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرات انصار جوق در جوق بغرض زیارت حاضر ہوئے۔ چونکہ حضرت صدیق اکبرؓ بوجہ اس کے کہ قویٰ میں حضور کے برابر نہ تھے، عمر میں بڑے معلوم ہوتے تھے۔ اس لئے لوگوں نے انہیں کو رسول اللہ سمجھ کر مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت صدیقؓ کا کمالِ فہم ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے انکار نہیں کیا بلکہ برابر مصافحہ کرتے رہے اور چونکہ حضور سفر سے تھکے ہوئے تشریف لائے تھے، اس طرح مصافحہ کی زحمت سے حضور کو بچایا۔

آج کل کوئی اپنے شیخ کے سامنے ایسا کرے تو بڑا گستاخ سمجھا جاوے اور لعن طعن ہونے لگے۔ آجکل ظاہری تعظیم و تکریم ہی کو خدمت سمجھا جاتا ہے۔ اصلی خدمت تو راحت پہنچانا ہے، خواہ اس میں خود اپنے قلب پر کوئی بار ہی کیوں نہ ہو۔ محبت کے تو یہی معنی ہیں۔ خدمت تو صحابہؓ نے کر کے دکھلادی۔ چنانچہ جب حضرات صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضور کو تعظیماً کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہے تو اپنے جوش کو دبائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ اور گو بہت تقاضا دل میں پیدا ہوتا ہوگا لیکن کھڑے نہ ہوتے تھے۔ اسی طرح صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر کیا، اتنے میں دھوپ آگئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ اپنی چادر تان کر کھڑے ہوگئے تاکہ حضور پر دھوپ نہ پڑے۔ اس وقت لوگوں نے جانا کہ مخدوم کون ہیں اور خادم کون۔

ملفوظ (٦) حضرت عمرؓ کا رعب اور فراست

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا باوجود نہایت مسکینی حالت میں رہنے کے اس قدر رعب تھا کہ ایک مرتبہ راہ میں تشریف لئے جا رہے تھے اور ساتھ ہی بہت سے لوگ تھے۔ کسی ضرورت سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جتنے آدمی پیچھے تھے سب گھٹنوں کے بل گر گئے۔

ہوشمندی اور فراست اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ مالِ غنیمت کے اونٹ تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک ایک اونٹ دو دو آدمیوں کے حصہ میں دیا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے آکر مانگا کہ **احملنی وسُحیمًا علی بعیر واحدٍ**. یعنی یا امیر المومنین میرے اور سحیم کے لئے ایک اونٹ دیجئے۔ لفظ سحیم کے معنی مشک کے بھی ہیں اور آدمی کا نام بھی ہوتا تھا۔ فوراً بانٹتے بانٹتے حضرت عمرؓ رکے اور فرمایا قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تیری مراد سحیم سے مشک ہے۔ عرض کیا کہ حضرت ہے تو یہی بات۔ فرمایا کہ تو دھوکا دے کر تنہا ایک اونٹ لینا چاہتا ہے۔ جا کوئی اپنا ساتھی لے کر آ تب اونٹ ملے گا۔ بھلا کیا ٹھکانہ ہے فراست اور ہوشمندی کا۔ اس قدر مجمع میں اور ایسی گڑبڑ میں بھی فوراً کیسا پہچان لیا، ہر وقت باہوش کتنے رہتے تھے۔

ملفوظ (٧) حضرت عثمان غنیؓ کا صبر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت نے فتنہ کو اور مسلمانوں کی پریشانی کو گوارا نہیں کیا بلکہ اپنے قتل کو گوارا فرمایا۔

ملفوظ (٨) جبر و اختیار کے بارے میں حضرت علیؓ کی تعلیم

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مسئلہ جبر و اختیار کا دریافت کیا۔ فرمایا کہ ایک پیر اٹھا کر کھڑا ہو جا۔ اس نے ایک پیر اٹھا لیا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا پیر بھی اٹھا لے۔ بھلا دوسرا پیر کس طرح اٹھ سکتا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا پیر تو نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیفیت بندہ کے اختیار کی ہے کہ اتنا تو اختیار ہے اور اتنا اختیار نہیں۔ نہ پورا مختار ہے نہ پورا مجبور۔ سبحان اللہ! کس خوبی اور آسانی سے اس نازک مسئلہ کو ذہن نشین فرما دیا۔ صحابہؓ کے علوم کی یہ حالت تھی۔

ملفوظ (۹) کتاب ہٰذا کا نام "حسن العزیز" رکھنے کی وجہ

احقر نے جب ملفوظات و واقعات قلمبند کرنا شروع کیا تو فرمایا کہ نام کیا رکھے گا۔ عرض کیا حضور ہی تجویز فرمادیں۔ فرمایا کہ مجھے تو ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے لیکن ہے ایک نام بہت اچھا ذہن میں، آپ کا نام عزیز الحسن، آپ کی تصنیف کا نام "حسن العزیز" یعنی اپنے عزیز کا حسن۔ کیونکہ اصلی حسن تو یہی باتیں ہیں۔ ایک بار عرض کیا کہ حضرت کیا عرض کروں جیسا جی چاہتا ہے ویسا ضبط نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے تو علوم و معارف کے دریا کے دریا نکلے چلے آتے ہیں۔ یہ بے بضاعت کس طرح لکھے اور کیا کیا لکھے، سخت الجھن ہوتی ہے۔ ہنس کر فرمایا کہ جہاں ایسی الجھن ہوا کرے بس یہ شعر لکھ دیا کیجئے:

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار : گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

تجویز اسماء میں حضرتؒ کا کمال درک

نام تو ایسے پُر لطف اور بامعنی تجویز فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ احقر نے ایک انتخاب مثنوی شریف کا کرنا شروع کیا تھا۔ جس کے ایک حصہ میں سوز و گداز کے عاشقانہ اشعار اور دوسرے میں پند و نصیحت کے اشعار جمع کرنے کا ارادہ تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ پہلے حصہ کا نام برق مثنوی مناسب ہوگا کیونکہ ان میں عاشقانہ اشعار ہوں گے اور دوسرے کا رعد مثنوی، کیونکہ نصیحت آمیز اشعار میں تہدید و ترہیب ہوئی ہے جو مناسب رعد کے ہے اور مجموعہ کا نام سحاب مثنوی، جس میں برق اور رعد دونوں ہوتے ہیں اور ٹائیٹل پر یہ آیت لکھی جاوے: فیه ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ اور جو نیک اثر ان دونوں قسم کے اشعار کا ہوگا وہ گویا بارانِ رحمت ہوگی۔ ایک بار فرمایا سوانح عمریاں لکھنے سے اتنا نفع نہیں جتنا ملفوظات کے لکھنے سے۔

ملفوظ (۱۰) کرمِ عظیم یا مکر عظیم

فرمایا کہ میرا سن ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق مادۂ تاریخی کرم عظیم ہے۔ یا مکر عظیم کہئے۔ عبدیت کی صفت تو حضرت کے گویا خمیر میں داخل ہوگئی ہے۔ بارہا فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ مجھے آخرت میں درجوں کا وسوسہ بھی کبھی نہیں ہوتا بلکہ

صرف یہ تمنا ہے کہ جنت میں جگہ مل جاوے، چاہے جنتیوں کی جوتیوں ہی میں ہو اور یہ تمنا بھی بطور استحقاق کے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ عذاب کا تحمل نہیں۔

تکلف سے ناگواری

ایک مولوی صاحب کو خط اس طرح لکھا تھا: از احقر انام اشرف برائے نام۔ خدمت الخ .... احقر سے مادہ تاریخی مذکورہ بالا کا لطیفہ فرما چکے تھے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے بلا مشورہ و اجازت مٹھائی بازار سے منگا کر بطور ہدیہ پیش کی۔ حضرت نے ناپسند فرمایا کہ جب آپ نے یہیں سے منگائی ہے تو مجھ سے بے تکلف دریافت کر لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ دیکھئے آپ کا تو روپیہ خرچ ہوا اور میرے یہاں یہ مٹھائی کسی کام نہ آئے گی۔ میرے کوئی بچہ نہیں جو کھائے۔ بس ہم دو میاں بی بی ہیں۔ مٹھائی کا شوق نہیں۔ اب سوائے اس کے کہ اوروں کو تقسیم کر دی جاوے اور کیا ہو سکتا ہے۔ احسان اور بوجھ تو میرے اوپر ہوا۔ اور فائدہ دوسروں کا ہوا۔ بھلا ایسے ہدیہ لینے سے کیا جی بھلا ہو۔ چونکہ یہ خلاف قاعدہ بات ہے اس لئے اگر کوئی اور ہوتا تو واپس کر دیتا، لیکن آپ کی دل شکنی کے خیال سے خیر اتنا کرتا ہوں کہ نصفٌ لی و نصفٌ لکَ آدھی میں لے لوں گا، آدھی آپ رکھئے تاکہ آپ کو بھی تو معلوم ہو کہ بے دلی سے جو چیز کھائی جاتی ہے وہ کیسی بری معلوم ہوتی ہے، کیونکہ آپ کھائیں گے لیکن مزہ نہ آئے گا تو معلوم ہو گا کہ دوسرے کو بھی کچھ مزہ نہ آیا ہو گا۔

آئندہ ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ یہ آپ نے تکلف کا برتاؤ کیا۔ افسوس ہے اتنے دن ملتے جلتے ہو گئے لیکن میری طبیعت کا انداز آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ اب آپ ہی اس مٹھائی کے دو حصے آدھے آدھے کیجئے (ہنس کر فرمایا) لیکن استادی نہ کیجئے گا۔ ان صاحب نے اپنی طرف کا حصہ کم رکھا اور حضرت کی طرف کا زیادہ۔ حضرت نے ان کی طرف کا حصہ اٹھا لیا کہ اب آپ اس کے خلاف تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ یہ آدھا نہیں ہے، کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا آدھا ہونا مسلم ہے۔ وہ صاحب بے چارے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حضرت نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھئے میرا مادہ تاریخی مکر عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخ زادہ ہوں۔ شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں۔ مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں لیکن الحمد للہ انہیں کبھی استعمال نہیں کرتا ہوں۔ ہاں! اگر

کبھی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے کا نقصان نہیں ہوتا تو اپنے دفع ضرر کے لئے استعمال بھی کرلیتا ہوں جیسے اس وقت کیا۔

ملفوظ (۱۱) نام کا سجع

فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے نام کا سجع کہا تھا "از گروہ اولیاء اشرف علی" میں نے بھی سینکڑوں سجعے لوگوں کی فرمائش سے کہے ہیں اور بہت عجیب عجیب لیکن محفوظ نہیں ہیں۔

ایک کسبی تھی جس کا نام نینی تھا۔ اس نے بہت سے شاعروں سے اپنے نام کے سجع کی فرمائش کی، لیکن چونکہ بے ہودہ نام تھا سب نے ٹال دیا۔ ذوق سے فرمائش کی تو انہوں نے فی البدیہہ کہا کہ تیرا سجع تو شیخ سعدی پہلے ہی فرما چکے ہیں :

نازت بکشم کہ نازنینی

واقعی کمال ہی کیا۔ کیسی سوجھی ہے۔

ملفوظ (۱۲) مقبولیت عنداللہ کے لئے شرافت کی ضرورت نہیں

فرمایا کہ میرے والد بہت خوش حال تھے۔ انہوں نے بڑے شوق کے ساتھ مجھے عربی پڑھائی اور نہایت فراخدلی سے میرے اوپر خرچ کیا۔ ہزاروں روپے میں نے اپنے ہاتھوں سے خرچ کردیئے۔ اس کا تو یہ اثر ہوا کہ اب الحمدللہ دل میں کسی قسم کی تمنا نہیں رہی اور کسی رئیس یا نواب کا اثر محض اس کی وجاہت اور مال و دولت کی وجہ سے میرے قلب پر مطلق نہیں پڑتا۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بھی تو غریب نہیں۔ پھر فرمایا کہ مقبولیت عنداللہ کے لئے شرافت نسبی اور عالی خاندانی کی مطلق ضرورت نہیں، کیونکہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ لیکن جن سے حق تعالیٰ عام خدمت دین لینا چاہتے ہیں ان کو عالی خاندان میں پیدا فرماتے ہیں۔ تاکہ ان کے اتباع میں امراء و شرفاء کو بھی کسی قسم کا عار نہ آوے۔ اسی مصلحت سے انبیاء علیہم السلام ہمیشہ عالی خاندان میں پیدا ہوئے، کوئی نبی گھٹیا خاندان کا نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں سے عام نفع بہت ہوتا ہے۔

ملفوظ (۱۳) احوال طریق کی مثال

فرمایا کہ کشف وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع ہو جاتی ہیں۔ کشف نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے، لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح احوال و مواجید جو طریق میں پیش آتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں، وہ شخص کھڑکیوں سے راستہ کی سیر کرتا ہوا اور ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہنچا۔ دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار، کھڑکیاں بند، کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دہلی میں آکر اترا۔ اب اس کو کچھ خبر نہیں کہ راستہ میں کون کون سے اسٹیشن پڑے۔ کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار تھا جو راستہ میں کہیں رکی ہی نہیں۔ آناً فاناً دلی پہنچ گیا۔ اب اگر وہ شخص جو سواری گاڑی میں بیٹھ کر دلی پہنچا ہے، اس شخص سے کہے کہ راستہ میں ٹونڈلہ اٹاوہ اور فلاں فلاں اسٹیشن پڑے اور یہ شخص سن کر افسوس کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں نے وہ راستہ قطع ہی نہیں کیا، کیونکہ مجھے تو یہ اسٹیشن کہیں ملے ہی نہیں۔ اور اس سے استدلال کرے کہ میں دلی پہنچا ہی نہیں تو اس کی بڑی بے وقوفی اور ناشکری ہے، کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر چند گھنٹوں میں دلی پہنچا ہے۔ جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے اور دوسرے شخص نے اس سے کہیں زیادہ دیر میں یہ راستہ قطع کر پایا ہے، کیونکہ وہ سواری گاڑی میں تھا جو جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی آئی ہے۔ بلکہ سواری گاڑی والے کو یہ خطرہ ہے کہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش و نگار دیکھ کر وہ وہیں نہ اتر پڑے۔ اور عمر بھر دلی پہنچنا نصیب نہ ہو۔

بلا کشف سلوک زیادہ اسلم ہے

اسی طرح بعضے سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھ کر انہیں میں مشغول رہتے ہیں، آگے نہیں بڑھتے۔ اس لئے بلا کشف کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے۔ کشف بعض اوقات بڑے خطرہ کی چیز ہے۔

ملفوظ (۱۴) جاہل صوفی ارکان اسلام کو کچھ نہیں سمجھتے

فرمایا کہ جاہل صوفی نماز، روزہ وغیرہ ارکان کو کچھ نہیں سمجھتے۔ ذکر و شغل ہی کو اصل چیز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصل چیز یہ نماز روزہ ہی ہے۔ ذکر و شغل اسی کی تقویت کے لئے کیا جاتا

ہے تاکہ نماز اعلیٰ درجہ کی نماز ہو جاوے اور روزہ اعلیٰ درجہ کا روزہ ہو جاوے۔ یہ اعمال بمنزلہ پودوں کے ہیں اور ذکر و شغل بمنزلہ پانی کے، جس سے پودوں کا نشوونما ہوتا ہے۔ اگر کوئی احمق پودوں کو تو اکھیڑ کر پھینک دے اور خالی زمین میں پانی دیئے جائے تو اس کی سخت حماقت ہے اور بلا پودوں کے پانی دینا ایک فضول حرکت ہے۔ بعینہٖ یہی حال اس کا ہے جو نماز روزہ کو تو رخصت کرے اور محض ذکر و شغل پر اکتفاء کرے، کیونکہ بلا نماز روزہ کے ذکر و شغل محض لاحاصل ہے۔

ایک بار دوران وعظ میں فرمایا کہ جاہل صوفیہ اس آیت وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جاوے۔ حالانکہ یقین سے یہاں یقینی چیز یعنی موت مراد ہے اور یہ عجیب لونڈھی بات ہے کہ جب تک یقین حاصل نہ ہو تب تک تو عبادت کرو اور جب یقین حاصل ہو جاوے تو چھوڑ دو۔ اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ جب تک یقین نہ ہو کہ یہ پُلاؤ ہے یا کیا چیز ہے تب تک تو کھائے جاؤ اور جب یقین ہو جاوے کہ یہ پُلاؤ ہے تو ہاتھ کھینچ لو۔ حالانکہ یقین ہونے کے بعد تو اور بھی کھانا چاہئے۔

ملفوظ (۱۵) نئی روشنی والوں کا پردہ کے بارے میں شبہ اور اس کا جواب

دوران وعظ میں فرمایا کہ نئی روشنی والے پردہ کے متعلق کہتے ہیں کہ پردہ میں بھی تو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ پردہ میں جو کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی بے پردگی ہی کی وجہ سے، کیونکہ اگر پردہ میں خط و کتابت یا پیغام رسانی کی گئی تو یہ بھی بے پردگی ہی کی ایک قسم ہے۔

غرض خرابی جب پیدا ہو گی بے پردگی ہی کی بدولت۔ پردہ میں بھی جبھی خرابی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ہو۔ ورنہ پورے پردہ میں کوئی خرابی پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

ملفوظ (۱۶) یک زمانے صحبت با اولیاء الخ کا عجیب حکیمانہ مطلب

ایک صاحب نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا ۔

یک زمانے صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

فرمایا کہ صحبت بالاولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ گناہ اور فسق و فجور بھی کچھ اس سے وقوع میں آویں۔

لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے، مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ یہی معنی ہیں اس شعر کے ؎

یک زمانے صحبت با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردے ہزار ہا سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

ملفوظ (۱۷) ہر حدیث میں تصوف ہے

فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں۔ یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے۔

ملفوظ (۱۸) بدوں صحبتِ شیخ محض تسبیح کا کچھ فائدہ نہیں

حضرت ایک بار فرمارہے تھے کہ بدوں صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکراللہ میں یہ صفت ہونی چاہئے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا۔ صحبت شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام جب بناوے گا ذکراللہ ہی بناوے گا۔ لیکن عادت اللہ یہ جاری ہے کہ بدوں شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں۔ اس کے لئے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس طرح کہ کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو۔ ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی، گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

ملفوظ (۱۹) جو نفع ذکر و شغل کا شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا

فرمایا کہ پیشتر میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں، ذکر و شغل کرتا رہے۔ گو شیخ سے دور ہو کافی ہے۔ لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر و شغل کا شیخ

کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔ صحبت میں بالخاصہ اثر ہے۔ جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے، کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جاسکتی۔ واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول رہنے میں ایسا ہی فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر علاج کراوے اور دوسرے یہ کہ دور سے محض خط وکتابت کے ذریعہ سے علاج ہو۔ ظاہر ہے کہ نفع میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ایک بار فرمایا کہ صحبت شیخ میں طالب وزدیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لیتا ہے۔ ایک بار بدوں صحبت شیخ کے محض خط وکتابت پر اکتفا کرنے کی یہ مثال دی تھی کہ جیسے شوہر اور بی بی محض خط وکتابت کرتے رہیں اور اظہار محبت بھی کرتے رہیں لیکن ملتے جلتے نہ رہیں تو اولاد ہو چکی۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ محض خط وکتابت رکھنے سے کوئی معتدبہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ ثمرات خاصہ کے لئے گاہے گاہے صحبت شیخ ضروری ہے۔

ملفوظ (۲۰) اجازت تعلیم و تلقین بغرض اصلاح

فرمایا کہ بعض اصلاح منحصر ہوتی ہے اس بات پر کہ اجازت تعلیم و تلقین کی دے دی جاوے۔

ملفوظ (۲۱) بعد تکمیل بھی شیخ کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہئے

فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا، حاجت رہتی ہے، خود من جانب اللہ بلا واسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے، جیسے مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا وہاں گزر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہئے، ورنہ ناشکری بموجب زوال ہو جاتی ہے۔

ملفوظ (۲۲) صحبتِ نیک کے متعلق پسندیدہ قطعہ

فرمایا کہ صحبتِ نیک کے متعلق یہ قطعہ مجھے بہت پسند ہے، اس کو اکثر پڑھا کرتا ہوں ۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　　رسید از دست محبوبے بدستم

بد و گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشین در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ملفوظ (۲۳) نماز کی پابندی نہ ہو سکنے کے دو علاج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ نماز کی پابندی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اس کے دو علاج ہیں۔ ایک سہل ایک مشکل۔ مشکل علاج تو یہ ہے کہ اپنے اوپر کوئی جرمانہ مقرر کرے کہ جو نہ اس قدر زیادہ ہو کہ پابندی کے ساتھ اس کا ادا ہونا ہی مشکل ہو اور نہ اس قدر کم ہو کہ نفس پر شاق ہی نہ ہو۔ یہ علاج تو مشکل ہے، کیونکہ خود اپنے اوپر سزا جاری کرنا مشکل کام ہے۔ دوسرا سہل علاج یہ ہے کہ جس سے عقیدت ہو اس کے پاس کچھ دن رہے۔ اس سے انشاء اللہ خود بخود اصلاح ہو جاوے گی۔

ملفوظ (۲۴) غیر جامع شرائط شیخ کی صحبت کا اثر

فرمایا کہ شیخ جامع شرائط گو خود نہ ہو لیکن بشرطِ صحبت سلسلہ دوسرے کا تو کام بنا ہی دیتا ہے۔ جیسے کیمیا کی بوٹی خود کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی، یہاں تک کہ اگر اس کو بیچا جاوے تو ساگ تو دھیلے پیسہ میں بک بھی جاوے اسے کوئی اتنے میں بھی نہ لے باوجود اس کے کہ وہ خود ایک بالکل بے قیمت چیز ہے لیکن اگر تانبہ اس کے ساتھ مل گیا تو تانبہ کو تو کندن ہی بنا کر چھوڑے گی۔ لہٰذا شیخ کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔

یہ مثال ایک صاحب کو سنانے کے لئے دی تھی جو ہمیشہ حضرت سے دنیا کی سفارشیں کرایا کرتے تھے اور ان ہی صاحب کے خطاب کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ لوگوں نے اس قدر اس تعلق کی ناقدری کی ہے کہ اب میرا دل پھٹ گیا ہے ورنہ پیشتر مجھے بے حد تعلق شفقت کا تھا۔ کیونکہ جو لوگ یہاں رہ کر ذکر و شغل کرتے تھے وہ ایسے ہوتے تھے کہ برسوں انہیں وطن کی یاد کا وسوسہ بھی نہیں آتا تھا۔ بس ان کا ایسا حال ہو جاتا تھا جیسے مکھی شہد میں پھنس جاتی ہے۔ اس لئے مجھ کو بھی بہت توجہ ہوتی تھی، لیکن اس طریق کی ناقدری کر کر کے لوگوں نے مجھ کو اس قدر دل برداشتہ کر دیا ہے کہ اب مجھ کو خود توجہ نہیں ہوتی۔ ہاں طالب خود ہی اپنی طرف سے توجہ

کرے اور کام میں مشغول رہے تو پھر میں کون ہوتا ہوں توجہ نہ کرنے والا۔ حق تعالیٰ خود زبردستی مجھ کو متوجہ کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اب تو لوگ میری کتابوں سے نفع اٹھاویں، حالت بے توجہی یہاں آنے میں نفع نہیں۔ یہ سب باتیں انہیں صاحب مذکور بالا کے سنانے کے لئے فرمائی تھیں۔

ملفوظ (۲۵) تسخیر و مقبولیت عنداللہ میں فرق

فرمایا کہ تسخیر اور مقبولیت عنداللہ میں یہ فرق ہے کہ جو عملیات وغیرہ سے تسخیر کی جاتی ہے اس کا اثر فوری ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا۔ اور مقبولیت عنداللہ کا اثر روزبروز گہرا ہوتا جاتا ہے اور کسی قابل نہیں ہوتا جیسے ایک تو ملمع ہوتا ہے کہ شروع شروع میں گو اصلی کندن سے بھی زیادہ اس میں آب و تاب ہوتی ہے لیکن کچھ دن کے بعد جب جھول اتر جاتا ہے تو پھر وہی تانبہ کا تانبہ۔

بر خلاف اس کے جو تانبہ کیمیا کے ذریعہ سے سونا بن جاتا ہے اس کے جگر تک اثر پہنچ جاتا ہے اور اس کے سونے ہونے کی خاصیت کبھی زائل نہیں ہوتی۔

ملفوظ (۲۶) مردوں کا عشق حرام در حرام ہے

فرمایا کہ عورتوں کا عشق خواہ حرام ہو لیکن وجدلنا اس کی ظلمت میں پھر ایک قسم کی کمی ہوتی ہے بخلاف مردوں کے عشق کے کہ اس میں ظلمتِ شدید ہوتی ہے کیونکہ عورتیں گو نامحرم ہوں لیکن کسی حال میں کسی شخص کے لئے تو محل تمتع ہیں۔ مرد تو کسی حال میں کسی شخص کے لئے محل تمتع فطرتاً ہیں ہی نہیں۔

جیسے ایک تو تہ خانہ کی تاریکی ہے کہ اس کی ظلمت میں بھی ایک قسم کی کمی ہے، کیونکہ اس کی ظلمت ظلمت محضہ تو نہیں ایک عارض خاص کی وجہ سے ظلمت ہے۔ اور ایک تاریکی ہوتی ہے اندھیری رات کی، جس کی ظلمت ذاتی ہے۔ نورانیت کی صفت اس کی ذات ہی میں نہیں۔ تو گویا عشق زناں تو مشابہ تہ خانہ کی تاریکی کے ہے اور عشق مرداں مشابہ اندھیری رات کی تاریکی کے۔ گو دونوں حرام ہیں لیکن مردوں کا عشق حرام در حرام اور گو در گو، کیونکہ حلت کا وہاں گزر ہی نہیں۔ عورتیں فی نفسہٖ تو محل حلت ہیں گو عارض کی وجہ سے وہ حلت ثابت نہ ہو۔

ملفوظ (۲۷) برس دو برس کے قیام کا فائدہ

فرمایا کہ اگر یہاں دو برس کوئی رہ لے تو اور کچھ تو نہیں لیکن انشاء اللہ فہم دین تو اس کو ضرور حاصل ہو جاوے۔ اور یہی اصل چیز ہے۔ ایک بار فرمایا کہ دین تو اس کا سنبھلے ہی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا بھی اس کی درست ہو جاوے۔ واقعی حضرت کے یہاں دنیا کے بھی انتظامات عجیب و غریب دیکھنے میں آتے ہیں جن کو اگر دستور العمل بنایا جاوے تو دنیاوی زندگی بھی نہایت راحت و آرام سے بسر ہو۔

ملفوظ (۲۸) تقویٰ کا قدرتی اثر عشق مجازی سخت ابتلاء ہے۔

عشق مجازی کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک بات میں بتلاتا ہوں جو مجھ ہی سے سنئے گا اس سے پہلے کبھی نہ سنی ہو گی۔ اور اول وہلہ میں سمجھ میں بھی نہ آئے گی۔ لیکن سچی بات ہے، تجربہ کر لیا جاوے، فی الحال تقلیداً مان لیجئے۔ وہ بات یہ ہے کہ اگر عاشق کی طبیعت بالکل ہی خبیث نہ ہو تو متقی شخص کی طرف نفسانی میلان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تقویٰ کا قدرتی یہ اثر ہے کہ وہ وقایہ ہوتا ہے نفسانی میلان کا۔ خواہ تقویٰ کا دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو۔ عشق مجازی ہی کے تذکرہ میں فرمایا کہ یہ سخت ابتلاء کی چیز ہے۔ اس سے بہت بچنا چاہئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھ کو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ میں خود کوئی چیز نہیں اس لئے میری حیثیت سے یہ بے اعتباری کوئی ایسی اہم نہیں ہے۔ لیکن جو شخص مجھ کو بڑا سمجھتا ہے اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہو اس کے لئے یہ بہت بڑی عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اس کی یہ حالت ہے تو ہمیں تو بہت ہی احتیاط رکھنی چاہئے۔

ملفوظ (۲۹) حسین صورت دیکھ کر برا خیال آئے تو اس کا علاج

فرمایا کہ اگر حسین صورت کو دیکھ کر برا خیال دل میں آنے لگے تو فوراً اس مجمع میں جو سب سے زیادہ بد صورت شخص ہو اس کو بہت غور سے دیکھنے لگے اور اگر اس جگہ کوئی بد شکل نہ ہو تو پچھلے دیکھے ہوئے کسی بد شکل کو ذہن میں لاوے۔ ورنہ متخیلہ سے کوئی نہایت بھونڈی صورت تراش کر اس کا مراقبہ کرنے لگے۔ کیونکہ آخر قوت متخیلہ پھر اور کس وقت کام آوے گی۔ کسی ایسے

موٹے بھدے آدمی کا تصور کرے کہ جس کا پیٹ نکلا ہوا ہو، ہونٹ موٹے موٹے ہوں، ناک پچکی ہوئی ہو، رینٹھ بہہ رہی ہو، مکھیاں بھنک ہوں۔ غرض یہاں تک کہ متخیلہ کام کر سکے ایک نہایت بد شکل شخص کی تصویر اختراع کر کے تصور میں لاوے۔ ایسا کرنے سے ان شاء اللہ فوراً وہ خیال بد جاتا رہے گا۔

ایک صاحب کو تحریر فرمایا کہ یہ تصور کیا کرو کہ مر کر اس حسین کا کیا حال ہو جاوے گا۔ بدن گل سڑ جاوے گا، پیٹ پھٹ جاوے گا، کیڑے پڑ جاویں گے، غرض عجیب ہیئت ہو جاوے گی۔ اس وقت اگر کوئی اس عاشق سے کہے کہ اس کو گود میں لے کر پیار کرو تو وہاں سے ہزار نفرین کر کے لاحول پڑھ کر بھاگ آوے۔

ملفوظ (۳۰) بیعت بجلی کا تار ہے

ایک صاحب کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ ان کو ابھی کچھ ذکر و شغل بھی نہیں بتلایا صرف بیعت کیا ہے اس پر ان کا یہ حال ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ تو بجلی کا تار ہے کہ ہاتھ لگا نہیں کہ لپٹا نہیں۔

ملفوظ (۳۱) بزرگوں سے تعلق محض دین کے لئے ہونا چاہئے

فرمایا کہ بزرگوں کے تعلق سے دین تو درست ہوتا ہی ہے دنیا کی بھی برکت ہوتی ہے لیکن دنیا کے قصد سے تعلق پیدا نہ کرے جس طرح کہ حج کو جاتے وقت اس کا قصد تو نہیں ہونا چاہئے کہ بمبئی دیکھیں گے اور جہاز کی سیر کریں گے لیکن جو شخص حج کو جائے گا راستہ میں بمبئی بھی پڑے گی اور جہاز کی سیر بھی نصیب ہوگی۔ اسی طرح گو بزرگوں سے تعلق محض دین کے لئے پیدا کرنا چاہئے لیکن دنیا کی برکت بھی لازمی طور سے اس کو نصیب ہو ہی جاوے گی۔ مگر دنیا کا قصد ہرگز نہ کرے ورنہ کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

ملفوظ (۳۲) اہل حق کی کتابوں میں اثر

فرمایا کہ اہل حق کی کتابوں میں اثر ہوتا ہے، مکرر سکرر سناتا رہے۔ گو شروع میں اثر نہ ہو لیکن بالآخر اثر ہو کر رہے گا۔

ملفوظ (۳۳) عقائد میں شبہات کی اصلاح کا طریقہ

فرمایا کہ ایک تحصیل دار صاحب نے اپنے ایک عزیز کو میرے سامنے پیش کیا کہ ان کو کچھ شبہات عقائد میں ہیں۔ ان کے شبہات کو رفع فرما دیجئے۔ میں نے کہا کہ جناب یہ طریقہ شبہات کے رفع کرنے کا نہیں ہے کہ یہ ایک ہی جلسہ میں اپنے شبہات پیش کریں اور میں ان کا رد کر دوں۔ اس طرح گو میں ان کو ساکت کر سکوں لیکن ان کے قلب کو تو شفاء نہ ہو گی۔ اگر ان کو اپنی اصلاح منظور ہے تو میں اس کا طریقہ بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ یہ میرے ساتھ چار مہینے کے لئے چلیں، دو مہینے تک تو ان کو کسی شبہ کے پیش کرنے کی بھی اجازت نہ ہو گی۔ البتہ جو شبہات پیدا ہوتے جاویں وہ ایک یادداشت میں درج کرتے جاویں اور اس درمیان میں خود گفتگو نہ کریں، صرف جو کچھ میں مختلف جلسوں میں باتیں کرتا رہوں ان کو بغور سنتے رہیں اور بعد کو بھی تنہائی میں ان تقریروں کو سوچا کریں۔ بعد دو ماہ کے میں ان کو اجازت دوں گا کہ اب آپ اپنے شبہات پیش کیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آدھے سے زیادہ شبہات تو اس سکوت ہی کے زمانہ میں جاتے رہیں گے اور پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی، اور بقیہ شبہات بقیہ دو ماہ کی گفتگو میں طے ہو جاویں گے۔

یہ ہے اصلاح کا طریقہ نہ یہ کہ میں نے تقریر کر دی اور انہوں نے سن لی۔

ملفوظ (۳۴) روحانی امراض کا چٹکلوں میں علاج

فرمایا کہ ایک صاحب کیرانہ میں بیعت ہونے کے لئے جب آئے تو مٹھائی ایک اور شخص کے ہاتھ لائے۔ میں نے دیکھ لیا کہ ہاں آپ میں شان ہے اور کبر کا مادہ ہے۔ اتفاق سے مجھے کئی جگہ جانا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی، مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کر سکوں۔ وہاں چلئے۔ چنانچہ مٹھائی کا طباق ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت میرے ساتھ ہو لئے، وہاں پہنچ کر بھی میں نے یہی کہا کہ کیا کہوں یہاں بھی فرصت نہ ملی وہاں چلئے۔ غرض اسی طرح دو گھنٹے تک گھر گھر ان کو مع مٹھائی کے لئے پھرا، اور قصداً بازار میں ہو ہو کر جاتا تھا۔ اور وہ صاحب ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے لئے پھرتے تھے۔ جب میں نے خوب پریشان کر لیا اور سمجھ لیا کہ ہاں اب ان کے قلب میں سے یہ خبیث مادہ نکل گیا تب مرید کیا۔ اور اپنی اس حرکت کی وجہ بھی ظاہر کر دی۔ چنانچہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور

ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہٖ دو گھنٹے میں جاتا رہا۔

پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسی ہی تدبیریں سوجھا دیتا ہے۔ بزرگان سلف نے بھی ایسی تدابیریں کی ہیں۔ ایک بار فرمایا کہ جب مجھے اپنے کسی عیب کی اصلاح کرنی منظور ہوتی ہے تو ایسا کرتا ہوں کہ اس کے متعلق وعظ کہہ دیتا ہوں۔ اس تدبیر سے بفضلہٖ تعالیٰ وہ عیب اس وقت تو جاتا رہتا ہے، کیونکہ وعظ کہتے وقت جوش ہوتا ہے۔ اس کا اثر خود اپنے قلب پر بھی پڑتا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ غیرت بھی آتی ہے کہ دوسروں کو تو نصیحت کی جاوے اور خود عمل نہ ہو۔ اس سے بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ غصہ کا میں نے اسی طرح علاج کیا کہ ایک وعظ غصہ ہی کے متعلق کہہ دیا۔ اس کا نام الغضب ہے۔ اس کے بعد سے غصہ میں بہت اعتدال ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا کہ حمد اللہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج ہوتے ہیں۔ احقر نے اپنے غصہ کی شکایت کی تو فرمایا کہ الغضب دیکھ لیجئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ جاتا رہے گا لیکن افسوس ہے کہ وہ اب تک طبع ہی نہیں ہوا۔

ملفوظ (۳۵) جو اعتقاد افعال سے ناشی ہو وہ معتبر ہے

فرمایا کہ میرے وعظ سن کر جو معتقد ہوتے ہیں ان کے اعتقاد کا مجھے اعتبار نہیں، کیونکہ آخر وعظ میں میں گالیاں تو بکوں گا نہیں اچھی ہی باتیں کہوں گا۔ ہاں جو یہاں آکر اور میرا طرزِ عمل دیکھ کر پھر بھی معتقد رہے اس کا اعتقاد البتہ پختہ ہے۔ ایک بار فرمایا کہ جس کو میری باتیں سن کر اعتقاد پیدا ہو وہ معتبر نہیں۔ کیونکہ تصوف کے نکات لطافت میں شاعری کے نکات سے ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے یہ بناء اعتقاد قابل اعتبار نہیں۔ صحیح بناء اعتقاد کی کسی کے اقوال نہیں ہوتے بلکہ اس کے اعمال اور افعال ہوتے ہیں جو اعتقاد افعال سے ناشی ہو وہ معتبر ہے، یعنی اعتقاد اس بناء پر پیدا ہو کہ دیکھو افعال و اعمال نشست و برخاست سب باتیں کیسی سنت کے موافق ہیں۔

ملفوظ (۳۶) اصلاح کے لئے فرداً فرداً آنا چاہئے

احقر کے چند احباب کا قصد حضرت کی خدمت میں بمقام تھانہ بھون حاضری کا ہوا۔ حضرت اس زمانہ میں کانپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لئے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں۔ لیکن اگر کچھ اور ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر

نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہئے اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑے گا۔ اور کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کو اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے۔ یہ تو آخرت کا سفر ہے، مردے قبروں میں علیحدہ علیحدہ جاتے ہیں۔

ایک صاحب نے عریضہ میں اپنے ہمراہ اپنے والد صاحب کو بھی لانے کا قصد ظاہر کیا۔ تحریر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تشریف لائے تو ان کو مخدوم بنا کر رکھنا پڑے گا جس کے لئے میں تو بسر و چشم آمادہ ہوں لیکن ان کو نفع نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا مصالح کی بناء پر حضرت کسی کا کسی کے ساتھ آنا پسند نہیں فرماتے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ متعدد آدمیوں کے ساتھ آنے میں خاص توجہ کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہوتی۔ نہ موقع خطاب کا ملتا ہے، لہٰذا اس طرح آنے میں کچھ بھی نفع نہیں۔ ہر شخص الگ الگ آوے۔

ملفوظ (۳۷) ضرر رساں سفر سے احتراز

فتح پور کے سفر میں فرمایا کہ ہم لوگوں کا سفر بھی بعض دفعہ مضر ہو جاتا ہے، کیونکہ ہم لوگوں میں تو کوئی خاص اہتمام اشاعت طریقہ کا ہے نہیں اور فریق مخالف کے لوگ ہمارے ایک دن کے اثر کو اس جگہ مہینوں قیام کر کے آدمی آدمی کے قلب سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے سفر سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ پیشتر تو عوام خالی الذہن تھے، اب مخالفین کی کوششوں سے مخالف ہو جاتے ہیں، نہ سفر ہوتا نہ مخالفین کو اس طرف توجہ ہوتی۔ اس سے تو عوام اگر خالی الذہن رہیں یہی غنیمت ہے۔ چنانچہ مجھے خوف ہے کہ میں یہاں جو آیا ہوں تو کہیں دوسرے لوگ اس ایک دن کے اثر کو زائل کرنے کے لئے یہاں آکر مہینوں قیام نہ کریں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت کا فرمانا بالکل صحیح ثابت ہوا، کیونکہ حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد ہی مخالفین نے آکر ایک انجمن قائم کردی جس کی غرض محض اہل حق کی تردید تھی۔ سچ ہے ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ملفوظ (۳۸) موسل کی آواز پر وجد - چشتیت کا اثر

فرمایا کہ ایک دفعہ میں بالا خانہ پر شرح مثنوی شریف کی لکھ رہا تھا، پڑوس میں کسی کے گھر موسل سے چاول کوٹے جا رہے تھے۔ اس کی آواز سے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ خوب چلاؤں اور چیخوں۔ میں نے بہت ضبط کیا، تب وہ حالت فرو ہوئی۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی ایک بار موسل کی آواز پر وجد آ گیا تھا۔ ان سے مشابہت حاصل ہو گئی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ!

کسانیکہ یزداں پرستی کنند بر آواز دولاب مستی کنند

یہ حضرات ہیں جن کو سماع جائز ہے، لیکن پھر بھی بغرض حفاظت عوام احتراز کئے ہوئے ہیں۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک صوفی سے کہا کہ مجاہدہ ہم لوگ کرتے ہیں کہ باوجود نہایت تقاضا ہونے کے پھر بھی سماع نہیں سنتے، تم لوگ کیا مجاہدہ کرو گے کہ جب جی چاہا بے بیٹھے اور سننے لگے۔

ایک بار حضرت قیلولہ فرما رہے تھے کہ احقر پَیر داب رہا تھا۔ دور کے حجرہ میں کوئی لڑکا کچھ گنگنا رہا تھا۔ احقر نے تو سنا تک نہیں۔ حضرت کے کان میں سوتے ہوئے اس کی آواز پہنچ گئی۔ آدمی بھیج کر منع فرمایا کہ کیا یہاں قوالی ہو رہی ہے، پھر کروٹیں بدلنے لگے اور فرمایا کہ دیکھئے ہم لوگ اس قدر پرہیز کرتے ہیں لیکن پھر بھی چشتیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی، میرے قلب میں حرکت پیدا ہو گئی۔

چشتیہ کو سماع سے آخر مناسبت تو ہوتی ہی ہے۔ ایک بار فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میں قوالی سنتا تو میری جان اسی میں جاتی۔ ایک بار ایک قوال کی تعریف فرمائی کہ ظالم ایسا خوش آواز ہے کہ کئی کا خون کر چکا ہے، خونی مشہور ہے، اس کی زبان سے اشعار سننے کو بہت جی چاہتا ہے۔

ملفوظ (۳۹) تصوف نہایت عقل، فطرت کے موافق اور نہایت سہل اور لذیذ چیز ہے

ایک صاحب سے فرمایا کہ تصوف کوئی عجیب چیز نہیں، نہایت عقل کے موافق،

نہایت فطرت کے موافق، نہایت سہل اور نہایت لذیذ چیز ہے۔

ملفوظ (۴۰) ذکر کا اثر رفتہ رفتہ ہوتا ہے

فرمایا کہ ذکر میں چاہے دل لگے یا نہ لگے لیکن برابر کئے جاوے، رفتہ رفتہ اس کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ پھر بلا اس کے چین ہی نہیں پڑتا۔ جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر بھی آتی ہے، متلی بھی ہوتی ہے، قے بھی ہوتی ہے، لیکن پیتے پیتے پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کے دو کش مل جاویں۔

ایک بار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ ضرور بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا، البتہ ایک معتدبہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی پچھلی حالت کو خیال میں لا کر موازنہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو۔ یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ بھی نفع نہیں ہو رہا، حالانکہ دراصل نفع برابر ہو رہا ہے۔

ایک معتدبہ مدت گزرنے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں متحضر کر کے اس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا۔ فرمایا کہ اس وقت کے ذکر کو بے کار نہ سمجھا جاوے، یہ سب جمع ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ عنقریب سب کھل پڑے گا۔ ایک بار فرمایا کہ پتھر پر پہلے اول قطرہ گرتا ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، یہاں تک کہ پانی گرتے گرتے اس میں گڑھا پیدا ہو جاتا ہے۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اخیر قطرہ نے وہ گڑھا کر دیا۔ ہر گز نہیں، بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو۔ اول قطرہ کو بے اثر ہر گز نہ سمجھنا چاہئے، گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اول روز کا ذکر جس کو بے ثمرہ سمجھا جاتا ہے ہر گز بے ثمرہ نہیں، اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہوگی اس میں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہوگا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو۔ یہ نہیں ہے کہ صرف اخیر روز کا ذکر اس حالت کو پیدا کر دیتا ہے بلکہ ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن بعد یہ کیفیت پیدا ہوگی۔ جب وہ تعداد پوری ہو گئی وہ کیفیت ظہور پذیر ہو گئی، ہر ہر دن کے ذکر کو اس کے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے، یا جیسے کہ

ایک شخص کوئی مقوی یا ماء اللحم کھاتا ہے یہاں تک کہ ایک معتدبہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سرخ و سپید ہو جاتا ہے۔ تو کیا صرف اخیر خوراک نے اس کو سرخ سفید بنادیا، ہرگز نہیں بلکہ اتنے دنوں کی خوراکوں کی مجموعی تعداد نے اس کی یہ حالت کر دی ہے۔ یہ نادانی ہے کہ اول خوراک کو بے اثر سمجھا جاوے۔

ملفوظ (۴۱) ذکر و نماز میں سرسری استحضار کافی ہے

فرمایا کہ ذکر و نماز وغیرہ میں سرسری توجہ و استحضار کافی ہے۔ زیادہ کاوش توجہ میں نہ کرے، ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جاویں گے۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے، جس سے نفع بند ہو جاتا ہے۔ سرسری توجہ ہی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص کیفیت یا حالت کی بقا کے لئے بھی زیادہ کاوش نہ کرے نہ اس کے پیچھے پڑے۔ گھیر گھار مضر ہے، اپنا کام کئے جاوے۔ جیسی جیسی استعداد بڑھتی جاوے گی اس کے مناسب احوال و واردات خود فائض ہوتے رہیں گے۔ اپنے قلب کو مشوش نہ کرے، نہ ثمرات و حالات کے درپے ہو۔ بڑی چیز کام میں مشغول رہنا ہے۔

ملفوظ (۴۲) حضرت حاجی صاحبؒ فن تصوف کے مجتہد اور مجدد تھے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ذکر سے گو وہ کسی درجہ کا ہو میرے ہوش بجا نہیں رہتے۔ گو دوسرے کو محسوس نہ ہو لیکن مجھ پر تو گزرتی ہے۔ میں بلا خوف تردید قطع نظر عقیدت و بیعت کے کہہ سکتا ہوں کہ ڈیڑھ سو دو سو برس سے ایسا شیخ محقق نہیں پیدا ہوا۔ حضرت اس فن تصوف کے مجتہد اور مجدد تھے۔

ملفوظ (۴۳) نفس کی کشاکشی کی شکایت

ایک صاحب نے کچھ نفس کی کشاکشی کی شکایت کی۔ فرمایا کہ سب کی یہی حالت ہے۔ نفس سے ہمیشہ مقابلہ کرتے رہنا چاہئے۔ دو پہلوان ہیں، کبھی یہ اس کو پچھاڑ دے کبھی وہ اس کو، نفس کا مردہ ہو جانا کس کام کا جب مزاحمت ہی نہ رہی تو مقابلہ کا اجر کہاں۔

ملفوظ (۴۴) دین یا آبرو کے نقصان کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بھی پرواہ نہ کروں

فرمایا کہ الحمد للہ اگر دین کا یا آبرو کا ذرہ برابر بھی نقصان ہوتا ہو تو ہفت اقلیم کی سلطنت کی بھی پرواہ نہ کروں۔

ملفوظ (۴۵) تکبر سے کفر کے برابر نفرت

ایک صاحب کے ذریعہ سے حضرت کا قول پہنچا کہ تکبر سے مجھ کو کفر کے برابر نفرت ہے۔

ملفوظ (۴۶) حضراتِ اکابر کا مقام

فرمایا کہ مخالفین تو ہمارے حضرات کو کیا پہچانتے جو معتقدین اور موافقین ہیں انہوں نے بھی ان حضرات کو جیسا کہ حق ہے نہیں پہچانا۔

ملفوظ (۴۷) مناسبت دیکھ کر تعلیم ہونی چاہئے

ایک صاحب نے جو دوسرے خاندان کے درویش تھے لکھا کہ مجھ کو فنا اور بقا کے درجے تو حاصل ہو چکے تھے اب ایک خواب کی بناء پر ان کا خیال تھا کہ وہ ابدال ہو گئے۔ حضرت سے برائے اطمینان اس خواب کی تعبیر چاہی۔ حضرت نے بہت افسوس کیا، فرمایا کہ آجکل بعض درویشوں میں یہ بڑا مرض ہو گیا ہے کہ کمالات کے بہت درپے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو کامل سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ یہ شان عبدیت کے بالکل خلاف ہے۔ کسی چشتی سے آپ ایسی بات کبھی نہ سنیئے گا۔ چشتیہ تو بس خاک اور سینہ چاک ہونا چاہتے ہیں اور بعض سلسلہ والے پاک ہونا چاہتے ہیں۔ ابدال ہو جانے پر حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ بھائی ہم تو پہلے گوشت والے تھے اب دال ہو گئے ہیں۔ کسی ایسے سے پوچھو جو گوشت ہو۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ خود ہی پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں۔ فرمایا ہاں یہ آپ نے ٹھیک کہا۔ ایک بار ایک دوسرے سلسلہ کے ایک صاحب رخصت ہو کر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ نیک بخت اور خوش عقیدہ شخص ہیں۔ ایک بزرگ سے بیعت تھے، ان کا انتقال ہو گیا۔ مجھ سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ

میں خاص سلسلہ کی تعلیم کا پابند نہ ہوں گا۔ بلکہ میرا جس طرح جی چاہے گا اور جو چیز میں مناسب سمجھوں گا اسی سے شروع کراؤں گا۔ اور آپ ابھی تک دوسرے سلسلہ کی تعلیم کے پابند رہے ہیں۔ اس کو چھوڑنا آپ کو شاق ہوگا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ کسی اسی سلسلہ کے بزرگ سے بیعت ہو جائیے۔ انہوں نے کہا کہ آخر چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت تو آپ کو ہے۔ میں نے کہا کہ میرے یہاں مخلوط طور پر تعلیم ہوتی ہے، کسی خاص طریقہ کی پابندی نہیں ہے، جو جس کے مناسب ہوا وہی اس کو بتلایا جاتا ہے۔ انہوں نے پھر مجھ سے اصرار کیا کہ اچھا مجھے یہ بھی منظور ہے۔ میں نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے۔ مجھے قوی شبہ ہے کہ آپ کو سابقہ تعلیم کا ترک کرنا بہت شاق ہوگا۔ شب کو یہ گفتگو ہوئی، آج ظہر کے بعد مجھ سے کہا کہ واقعی آپ کا خیال سچ نکلا۔ میرا دل پچھلی تعلیم کے چھوڑنے کو گوارا ہی نہیں کرتا۔ میں نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا نام بتلایا ہے۔ اب وہاں گئے ہیں۔ یہ بھی کہتے تھے کہ میرے شیخ کے صاحبزادے موجود ہیں، ان کے ہوتے ہوئے کسی اور بزرگ سے رجوع کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی ان کی نادانی کی بات ہے، کیونکہ مقصود پیر نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ ہیں، جہاں سے ملیں وہیں سے لینا چاہئے۔

پھر فرمایا کہ بعض سلاسل میں تو باقاعدہ درس کے طور پر سلوک کے مقامات کی تعلیم ہوتی ہے کہ اب یہ کرو، پھر وہ کرو۔ ان کو یہ شاق گزرا کہ میری تعلیم تو ایک خاص درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کو چھوڑ کر پھر نئے سرے سے شروع کرنا ان کو گوارا نہ ہوا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے طریق میں اس کی قید نہیں ہے۔ بعضے کو بالکل اخیر کی چیز شروع میں بتلادی جاتی ہے۔ بعضوں کو دور سے لوٹا کر پھر شروع کی چیزیں بتلانے لگتے ہیں۔ جیسی جس کی مناسبت دیکھی، یہ نہیں ہے کہ خواہ مناسبت ہو یا نہ ہو سب چیزیں خواہ مخواہ اس سے شروع کرائی جاویں۔ میں نے کانپور میں ایک طالب علم کو جو ہدایہ پڑھتا تھا اس سے چھڑا کر ہدایۃ النحو شروع کرائی تھی۔ اس کو افسوس ہوا، میں نے کہا کہ ہدایہ تو اب بھی ہے، پہلے ہدایۃ الفقہ تھی، اب ہدایۃ النحو ہے۔ مضاف الیہ تو خارج ہی ہوا کرتے ہیں۔ رہی پھر بھی ہدایہ ہی۔ ایک صاحب کو جن کو کچھ میلان غیر مقلدی کی طرف تھا اور تصوف کے متعلق ان کو شبہات تھے۔ بعد رفع شبہات درخواست تعلیم پر

میں نے صرف قرآن شریف کی تلاوت بتلائی۔ نہایت شگفتہ ہوئے اور کہا کہ یہ تو آپ نے بالکل میرے مذاق کی چیز بتلائی، مجھے تلاوت سے بے حد دلچسپی ہے۔ حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ڈال دیا کہ ان کو تلاوت سے نفع ہوگا۔

ایک صاحب کو میں نے صرف نوافل کی کثرت بتلائی اور کوئی ذکر شغل نہیں بتلایا۔ ان کو اسی سے بہت نفع ہوا۔ تو ہمارے یہاں مناسبت دیکھ کر تعلیم کرتے ہیں۔ جس ذکر سے مناسبت طبعی ہوتی ہے اس سے بے حد نفع ہوتا ہے۔

ملفوظ (۴۸) مختلف اذکار سے نفع کم ہوتا ہے

فرمایا کہ مختلف اذکار سے اس قدر نفع نہیں ہوتا جس قدر کہ ایک یا دو قسم کے ذکر سے ہوتا ہے۔ کیونکہ مختلف اذکار میں طبیعت منتشر رہتی ہے، کوئی ذکر بھی راسخ نہیں ہوتا۔ ایک دو اذکار پر مداومت کی جاوے تو وہ بہت جلد راسخ ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ (۴۹) صرف تصوف ایک ایسا فن ہے جس میں عمل پہلے ہوتا ہے اور علم بعد میں

فرمایا کہ اور فنون میں تو علم پہلے ہوتا ہے عمل بعد کو، اور صرف تصوف ایک ایسا فن ہے جس میں عمل پہلے ہوتا ہے اور علم بعد کو اور یہ علم شریعت کا نہیں۔ وہ تو پہلے ہی ہونا چاہئے۔ حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی مسئلہ تصوف میں الجھتا تو فرما دیتے کہ میاں یہ کرنے کی چیز ہے، قال و قیل سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔

ملفوظ (۵۰) حق تعالیٰ سے امید طبعی اور خوف عقلی ہونا چاہئے

فرمایا کہ امید حق تعالیٰ سے طبعی ہونی چاہئے اور خوف عقلی، اس سے عمل میں بہت قوت رہتی ہے۔

ملفوظ (۵۱) مبتدی، متوسط اور منتہی کی نماز کی حالت

فرمایا کہ مبتدی کو نماز میں صرف الفاظ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور متوسط کو معانی کی طرف اور منتہی کو محض ذات حق کی طرف توجہ ہوتی ہے، نہ الفاظ کی طرف نہ معانی کی طرف۔

اگر معانی یا الفاظ کی طرف وہ توجہ کرے تو اس کو تو مصیبت ہو جاوے۔ احقر نے عرض کیا کہ معانی تو مقصود و معلوم ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اصل مقصود ذاتِ حق ہے۔ الفاظ اور ارکان جو نماز میں ہوتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ دربارِ شاہی میں حاضری کے وقت کے لئے خاص آداب و القاب و الفاظ مصطلحاً مقرر ہیں، لیکن جس وقت بادشاہ کے سامنے وہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس وقت نہ الفاظ کی طرف التفات ہوتا ہے نہ معانی کی طرف، بلکہ ہمہ تن توجہ بادشاہ کی طرف ہوتی ہے۔ مکرر استفسار پر فرمایا کہ یہ ذوقی امر ہے، کہنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب حق تعالیٰ نصیب فرمادیتے ہیں تب ہی سمجھ میں آتا ہے۔

ملفوظ (۵۲) خطاب والقاب کے اعتبار کا معیار

دورانِ وعظ میں فرمایا کہ آج کل لوگ شمس العلماء وغیرہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ سچ مچ شمس العلماء ہیں۔ حالانکہ یہ محض حکام کی قدردانی ہے، باقی اس خطاب سے کیا کوئی لیاقت ثابت ہوگئی۔ ہم لوگوں کو تو اتنی بھی سمجھ نہیں جتنی کہ ایک نائن کو تھی۔ اس کو کسی نے خوشخبری سنائی کہ مبارک ہو تمہارے شوہر کو بادشاہ نے استاد کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ اس کے شوہر نے بادشاہ کا خط سونے کی حالت میں اس طرح بنادیا تھا کہ اس کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب اٹھ کر آئینہ دیکھا تو خط بنا ہوا دیکھ کر حیرت ہوئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ فلاں نائی نے یہ خط سوتے میں بنایا ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس کو استاد کا خطاب دے دیا۔ اس کی بیوی کو جب لوگوں نے یہ خوشخبری سنائی تو اس نے کہا کہ بادشاہ کیا جانے خط بنانا۔ ہاں خوشی کی تو بات جب ہوتی جب کہ چار نائی مل کر یہ کہہ دیتے کہ یہ استاد ہے۔ اسی طرح اگر چار طالب علم کسی کو شمس العلماء کیا نجم العلماء بھی کہہ دیں تو وہ واقعی قابلِ اعتبار ہے۔

ملفوظ (۵۳) شناخت مجذوب

فرمایا کہ مجذوبوں کا پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں۔ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ایک بار حضرت شبلیؒ تشریف لائے اور بے پوچھے زنانہ مکان کے اندر گھس گئے۔ بیوی پردہ میں دوڑنے

لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ ضرورت نہیں۔ یہ اپنے ہوش میں نہیں۔ بظاہر نہایت ہوش و حواس کی باتیں کرتے رہے، تھوڑی دیر میں وہ رونے لگے۔ فرمایا کہ اب پردہ میں چلی جاؤ۔ اب ان کو ہوش آ گیا، لیجئے جو حالت بظاہر ہوش کی تھی وہ تو دراصل بے ہوشی تھی اور جو حالت بظاہر بے ہوشی کی تھی وہ ہوش کی حالت تھی۔ ایسی حالت میں عوام کو کیا پتہ چل سکتا ہے کہ کون مجذوب ہے کون نہیں۔ اسی طرح بہت سے یوں ہی دیوانے ہوتے ہیں۔ پھر استفسار پر فرمایا کہ بس جس کو اس وقت کے اہل نظر بزرگ مجذوب کہیں اسی کو مجذوب سمجھے۔

ملفوظ (۵۴) جو بظاہر کم عمر ہو اس سے پردہ

احقر کا ایک عزیز جو بظاہر بہت کم عمر معلوم ہوتا ہے اس کے بچہ ہونے کی امید ہوئی۔ حضرت غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے تو بعض عزیز مستورات نے کہلایا کہ صرف اس سے پردہ نہیں کرتیں، کیونکہ وہ چھوٹا سا ہے اور باقی سب سے پردہ ہے۔ فرمایا کہ نہیں، اس سے بھی پردہ کرنا چاہئے اور جب وہ چھوٹا سا (یعنی بچہ) آجاوے گا تب معلوم ہوگا کہ یہ کیسا چھوٹا سا ہے۔

ملفوظ (۵۵) عارضی حالتیں مقصود نہیں

ایک شخص کو حضرت نے شروع میں علم تعبیر عطا ہونے کی بشارت دی تھی۔ بعد کو اس نے شکایت کی کہ وہ اب جاتا رہا۔ فرمایا کہ کچھ غم نہیں۔ ایک تو شروع کا پھول ہوتا ہے جو جھڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر دوسرا پھول آتا ہے جو اصلی ہوتا ہے۔ اس کے بعد پھر پھل آتا ہے، اسی طرح بہت سی عارضی حالتیں اس طریق میں پیش آتی ہیں جو مقصود نہیں ہوتیں، نظر مقصود پر رہنی چاہئے۔

ملفوظ (۵۶) حقیقت بیعت سنت ہے، نہ کہ صورت بیعت

ایک سب جج صاحب نے جو بہت دور کے یعنی ملک کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے اور بمبئی یونیورسٹی کے انگریزی اور فارسی کے ایم. اے تھے اور ایل ایل بھی تھے۔ حضرت کے مواعظ و کتب دیکھ کر حاضری خدمت کی بغرض بیعت اجازت چاہی۔ حضرت نے تحریر فرمادیا کہ بیعت کے قصد سے سفر نہ کیجئے، البتہ ملاقات کرنے کے لئے تشریف لانا چاہیں تو مضائقہ نہیں۔

چنانچہ وہ صاحب حاضر ہوئے۔ دوسرے دن بعد مغرب خلوت کی گفتگو میں فرمایا کہ گو آپ کو طویل سفر کرنا پڑا لیکن یہ ضروری تھا، کیونکہ اصل چیز اس طریق میں ایک دوسرے سے مناسبت پیدا ہو جانا ہے، بلا اس کے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اور محض میری کتابیں یا وعظ دیکھ کر جو اعتقاد پیدا ہو وہ قابل اعتبار نہیں، کیونکہ اس اعتقاد کی بناء صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ میں کتابوں میں کوئی بری باتیں تو لکھنے سے رہا۔ لہٰذا بلا اس کے کہ میرے روز مرہ کے اعمال و افعال یہاں رہ کر نہ دیکھے جائیں میرا مذاق، میرا طرز، میرا مشرب، میرا طریقہ، میرے مزاج کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی۔ محض کتابیں ان باتوں کے معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے میں ہمیشہ چند روز پاس رہنے کا مشورہ دیا کرتا ہوں تاکہ اصل حالت ایک دوسرے کی جانبین کو معلوم ہو جاوے اور مناسبت پیدا ہو جاوے جو مدارِ نفع ہے۔ اسی لئے میں لکھ دیا کرتا ہوں کہ بیعت کے قصد سے سفر نہ کیا جاوے بلکہ محض ملاقات کے لئے۔ کیونکہ ملاقات ہونے کے بعد دونوں احتمال دونوں جانب سے ہیں کہ مناسبت پیدا ہو یا نہ ہو۔ اس میں دونوں طرف آزادی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آنے والے کا مذاق بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ درویشی کو کیا سمجھ کر اس کا طالب ہوا ہے۔ چنانچہ گو آپ سے غلط فہمی کا احتمال نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً عرض کئے دیتا ہوں کہ بعضے لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ خوب جوش و خروش و مستی رہا کرے اور بالکل استغراق کی حالت رہے۔ سو نہ یہ کیفیات مقصود ہیں نہ یہ اختیاری ہیں۔ بعضے چاہتے ہیں کہ معاصی سے ایسی نفرت ہو جاوے کہ طبیعت کا میلان بھی باقی نہ رہے۔ سو یہ بھلا کہاں ممکن ہے۔ میلان معاصی کا بعد کمال کے بھی رہتا ہے، لیکن اتنا فرق ہو جاتا ہے کہ پہلے نفس کے تقاضے کے روکنے میں سخت کلفت ہوتی تھی اور اس پر غالب آنا نہایت دشوار ہوتا تھا، گو بچنا اختیار میں اس وقت بھی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اختیار ہی میں نہ ہو۔ بعد ذکر شغل کے اول تو تقاضا اس شدت کے ساتھ نہیں ہوتا اور دوسرے تھوڑی سی توجہ سے اور مخالفت سے وہ دب جاتا ہے۔ باقی یہ نہیں ہو جاتا کہ تقاضا ہی نہ ہو اور کمال تو اسی میں ہے کہ باوجود تقاضا کے ضبط کرے ورنہ وہ تو دیوار ہو جاتا ہے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے شائستہ گھوڑا۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ کبھی کوئی شرارت ہی نہ کرے۔ بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی دولتی پھینکنے لگتا ہے، کبھی کھڑا ہو جاتا ہے، لیکن تھوڑے سے اشارہ سے اور ایک دو

بار ایڑ مارنے سے بہت جلد رام ہو جاتا ہے، اور جو گھوڑا شائستہ نہ ہو وہ ایک تو بہت زیادہ شرارتیں کیا کرتا ہے اور جب شرارت کرتا ہے تو پھر اس کا سنبھالنا مشکل پڑ جاتا ہے۔
یہی نفس کا حال ہے، بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی شرارت کرنے لگتا ہے لیکن ادنیٰ توجہ میں دب جاتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ایڑ ہی کی ضرورت نہ رہے۔ نفس کی منازعت تو عمر بھر رہتی ہے۔ لہٰذا یہ ہوس کرنا بھی فضول ہے کہ نفس میں معاصی کا میلان بھی باقی نہ رہے۔ بعضے لوگ کشف و کرامات اور خرق عادات کے خواہاں ہوتے ہیں۔ یہ بھی کوئی چیز نہیں۔ اصل مقصود رضائے حق ہے اور اس کا ذریعہ دوام طاعت اور کثرت ذکر ہے۔ رضاء کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ البتہ یہاں دنیا میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ کثرت ذکر سے حق تعالیٰ کے ساتھ قلب کو ایک خاص تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے حظ اور تسلی رہتی ہے۔ جیسے معشوق کے ساتھ دل کو لگاؤ ہو جاتا ہے اور اس کی یاد دل سے نہیں اترتی، اس سے حظ بھی ہوتا ہے اور تسلی بھی رہتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے احکام کی تعمیل کا دل سے شوق ہو جاتا ہے اور تسلی بھی رہتی ہے۔ اور گو ظاہری کلفت ہو لیکن ان احکام کی تعمیل اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ یہی حالت یہاں ہوتی ہے کہ کثرتِ ذکر سے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے جس کا لازمی اثر سہولت طاعت اور دوامِ ذکر ہے۔ یہ باتیں میری کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں، لیکن زبانی گفتگو سے جیسی سمجھ میں آتی ہیں ویسی محض مطالعہ سے سمجھ میں نہیں آسکتیں، انہی مصلحتوں سے سفر مناسب ہوتا ہے۔ خط و کتابت ان باتوں کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ آپ یہاں سے واپس ہو کر خود مشاہدہ کریں گے کہ یہ سفر کرنا آپ کے لئے کس قدر نافع ہوا۔ اگر سفر نہ کرتے تو یہ بات پیدا نہ ہوتی۔ اب اس سب گفتگو کے بعد مجھ سے جو خدمت لی جاوے میں حاضر ہوں۔ ان صاحب نے بیعت کی درخواست کی۔ ہنس کر فرمایا کہ خیر یہ کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ اصل چیز تو اتباع اور محبت ہے۔ باقی ہاتھ میں ہاتھ دینا محض طالب کی تسلی کے لئے ہوتا ہے کہ اس کو اطمینان ہو جاوے کہ ہاں فلاں شخص کے ساتھ ایک خصوصیت ہوگئی۔ ورنہ نفع میں اس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوگی، بلکہ بیعت کرنے سے میرے اوپر ایک بوجھ ہو جاتا ہے۔ میں تو یہ چاہا کرتا ہوں کہ مجھ سے بیعت تو نہ ہوں لیکن مجھ سے

خدمت لیں۔ میں نہایت خوشی سے ہر مسلمان کی خدمت کرنے کے لئے آمادہ رہتا ہوں اور مجھ پر بیعت کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، کیونکہ میں ہر مسلمان کی دل سے خدمت کرنا اپنے ذمہ ہر مسلمان کی دینی خدمت کو ضروری سمجھ رکھا ہے، اس لئے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کون تو میرا مرید ہے اور کون نہیں۔ میرے یہاں کوئی رجسٹر نہیں، کچھ نہیں، نہ مجھے اس کے یاد رکھنے کی ضرورت۔ ہاں کوئی بار بار مجھے اپنا مرید ہونا جتلاتا رہے تو دوسری بات ہے کہ یاد رہ جاوے، ورنہ جو لوگ صرف میرے پاس آتے جاتے ہیں یا خط و کتابت کرتے ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں کہ کون مرید ہے اور کون نہیں۔ یہ سن کر ان صاحب نے عرض کیا کہ بیعت تو سنت ہے۔ فرمایا کہ سنت ہے مگر مستحب کے درجہ میں اور سنت بھی بیعت کی حقیقت ہے نہ کہ صورت یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھنا بیعت کی صورت ہے نہ کہ حقیقت۔ حقیقت ہے محبت اور اتباع جس کو محبت اور اتباع کرے اس کو حقیقت بیعت کی حاصل ہے، گو صورت بیعت کی حاصل نہ ہو، یعنی ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا اور حقیقت ہی بیعت کی سنت ہے نہ کہ صورت کیونکہ اگر صورت سنت ہوتی تو عورتیں اس دولت سے محروم رہتیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا۔ صورت بیعت کو لوگوں نے حد سے زیادہ ضروری سمجھ رکھا ہے۔

یہ سب پیرزادوں نے اپنے کھانے کمانے کے لئے لوگوں کے ذہنوں میں بٹھار کھا ہے کہ بدوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے نفع ہی نہیں ہوتا۔ تاکہ مرید پھنس جاوے اور کہیں نہ جا سکے۔ ہمارا ہی پابند ہو جاوے، حالانکہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کو نفع میں مطلق دخل نہیں۔ چنانچہ میں نے بیعت کرنا قریب قریب ترک ہی کر دیا ہے۔ تو اس کی یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگوں نے جو اسکے متعلق عقیدہ میں غلو کر رکھا ہے اس کی اصلاح ہو۔ کیونکہ جو چیز ایسی ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور اس کی حد سے اس کو بڑھانا یہ بھی بدعت ہے۔ چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں دار و مدار نفع کا بیعت ہی ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط عقیدہ ہے۔ یہاں میں نے بعضوں کو محض ذکر شغل تعلیم کر دیا اور بیعت نہیں کیا۔ انہوں نے یہاں رہ کر کام کیا۔ پھر میرے نزدیک وہ اس کے اہل ہو گئے کہ خود ان کو اجازت بیعت و تلقین کی دی جاوے۔ چنانچہ جب میں نے اجازت دی تو انہوں نے کہا کہ ابھی ہم خود تو مرید ہوئے ہی نہیں۔ چنانچہ میں نے اجازت تو پہلے دی اور بیعت بعد کو کیا۔ سلف میں بھی

بیعت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ شجروں میں جائے بَایَعَ. یعنی بیعت کیا کے صَحِبَ لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ کی صحبت میں رہے۔ چونکہ اس وقت سلاطین بھی بیعت لینے لگے تھے، کیونکہ بیعت کا حاصل معاہدہ ہے وفاداری کا۔ اور اس اطاعت کا معاہدۂ سلاطین بھی اپنی رعایا سے بذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اس لئے مشائخ نے بیعت لینے کی رسم موقوف کردی تھی۔ چنانچہ کئی صدی تک بیعت کی رسم ملتوی رہی۔ اب دیکھئے اگر صورت بیعت کی ضروری ہوتی تو شجروں کے سلسلے اوپر کو چل ہی نہیں سکتے۔ یہ سب سن کر وہ صاحب خاموش ہو رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تمام تقریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھ کو بیعت سے انکار ہے، باوجود اس کی حقیقت معلوم ہو جانے کے پھر بھی اگر کسی کی تسلی بغیر بیعت کے نہ ہو تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں، کیونکہ تقریر کا حاصل تو یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اپنے مذاق سے مطلع کردیا۔ طبیعتیں اور مذاق مختلف ہوتے ہیں۔ بعضوں کی تسلی بغیر بیعت کے ہوتی ہی نہیں تو ان کی طبیعت کیسے بدل سکتا ہوں اور ان کو کس طرح مجبور کر سکتا ہوں، لیکن مجھ کو تقریر کردینا تو ضروری تھا۔ کیونکہ بعضوں نے میری تقریر کو سن کر یہی قبول کرلیا ہے کہ اچھا جب نفع میں کچھ کمی نہیں تو بیعت نہ سہی۔ ان کو بلا بیعت ہی کے تسلی ہوگئی۔ اب چونکہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اس لئے مجھے تقریر کردینا ضروری تھا۔

باقی میں آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ میرے ہی مذاق کے تابع ہوں۔ دو روز آپ کے قیام کے اور باقی ہیں۔ ان میں اچھی طرح سوچ لیجئے اور اگر پھر بھی آپ کی یہی رائے ہو تو میں حاضر ہوں۔ چونکہ میں آزادی کا بہت قدرداں ہوں۔ اس مصلحت سے بھی مفصل تقریر کرکے یہ ذہن نشین کردیتا ہوں کہ بیعت کو نفع میں کچھ دخل نہیں، تاکہ آزادی رہے کہ اگر کبھی دل کھٹا ہو تو بے تکلف مجھ کو چھوڑ دے۔ ورنہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر پھر خواہ مخواہ پھنس جاتا ہے۔ دوسری جگہ اگر جانا چاہے تو نہیں جا سکتا۔ کیونکہ بیعت عام طور سے دوسری جگہ رجوع کرنے سے مانع ہو جاتی ہے۔ بیعت سے انکار میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ میں کسی کی آزادی میں کیوں خلل ڈالوں۔ پس بیعت نہ ہونے میں یہ نفع ہے کہ اگر کسی وجہ سے دوسری جگہ رجوع کرنا چاہے تو آزادی سے کرسکتا ہے۔

ملفوظ (۵۷) جس چیز میں مشورہ درکار ہو تو اس کا اہل سے مشورہ لینا چاہئے

ایک حاجی صاحب مالک مطبع سے ایک منشی صاحب ایک دوسرے مطبع جدید کے مالک نے بذریعہ خط معاملہ بابت لینے ایک کتاب کے حواشی کے طے کیا جو حاجی صاحب کے پاس لکھا ہوا تیار رکھا ہے لیکن نوبت طبع کی نہیں آئی۔ اس کو منشی صاحب بہ قیمت ان سے حاصل کر کے اپنے مطبع میں طبع کرانا چاہتے تھے۔ حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک کارڈ بھیجا جس میں انہوں نے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ حاشیہ کی بابت منشی صاحب نے لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ بمشورہ حضرت کے یہ خط طلبی تحشیہ کا لکھا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر حضرت کو ناگواری اور کبیدگی ہوئی اور دیر تک اظہار ناخوشی فرماتے رہے۔ فرمایا کہ دیکھئے میں انہیں تجربوں کی بناء پر کبھی کسی کو دنیوی امور میں رائے نہیں دیا کرتا۔ رائے کی حقیقت تو ہے محض کوئی نیک بات سوجھا دینی اور لوگ اس کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بناتے ہیں۔ افسوس طبیعتیں کیسی بھدی ہو گئیں، ذرا نظافت باقی نہیں رہی۔ بس اغراض نے ادراک اور حس کو بالکل برباد کر دیا ہے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　　صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

یا اللہ کیا حالت ہو گئی لوگوں کی۔ بس انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ اس میں ہمارا مطلب نکلتا ہے، کیونکہ اس کے لکھ دینے سے وہ ضرور بھیج دیں گے۔ یہ خیال نہ آیا کہ اس کو معلوم ہو جائے گا تو کیسی تکلیف ہو گی۔

غرض بھی کیا بری چیز ہے کہ آدمی کو بالکل اعمیٰ کر دیتی ہے۔ واقعی مجھ کو سخت کبیدگی ہوئی۔ جب ان کو بقسمت ہی معاملہ طے کرنا تھا تو پھر میرے نام کو بیچ میں ڈالنے کی کیا حاجت تھی۔ یہ بات تو محض ان پر میرا بوجھ ڈالنے کی غرض سے انہیں لکھی گئی جو مجھ کو ہرگز گوارا نہیں۔ کیا کہوں بعضوں کی مصلحت کے خیال سے مغلوب ہو کر میں مروت میں آجاتا ہوں اور محض مشورہ دیتا ہوں، لیکن جب کبھی ایسا کیا ہمیشہ بعد کو کلفتیں پیش آئیں۔ میں نے تو انہیں اپنے معمول سے مستثنیٰ کر رکھا تھا تاکہ ان کو سہولت رہے لیکن انہوں نے قدر نہ کی۔ اب وہ بھی مستثنیٰ منہ میں داخل۔

انشاء اللہ اب میں انہیں کبھی کوئی رائے نہ دوں گا۔ جو بات میرے اختیار کی ہے وہی میں کر سکتا ہوں اور اگر پھر بھی وہ میری شرکت رائے کو غلط طور پر ظاہر کرتے پھریں تو اس کی روک تھام میرے اختیار سے خارج ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جن کو رات دن اسی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ بھائی ناواقف تھا۔ لوگوں کی عقلیں بھی کیسی بھدی ہوگئی ہیں کہ رات دن انہیں باتوں کا سبق ہے لیکن پھر بھی دماغ میں نہیں بیٹھیں۔

رسوم ایسی غالب ہوگئی ہیں کہ فہم مسخ ہوگئے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ باوجود اس خیال کے کہ مجھ کو تکلیف ہوگی، پھر بھی انہوں نے لکھ دیا ہو۔ لیکن انہوں نے غور ہی نہیں کیا۔ اگر غور کرتے تو ضرور یہ خیال میں آجاتا اور ایسا ہرگز نہ کرتے۔ شکایت تو اسی بات کی ہے کہ انہوں نے غور کیوں نہیں کیا۔ مجھے تو ایسے امور سے علیحدگی کا یہاں تک اہتمام ہے کہ میں نے صاف طور سے منشی صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اپنے کتب کے اشتہار میرے مہمانوں کو ہرگز نہ دیئے جاویں۔ ہاں اگر وہ خود مطبع میں جاویں تو وہاں ان کو دے سکتے ہیں۔ یہاں پر دینے میں یہ احتمال ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میرا بھی کچھ تعلق ہے اور میرے تعلق کی وجہ سے خواہ مخواہ خریدار بنیں اور یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں کہ میرا دباؤ کسی شخص پر مستحبات میں بھی پڑے۔ میں چاہتا ہوں کہ استحباب تک میں بھی ہر شخص بالکل آزاد رہے۔ میری وجہ سے کسی قسم کا بار کسی پر نہ پڑے۔ مجھ سے لوگ خطوط میں دریافت کرتے ہیں کہ "الامداد" نافع پرچہ ہے یا نہیں؟ تو میں انہیں لکھ دیتا ہوں کہ نمونہ کا پرچہ منگا کر خود دیکھ لو۔ میرے اوپر کیوں بوجھ ڈالتے ہو۔ اگر کوئی یہ بھی لکھتا ہے کہ میرے نام پرچہ جاری کرادو تو میں لکھ دیتا ہوں کہ صاحب مطبع کو خود لکھو۔ بات یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے طبائع اور فہموں کا تجربہ بہت ہو چکا ہے۔ ان باتوں سے خواہ مخواہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی شریک تجارت ہے۔

لوگوں کے فہموں کا یہ حال ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب تو کتابوں کی تجارت کرتے ہیں اور شکایتیں میرے پاس لکھی آتی ہیں کہ دیکھئے آپ کے یہاں ایسی گڑبڑ ہے۔ ان باتوں سے میرے قلب کو نہایت کلفت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ حاجی صاحب بھی عجیب عقلمند ہیں کہ

انہوں نے یہ حرکت کی۔ بھلا مجھ کو لکھنے کی کیا ضرورت تھی، جن سے معاملہ طے ہوا تھا انہیں کو لکھ دینا کافی تھا۔ انہوں نے یہ نامعقول حرکت کی کہ ان کو بھی لکھا اور مجھے بھی دھر گھسیٹا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ چونکہ آپ کی رائے تھی، اس لئے مجبوراً میں معاملہ کرنے کو تیار ہو گیا ہوں۔ لوگ خواہ مخواہ مجھے بھی اپنے دنیاوی امور میں آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ان قصوں سے کیا واسطہ، مجھ سے تو بس یہ پوچھا جائے کہ اس بات میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ دنیاوی امور میں تو میں کسی پر ذرہ برابر بھی زور یا دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ ہاں دین کی باتوں میں حکم دینا کیا مارنے پیٹنے کو بھی تیار رہتا ہوں، مگر خاص اپنے تعلق والوں کو۔ جب میں نے اپنی ہی دنیا کے سارے قصوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے تو پھر دوسروں کی مردار دنیا سے میں کیوں تعلق رکھوں۔ غیر لوگ تو پھر غیر ہیں، بھائی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ میں اپنے بھائی کے دنیاوی امور میں تو کسی قسم کا دخل یا رائے دیتا ہی نہیں، پھر دوسرے تو بے چارے کیا چیز ہیں۔ بھائی اکبر علی کی اولاد کے رشتہ کی بابت میرے پاس خطوط آئے، کیونکہ میں گھر میں بڑا ہوں، لیکن میں نے صاف لکھ دیا کہ ؎

ما ہیچ نداریم و غم ہیچ نداریم　　　دستار نداریم و غم پیچ نداریم

جب بار بار یہی ہیچ ہیچ لکھا ہوا گیا تو پھر خط آنے بند ہو گئے۔ بھائی اکبر علی خود ایک بار رات کو دو بجے آئے اور کنڈی کھنکھٹائی۔ میں نے کہا خیریت ہے، کیسے آئے؟ وہ اپنے ایک رشتہ کی بابت مشورہ لینے آئے تھے۔ میں نے کہہ دیا کہ میں ان معاملات میں کچھ نہیں جانتا، مجھے ان قصوں سے معاف رکھو۔ انہوں نے کہا کہ میری کچھ اعانت تو کرنی چاہئے۔ میں نے کہا کہ میری اعانت ہی چاہتے ہو تو میں حق تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ جو بہتری ہو وہی ہو جائے اور واقعی اس سے بڑھ کر کوئی اعانت نہیں ہو سکتی۔ باقی مشورہ وغیرہ میں کچھ نہیں دے سکتا۔

پھر فرمایا کہ جب بھائیوں کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہے تو دوسرے تو پھر دوسرے ہی ہیں۔ اگر میں دنیاوی امور میں خود مبتلا بھی ہوتا مثلاً زمینداری یا تجارت کے قصوں میں تب بھی جن کو مجھ سے دینی تعلق ہے ان کے اپنے دنیاوی امور میں پھر بھی ہرگز مجھ سے مشورہ یا رائے کچھ نہ لینا چاہئے تھا، گو میں خود کتنا ہی آلودہ ہوتا۔ اور جب یہ بھی نہیں تب تو ایسا کرنا پوری حماقت ہے۔

علاوہ بریں جس کو ایسے امور سے کچھ بھی تعلق نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں تجربہ بھی نہ ہوگا۔ وہ مشورہ یا رائے ہی کیا دے سکتا ہے۔ اگر کوئی کاشتکار مجھ سے آ کر یہ دریافت کرے کہ میں اس موسم میں اپنے کھیت میں کیا بوؤں تو میں تو اس سے یہی کہدوں کہ اپنا سر بودے، مجھے ایسے فضول قصوں سے سخت الجھن ہوتی ہے۔ جس کام کا میں ہوں اس کام کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں، کیونکہ اس سے مجھے دلچسپی ہے۔ دنیاوی امور میں حمد اللہ مجھے دلچسپی بھی تو نہیں۔ اور جس کام میں کسی کو دلچسپی نہ ہو وہ اس سے ہو بھی تو نہیں سکتا ؎

ماقصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم ۔۔۔۔ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ملفوظ (۵۸) بانی تفریق اہل بدعت ہیں

فرمایا کہ ایک بار میرا اتفاق کانپور جانے کا ربیع الثانی میں ہوا۔ میں نے وعظ میں گیارہویں کا بدعت ہونا بیان کیا۔ بعد وعظ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں نہیں بیان کرنے چاہئیں۔ اس سے مسلمانوں میں تفریق ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ بانی تفریق تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ بدعت ایجاد کی۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کی اصل کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ یہ فعل بعد ہی کو ایجاد ہوا ہے۔ تو جنھوں نے اس کو شروع کیا انہوں نے دراصل تفریق ڈالی۔ وہی لوگ ذمہ دار اس تفریق کے ہیں نہ کہ منع کرنے والے نہ آپ اس رسم کو نکالتے نہ ہم منع کرتے۔

اب آپ لوگ اس کو کرنا چھوڑ دیجئے ہم لوگ منع کرنا چھوڑ دیں گے۔ یہ سن کر وہ چپ رہ گئے، کچھ جواب نہ بن پڑا۔ بہت سوچنے کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ آپ ہی جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے، یوں ثواب ہوتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔ میں نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے ان مولویوں سے بھی کیا کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں جو اس فعل سے منع کرتے ہیں۔ پھر تم جائز کہتے ہو۔ کیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں۔ ان کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں۔

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے خود ہی پیشتر سے اس کا کرنا تجویز کر لیا ہے، وگرنہ

اگر تردد ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اس کو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں۔ اسی طرح ان سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سے سب پوچھا جاتا ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے اس اصول پر کہ تفریق نہ ڈالنی چاہئے خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اس کو بدعت سمجھ کر روکتے ہیں۔ اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں اور واجب یعنی منع کرنے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہاں جب آپ ترک کر دیں گے پھر منع کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

ملفوظ (۵۹) عقائد میں وساوس کا علاج

ایک طبیب صاحب جنہوں نے حضرت کی خدمت میں پیشتر ایک عریضہ لکھا تھا جس میں انہوں نے عقائد ضروریہ میں شک اور خلجان ہونے کی شکایت کر کے اس سخت مرض کا علاج چاہا تھا۔ حسب مشورہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے۔ حسب معمول بعد مغرب حضرت نے انہیں اجازت عرض حال کی دی۔ ہر چند گفتگو بطور خطاب خاص کے پوشیدہ تھی لیکن دوران کلام میں آواز بلند ہو گئی۔ چونکہ مفید عام مضامین تھے اور نہایت بیش بہا، احقر بھی کان لگا کر سنتا رہا۔ گو ناتمام سنا۔ کیا عرض کروں کیا حالت تھی۔ چونکہ تقریر میرے بھی حسب حال تھی۔ ایسا سماں بندھا کہ میں تو محو ہو گیا۔ بے اختیار یہ زبان پر آتا تھا کہ سبحان اللہ! کیا جواہرات بکھیرے جا رہے ہیں۔ بس نہیں تھا کہ گراموفون کی طرح من و عن سب مضامین کو قلب کے اندر جذب کرلوں تا کہ بالفاظہا حیز تحریر میں لا سکوں، لیکن یہ اس نااہل بے علم کم مایہ سے کب ممکن تھا، پیچ و تاب کھا کھا کر رہ گیا ؎

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

حق تعالیٰ غیب سے جلد کوئی سامان ان کلمات طیبات و آیات بینات کے بالفاظہا قلم بند ہونے کا فرمادیں: وما ذلك على الله بعزيز. واللہ جان و دل ان الفاظ و عبارات کو ترستے رہ جاتے ہیں۔

ہائے جو کانوں نے سن لئے وہ اب قیامت تک نہ سننے میں آئیں گے۔ کوئی صاحب اہل ذوق و شوق میں سے فن مختصر نویسی (بفضلہٖ تعالیٰ شروع ذی قعد ۴۲ ۳ ھ سے اس کے شروع ہونے کا انتظام ہو گیا ہے۔ دعاء تکمیل فرمائی جاوے ۱۲۔ اسی غرض سے سیکھ کر عمر بھر اسی خدمت میں مشغول رہیں۔ جس کو میں اس زمانہ میں نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں۔ تو میری بساط کی حد کے اندر اندر جتنا بھی صرف ہو جائے میں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

متاعِ جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔ میں جس بات کو ترستا ہوں وہ یہ ہے کہ بلا کم و کاست من و عن بعینہٖ انہیں الفاظ میں اور بالکل اسی انداز سے حضرت کے ملفوظ جمع ہو جائیں جس طرح سے کہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتے ہیں۔ تمہید تو اتنی لمبی چوڑی لکھ ڈالی اور ناظرین کو مشتاق بنا دیا۔ اب جی ڈرتا اور شرماتا ہے کہ ہائے کیسی ہو گی، کس طرح لکھ سکوں گا۔ بہر حال اس تمہید سے ایک عام مضمون کا اظہار مقصود تھا۔ میری ٹوٹی پھوٹی بالکل ناتمام تعبیر ذیل سے حضرت کے مضامین و عبارات عالیہ کا ہرگز ہرگز اندازہ نہ فرمایا جاوے ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک..... برنتابد کوہ را ایک برگ کاہ.....

جب ان صاحب نے عرض کیا کہ مجھے عقائد میں شکوک ہیں۔ فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کا جلد تصفیہ ہو جانا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ کوئی عمل مفید نہیں ہو سکتا۔ سب اعمال بے کار جائیں گے۔ لیکن پہلے اس کی تحقیق ہو جانی چاہئے کہ آیا جس کو آپ شک سمجھ رہے ہیں وہ در اصل بھی شک ہے یا محض وسوسہ ہے۔ کیونکہ شک اور چیز ہے، وسوسہ اور چیز ہے اور دونوں کا جدا حکم ہے۔ عقائد ضروریہ میں شک کرنا موجبِ نقصانِ ایمان ہے اور وسوسہ معصیت کے درجہ میں بھی نہیں، کیونکہ اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔

پھر دریافت فرمایا کہ آیا آپ کو ان خیالات سے ایذا ہوتی ہے یا نہیں اور قلب کو پریشانی اور خلجان اور دفعیہ کا اہتمام ہوتا ہے یا نہیں۔ ان صاحب نے جواب دیا کہ سخت پریشانی اور خلجان ہوتا ہے۔

فرمایا کہ بس معلوم ہوا کہ محض وسوسہ ہے شک نہیں۔ شک اس کو نہیں کہتے۔ وسوسہ اور شک کی پہچان یہی ہے کہ وسوسہ میں خلجان اور پریشانی ہوتی ہے اور قلب کو اس سے اذیت

ہوتی ہے اور اس کے دفعیہ کے اہتمام کے درپے ہوتا ہے اور اس کو سخت ناگوار اور برا سمجھتا ہے اور شک میں مطلق ایذاء نہیں ہوتی۔ قلب کو بالکل سکون ہو جاتا ہے۔ کیا کسی کافر کو کفر سے متاذی و متالم دیکھا ہے۔ تاذی اور عدم تاذی ہی دونوں کی علامات و شناخت ہیں۔

بس یہ فرق ہے شک اور وسوسہ میں، آپ کو شک نہیں وسوسہ ہے جس کی طرف سے شریعت مقدسہ نے ہم کو بالکل مطمئن کر دیا ہے، ہرگز پریشان نہ ہونا چاہئے اور واقعی جب وہ کوئی مؤاخذہ ہی کی چیز نہیں پھر اس سے پریشان ہونا ایک فضول امر ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہئے، کیونکہ اس میں کچھ مضرت نہیں۔ البتہ اذیت ضرور ہوتی ہے اور اذیت بھی کچھ نہیں اگر اس کی طرف سے بالکل بے پروائی اختیار کی جاوے ہمت کر کے اس کی طرف التفات ہی نہ کرے اور یوں سمجھئے کہ جب اس میں مؤاخذہ نہیں اور کچھ مضرت نہیں تو پھر اس سے کیوں پریشان ہوں او نہہ اگر آتا ہے آنے دو۔ اس عدمِ التفات سے وہ خود دفع ہو جاوے گا۔ لیکن اس عدمِ التفات میں بھی قصد دفع کا نہ کرے۔ ورنہ پھر وہ بھی وسوسہ ہی کی طرف التفات ہو جاوے گا۔

غرض اس کے دفع کرنے کے خیال سے ہرگز اس بے التفاتی کو اختیار نہ کرے، کیونکہ جتنا اس کو کوئی دفع کرنا چاہتا ہے اتنا ہی اور لپٹتا ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے یہاں تک آمادہ رہنا چاہئے کہ اگر عمر بھر بھی اس سے چھٹکارا نہ ہو تو بلا سے نہ ہو، کیونکہ یہ کوئی نقصان کی بات تو ہے نہیں۔ میں ساری زندگی اسی وسوسہ اور خلجان میں گزارنے کے لئے تیار ہوں البتہ اذیت ہے، سو اگر کوئی مرض عمر بھر کے لئے لگ جاتا ہے تو کیا اسی میں زندگی نہیں گزارنی پڑتی۔ مثلاً روزمرہ ایک شخص کے گردہ میں درد اٹھتا ہے اور دو گھنٹہ تک اسے ایک لحہ چین نہیں پڑتا تو کیا وہ اسی مصیبت میں اپنی زندگی نہیں گزار دیتا، جب مصیبت ہی مقدر ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بس اسی طرح یوں سمجھ لے کہ میرے لئے یہی مقدر ہو چکا ہے کہ عمر بھر وسوسہ کی مصیبت ہی میں گزرے گی لہٰذا گزار دوں گا۔ اس سے زیادہ تو وسوسہ میرا کچھ نہیں بنا سکتا۔

پھر فرمایا کہ البتہ معصیت خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سخت اجتناب کے قابل ہے، مثلاً آنکھ کا گناہ، کان کا گناہ، قلب کا گناہ، ان سے نہایت اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے اور اصلی قلق کی چیز یہی ہے۔ وسوسہ جو کچھ بھی قلق کی چیز نہیں اس پر تو اتنا قلق اور اس قدر ناگواری ہوتی ہے۔ اور جو

اصل قلق کی چیز ہے یعنی معصیت، اس کو رات دن کرتے رہتے ہیں، اس کا ذرا بھی قلق نہیں ہوتا۔ کتنابڑا دھوکہ ہے، معصیت سے قلب کی نورانیت زائل ہو جاتی ہے جس سے کبھی وساوس کا ہجوم ہونے لگتا ہے۔ وساوس گو بذاتہٖ مضر اور قابل قلق نہیں لیکن ان سے کبھی ان کے منشاء یعنی معاصی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات البتہ قابل قلق ہے اور ان سے اجتناب کی کوشش ضروری ہے۔ پھر ان طبیب صاحب نے کوئی اشکال مسمریزم کا پیش کیا جس کو احقر بوجہ دور ہونے کے نہیں سن سکا۔ حضرت نے فرمایا یہ کوئی بات نہیں۔ اثبات مدعا کے لئے دلائل موضوع ہیں، دلائل بے کار نہیں، ان کو استعمال کرنا چاہئے۔ ورنہ پھر کسی دعویٰ کا وجود متحقق نہیں ہو سکتا۔ یوں تو پھر ہر ہر چیز میں شک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ (حوض کی جانب اشارہ کر کے فرمایا) ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو حوض میں پانی بھرا ہے کیا خبر کہ آگ ہو اور اپنی ہستی میں بھی شک ہو سکتا ہے کہ کیا معلوم کہ ہم ہمیں ہیں یا اور کچھ ہیں اور کیا بھروسہ کہ جس کو ہم کان سمجھ رہے ہیں وہ کان ہی ہو ناک نہ ہو۔ اور ممکن ہے کہ یہ ہماری ناک دراصل کان ہو۔ یہ کیسی مہمل بات ہے۔ چنانچہ اسی خیال کا ایک فرقہ 'لاادریہ' بھی ہے۔ انہیں کسی چیز کا یقین نہیں۔ بس تو دلائل بیکار چیز نہیں، ان سے کام لینا چاہئے۔ اہل حق کے پاس اپنے دعویٰ حقیقت کے اثبات کے لئے دلائل قویہ موجود ہیں۔ اہل باطل کے پاس کچھ بھی نہیں، ان ہی دلائل سے اہل حق کو حق آفتاب کی طرح واضح ہے۔ کوئی بھی شبہ نہیں۔ شک کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر دلائل سے قطع نظر کی جاوے تو پھر آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے پاخانہ ہو۔ واہیات، مہمل۔ اگر یوں کہا جاوے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے تو ہمارے مشاہدہ کی یہ حالت ہے کہ اگر دو ریلیں برابر کھڑی ہوں اور ایک ان میں سے چلنے لگے تو گاہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری چل رہی ہے۔ یہ آپ کے مشاہدہ کی حقیقت ہے۔ پھر فرمایا: لیکن آپ کو سوچنا مضر ہوگا۔ آپ سوچنا بالکل چھوڑ دیجئے کہ یہ کیوں ہے اور وہ کیوں ہے اور ایسا کیوں ہے، ویسا کیوں ہے۔ یہ تحقیق آپ کے حال کے مناسب ہرگز نہیں۔ ہر شخص تحقیقات کا اہل نہیں۔ آپ کو تو بس تقلید چاہئے بے چون وچرا اور بے دلیل ان باتوں کو حق سمجھے جن کا حق ہونا اہل حق بتلادیں۔ کیونکہ آخر آپ بہت باتوں میں تقلید کرتے ہیں، تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ آپ مرض میں طبیب کی تحقیق کے پابند ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ دلائل میں غور کرنا

بالکل چھوڑ دیجئے۔ یوں سمجھئے کہ جو لوگ مجھ سے زیادہ علم اور فہم اور تقویٰ رکھنے والے ہیں انہوں نے جب اچھی طرح تحقیق کر لیا ہے تو پھر ہماری تحقیقات کی کیا حاجت ہے۔ بس ہمیں ایسے لوگوں کی بلا دلیل تقلید کر لینی کافی ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہماری تحقیق ان کی تحقیق کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ پھر ایک فضول امر کے درپے ہونا لغو حرکت ہے۔ آپ اگر دلائل کے فکر میں پڑیں گے تو وساوس کا دونا ہجوم ہوگا اور مرض بڑھتا ہی جاوے گا۔ پھر کچھ دیر تامل فرما کر استفسار فرمایا کہ آخر یہ مرض آپ کو کب سے ہوا۔

ان صاحب نے عرض کیا کہ بچپن ہی سے یہ مرض ہے، جبکہ میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ فرمایا کہ آپ نے اس کا اظہار کسی سے کیا۔ عرض کیا نہیں، فرمایا کہ آپ نے غضب کیا اور غلطی کی جو اس مرض کو چھپایا۔ اگر آپ کسی سے اس کا اظہار کر دیتے تو وہ ہرگز آپ کو طب پڑھنے کا مشورہ نہ دیتا کہ اس میں صحبت اہل باطل کا زیادہ موقع ہے۔ اور وہ خود ایسے شخص کے لئے مضر ہے۔ طب کا پڑھنا آپ کے لئے بالکل حرام تھا اور اب بھی میں آپ کے لئے طب کے مشغلہ کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ طب کا شغل آپ کے لئے سخت مضر ہوا، آپ نے اپنے اوپر ظلم کیا جو طب کو پڑھا۔ آپ کو اب چاہئے کہ اس مشغلہ کو بالکل ترک کر کے کسی کی خوبیوں کے نیچے خاک ہو جائیے اور اہل اللہ کی جماعت میں ملے جلے اور ان سے لگے لپٹے رہ کر مزدوری سے اپنا اور اہل و عیال کا پیٹ پال کر زندگی گزار دیجئے، ورنہ ان سے علیحدہ اس مشغلہ میں مشغول تنہا سمندر میں کودنا ہے۔ خطرۂ عظیم کا سامنا ہے۔ اب اس مشورہ پر عمل کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ اس گفتگو کے بعد طبیب صاحب نے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ پڑھنے کو بتلا دیجئے۔ بہ جوش فرمایا کہ ہر مرض کا علاج جدا ہے، آپ کے مرض کا علاج وظیفہ پڑھنا ہرگز نہیں۔

بھلا آپ نے بھی کبھی ایسا کیا ہے کہ اگر آپ کے کسی مریض کو خلط ملط صفرا کا غلبہ ہوا اور اس نے کہا ہو کہ مجھے سونگھنے کی دوا دے دیجئے اور آپ نے اس کے کہنے کے مطابق کوئی سونگھنے ہی کی دوا ابتلا دی ہو۔ تو میں بھی اس دوا کے نام سننے کا مشتاق ہوں۔ گو بے ہوشیوں میں لخلخے سنگھائے جاتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مرض میں سونگھنے ہی کی دوا تجویز کر دی جایا کرے۔

ہر مرض کے لئے الگ نسخہ ہوتا ہے۔ آپ کو جو مرض ہے اس کا بس وہی علاج ہے جو میں عرض کر چکا، یعنی ؎ پیش مردِ کاملے پامال شو

آپ کا علاج صحبتِ صلحاء و خدمت اہل اللہ ہے۔ ان کی صحبت سے ان کے نورانی قلوب کا پرتو آپ کے قلب پر پڑے گا جس سے آپ کے بھی قلب میں ایک نورانیت پیدا ہوگی، جس کے غلبہ سے ان وساوس کا پتہ بھی نہ رہے گا جو اب آپ کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ ایک سکون محض قلب کو حاصل ہو جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دوسرے درجہ کا علاج صحبت بد سے احتراز ہے، کیونکہ جس طرح یہ صحیح ہے کہ صحبت نیک سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی صحیح ہے کہ اہل ظلمت کی صحبت سے ان کی ظلمت کا عکس قلب میں پڑتا ہے۔ آپ کو اس طب کے مشغلہ نے تباہ کر دیا۔ صحبت بد سے سابقہ رہتا ہے۔ اگر زیادہ توفیق نہیں تو کم از کم اتنا تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ طب کے مشغلہ میں انہماک نہ رہے۔

اہل ظلمت سے بالکل احتراز رکھئے۔ رنڈی بھڑوے فساق فجار کے علاج سے قطعاً دست برداری کیجئے اور ایسے لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کیجئے۔ اکثر اوقات خلوت میں گزاریئے اور کچھ وقت خواہ تھوڑا ہی ہو مثلاً آدھ گھنٹہ روز ذکر اللہ میں صرف کیجئے اور بزرگوں کے ملفوظات و کلمات کے مطالعہ کا شغل رکھئے۔

غرض آپ کے مرض کے علاج صرف یہی دو ہیں، یعنی التزام صحبت اہل اللہ و احتراز صحبت ناجنس۔ پھر ان صاحب نے کچھ بیعت کے متعلق عرض کیا جس کو احقر سن نہ سکا۔ حضرت نے فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے۔ ایک حقیقت اس کی صورت مطلوب نہیں حقیقت مطلوب ہے، چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد و اعتماد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر۔ یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے۔ جیسا کہ طبیب حاذق و مشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، بس ویسا ہی اس کے ساتھ کیا جاوے۔ باقی بیعت کی صورت اول وہلہ میں خواص کے لئے نافع نہیں، عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے، کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہو جاتی

ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کے لئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے۔ پیر سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانواڈول حالت نہیں رہتی۔

جس طرح اگر کوئی مریض ہمیشہ ایک ہی طبیب سے رجوع کرتا ہو تو وہ طبیب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا مریض ہے اور لوگوں سے کہتا بھی ہے کہ بھائی یہ ہمارے ہیں۔ اسی طرح مریض طبیب کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ اور اگر ایسا مریض ہو کہ کبھی ایک طبیب سے رجوع کرتا ہو کبھی دوسرے سے تو اس پر پوری شفقت کسی کو نہیں ہوتی۔ ہر طبیب یہی سمجھتا ہے کہ اس کو ہم سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ یہ تو وہاں بھی جاتا ہے اور وہاں بھی جاتا ہے۔ مگر یہ نفع خواص کو اول وہلہ میں بیعت سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مناسبت اور اطمینان جانبین میں پوری طرح نہ ہو جاوے۔ جب تک یہ حالت نہ ہو بیعت کرنا کرانا بالکل عبث ہے۔

ملفوظ (۶۰) دفع وساوس کا طریق

ایک صاحب نے وساوس کی شکایت کی، فرمایا کہ کچھ غم نہ کریں، ہمت سے کام لیں اور ادھر بالکل التفات نہ کریں۔ ذکر کی طرف توجہ رکھیں اور ذکر کی طرف توجہ بھی وساوس کے دفع کے قصد سے نہ کریں۔ بلکہ خود ذکر کو مقصود سمجھ کر۔ کیونکہ اگر وساوس کے دفع کا قصد کیا تو وہ بھی تو وساوس ہی کا خیال ہو گیا۔ وساوس سے مطلق پریشان نہ ہوں، کیونکہ وہ اس کے قلب میں سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ انہیں شیطان اوپر سے ڈالتا ہے۔ جیسے کوئی سڑی سڑی گالیاں کسی کے باپ کو یا بادشاہ کو اس کے کان میں ڈالے تو اس بے چارہ کا کیا قصور، گناہ سے بچنے کے لئے بس ناگوار ہونا کافی ہے۔ باقی مواخذہ جو کچھ ہے گالیاں بکنے والے پر ہے۔ اسی طرح قلب کے بھی کان ہیں، ان میں شیطان برے برے وسوسے ڈالتا ہے، سننے والے پر کچھ مواخذہ نہیں۔ بلکہ اس کو تو پریشانی کا اجر ملے گا۔

غرض ادھر التفات ہی نہ کرے، ورنہ اگر دفع کرنے کی کوشش کرے گا تو ان کا اور زیادہ ہجوم ہو گا۔ ہمت قوی رکھے کہ شیطان ہے کیا چیز۔ وسوسے ڈالنے کے سوائے اور کر کیا سکتا

ہے۔ دیکھیں تو کہاں تک وسوسے ڈالتا ہے۔ ہمت کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ پھر خود ہی شیطان عاجز ہو جاوے گا اور وسوسے ڈالنے چھوڑ دے گا۔

ملفوظ (٦١) اہل باطن کو کلام اللہ میں اور حدیث شریف میں صاف فرق محسوس ہوتا ہے

فرمایا کہ اہل ذوق کو کلام اللہ میں اور حدیث شریف میں صاف فرق محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام میں ایک خاص شوکت اور صولت ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کا یہ کلام ہے وہ کسی سے دبکیا ڈرتا نہیں۔ جس وقت جو بات چاہی کہہ ڈالی۔ بر خلاف اس کے حدیث شریف میں بڑی عجز کی شان بھی پائی جاتی ہے۔

ملفوظ (٦٢) باطنی حالت ظاہر کرنے پر تنبیہ

ایک صاحب نے اپنا کوئی حال باطنی کسی پر ظاہر کر دیا تھا۔ حضرت کو خبر ہو گئی۔ بعد ظہر اتفاقاً وہ حضرت کے پاس ہو کر گزرے۔ تنبیہ کے لہجے میں چپکے سے فرمایا کہ شرم نہ آئی، اپنی بیوی کو غیر کی بغل میں دینا کسی کو گوارا ہو سکتا ہے۔ بعد کو انہیں صاحب نے حسب معمول بعد عصر کے بغرض عرض حال پرچہ دینا چاہا لیکن حضرت نے نہیں لیا۔ نہایت تندی کے لہجہ میں دیر تک عبدیت پر نہایت مؤثر تقریر فرماتے رہے، جس سے ایک شخص پر تو حال طاری ہو گیا۔ فرمایا کہ جناب اب تو آپ کامل ہو گئے ہیں۔ میں کاملین کی اصلاح کرنے کا اہل نہیں۔ اب آپ کسی اور جگہ تشریف لے جائیے، میں آپ کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت نے ان کا اسباب باہر نکلوا کر رکھ دیا اور خانقاہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اس پر وہ صاحب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کشف کو بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں۔ اس کو قرب میں کچھ بھی دخل نہیں۔ بعضوں کو اس سے فطری مناسبت ہوتی ہے بعضوں کو نہیں۔ جیسے بعضوں کی نظر پیدائشی طور پر دور بین ہوتی ہے بعضوں کی نزدیک بین۔ پھر سقاوہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ایک شخص کی نظر تو صرف سقاوہ ہی تک پہنچتی ہے اور ایک کی باہر سڑک تک تو کیا جس کی نظر سڑک تک پہنچتی ہے وہ زیادہ مقرب ہو گیا، یہ تو محض نظر کی قسمیں ہیں۔ اس کو قرب سے کیا

علاقہ۔ اسی طرح طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ بعضوں کو کشف سے فطرتاً مناسبت ہی نہیں۔ اصل چیز تو عبدیت ہے۔ واللہ اگر کسی کو لاکھ کشف ہوں لیکن وہ وجداناً محسوس کرے گا کہ میرے قرب میں ذرہ برابر ترقی نہیں ہوئی۔ اور اگر دو چار مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھ کر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو صاف محسوس ہو گا کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھ گیا۔ اہل ذوق سلیم جب چاہے اس کا تجربہ کرلے۔ حضرت نے بالآخر ان صاحب کو خانقاہ سے باہر کر دیا۔ تین چار دن کے بعد سخت پریشانی اور توبہ و استغفار کے بعد معافی کا پرچہ ان صاحب نے بھیجا جس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ اب میرے قلب میں مطلق کدورت آپ کی طرف سے نہیں رہی۔ جو علامت ہے آپ کی توبہ مقبول ہو جانے کی۔ پھر حضرت نے انہیں خانقاہ میں واپس آجانے کی اجازت دے دی۔ وہ صاحب خود احقر سے فرماتے تھے کہ مجھ کو ان تین چار دنوں میں بے انتہا منافع حاصل ہوئے، پھر تو بفضلہٖ وہ صاحبِ اجازت ہو کر یہاں سے تشریف لے گئے اور اب بحمد اللہ ان کی ذات سے مخلوق کو خاص طور سے فیض حاصل ہو رہا ہے۔ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ حضرت کی سختی بس مسہل کا خاصہ رکھتی ہے جس سے آناً فاناً کامل تنقیہ حاصل ہو جاتا ہے عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ ایک اور صاحب سے بعد نماز ظہر فرمایا کہ آپ کی نماز کی ہیئت سے ذرا خشوع و خضوع نہیں معلوم ہوتا۔ نہایت بے دلی کے ساتھ آپ نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ صاحب بڑے صاحب احوال اور بڑے ذاکر و شاغل تھے۔

فرمایا یاد رکھو سب سے اول نماز پیش ہو گی۔ اس وقت تمہاری الا اللہ الا اللہ کی ضربیں کچھ کام نہ آئیں گی۔ اصل چیز نماز ہے، اسی کو اگر اچھی طرح ادا نہ کیا تو محض تسبیحیں کس کام کی۔ یہ صاحب بھی بعد کو صاحب اجازت ہو گئے۔ ان صاحب پر اور بھی کئی موقعوں پر ڈانٹ پڑ چکی ہے۔ ؎ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ملفوظ (۶۳) قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے میں مصلحت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے میں کیا مصلحت ہے؟ جہاں سے چاہے ثواب پہنچ سکتا ہے۔ فرمایا اس میں دو مصلحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے سے

علاوہ ایصال ثواب کے خود پڑھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہاں استحضار موت کا زیادہ ہوتا ہے، گھر بیٹھے اتنا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے باطنی مصلحت یہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے خواہ آہستہ آہستہ پڑھا جاوے یا زور سے، حق تعالیٰ مردہ تک آواز پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بات اولیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت حیات کے کسی قدر ایک اطلاق کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی ان کو حاضر حاضر سمجھنے لگے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ذکر کے انوار جو پھیلتے ہیں اس سے بھی راحت پہنچتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عبادت مالیہ کا ثواب بہ نسبت عبادت بدنیہ کے مردہ کے حق میں زیادہ افضل ہے، کیونکہ یہ مسئلہ خود اہل سنت والجماعت میں مختلف فیہ ہے کہ عبادت بدنیہ کا ثواب بھی مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے، عبادت بدنیہ کا نہیں پہنچتا۔ اور اماموں کے نزدیک بھی یہی بات ہے، البتہ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے۔

بہر حال عبادت مالیہ کے ثواب کی افضلیت مردہ کے حق میں اس وجہ سے ثابت ہے۔
استفسار پر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے، تقسیم ہو کر نہیں پہنچتا۔ لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ کا گمان غالب اس کے خلاف تھا۔ عرض کیا گیا کہ حضور کا گمان غالب کیا ہے؟ فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ کسی گمان کی ضرورت ہی نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی صرف حضور ﷺ کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرے خواہ زیادہ کی ہمت نہ ہو، مثلاً قُلْ هُوَ اللّٰه (تین بار مکمل سورۃ) پڑھنے سے ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا۔

استفسار پر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کو اور تمام انبیاء و صلحاء و عام مسلمین و مسلمات کو جو مر چکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ سب کو بخش دیتا ہوں اور کسی خاص موقع پر کسی خاص مردے کے لئے بھی کچھ پڑھ کر علیحدہ بخش دیتا ہوں۔ استفسار پر فرمایا کہ زندوں کو بھی عبادات کا ثواب پہنچتا ہے؟

ملفوظ (۶۴) دعاء نبویؐ میں مسکین سے کیا مراد ہے؟

استفسار پر فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ میں مسکین سے مراد قلیل المال ہے نہ کہ مسکین طبع کہ یہ تو بعض امراء پر بھی صادق ہے۔ پھر ان کا مقابلہ اغنیاء کے ساتھ جیسا حدیثوں میں ہے بامعنی نہ ہوگا۔ مساکین کا بڑا مرتبہ بوجہ عجز و مسکنت اور شکستہ حالی کے ہے کہ ان میں تواضع اور شکستگی بہت ہوتی ہے تکبر نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مساکین امراء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ امراء اپنا سب مال و متاع خیرات کر کے مسکین ہو جائیں۔ بلکہ جو امراء غرباء سے محبت کریں گے وہ بھی بفحوائے حدیث المرءُ مع من احب جنت میں ان شاء اللہ مساکین ہی کے ساتھ پہنچیں گے۔ عرض کیا گیا کہ اسراف کی حد کیا ہے؟ فرمایا کہ جو اجازت شرعی کے خلاف خرچ ہو وہ اسراف ہے خواہ وہ بظاہر نیک ہی کام ہو، مثلاً جس پر بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہو اس کو سارا مال خیرات کر دینا اسراف ہے اور کھانے پینے میں وسعت کرنا بشرطیکہ کسی حد شرعی سے تجاوز لازم نہ آوے اسراف میں داخل نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ اچھے کپڑے وغیرہ پہننا اگر تحصیل جاہ کے لئے ہے تو ناجائز اور اسراف میں داخل ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہے تو مطلوب شرعی ہے اور اسراف میں داخل نہیں۔

عرض کیا گیا کہ خلاف خلوص کے محض تکلف کی راہ سے کسی کی مہمانی وغیرہ کیسا ہے؟ فرمایا کہ تحصیل جاہ کے لئے ہو تو حرام ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہو تو عنداللہ مواخذہ نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ تحمل سے زیادہ نہ ہو کہ مدیون یا مقروض ہو جاوے۔

ایک صاحب نے جو ہردوئی میں ڈپٹی کلکٹر ہیں اور حضرت سے مستفیض ہیں استفسار فرمایا کہ اگر کسی کی تنخواہ بڑی ہو لیکن مہینہ میں سب ختم ہو جاتی ہو تو وہ غنی ہوا یا مسکین؟ فرمایا کہ وہ مسکین ہے کیونکہ غنی وہ ہے جس کے پاس کچھ ذخیرہ ہو۔

ایک بار فرمایا کہ ایک شخص کے لئے پچاس روپے گز کا کپڑا بھی پہننا جائز ہے یعنی جس کو گنجائش ہو اگر نیت ریا و تفاخر کی نہ ہو اور دوسرے کے لئے پانچ آنہ گز کا بھی ناجائز ہے، یعنی جس کو گنجائش نہ ہو یا نیت ریا یا تفاخر کی ہو۔

ملفوظ (۶۵) سختی اور شفقت۔ ابو الحال اور ابن الحال :

فرمایا کہ اگر شروع میں ذرا میری سختی جھیل لے، پھر میں اس کا عمر بھر کے لئے خادم ہوں۔ میرا منشاء اس سختی سے محض یہ ہے، کہ اہتمام اور فکر اصلاح اخلاق کا قلب میں پیدا ہو جاوے۔ پھر اول تو اس سے غلطی کم واقع ہوگی دوسرے اگر کوئی غلطی بھی ہوگی تو چونکہ اس شخص میں اہتمام اور فکر کا ہونا مجھ کو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے وہ غلطی پھر اتنی ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتی۔

اور بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ کسی سے غلطی ہو ہی نہیں۔ شروع میں تو میں واقعی نہایت سختی کرتا ہوں کہ اٹھنا بیٹھنا بھی غریب کو مشکل ہو جاتا ہے، لیکن یہ امتحان کی مصیبت بس کچھ روز ہی ہوتی ہے۔ جب دل مل گیا پھر میرے یہاں کے برابر کہیں بھی وسعت نہیں۔ پھر کوئی قانون بھی نہیں۔ میں تو اس راہ کا نمونہ دکھلاتا ہوں اس راہ میں بھی اول اول سخت امتحانات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں، پھر تو واقعی نوالی ہے ؎ چند روزے جہد کن باقی بخند

ایک بار فرمایا کہ بحمد اللہ میں غصہ کی حالت میں کبھی ہوش و حواس سے باہر نہیں ہوتا۔ گو ظاہر میں بہت غل شور مچاتا ہوں لیکن کوئی سزا استحقاق سے زیادہ نہیں دیتا۔ نہ مصلحت کے خلاف سختی کرتا ہوں۔ الحمد للہ زیادتی بھی نہیں ہونے پاتی۔ مجھ میں حدت تو ضرور ہے لیکن شدت نہیں۔ جو اپنی اصلاح کے لئے آتا ہے اس کے ساتھ سختی کرنا بعض اوقات ضروری ہوتا ہے، کیونکہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی۔ لیکن اگر کوئی سختی برداشت نہ کرے تو پھر میں نرم پڑ جاتا ہوں، کیونکہ مجھے خواہ مخواہ لڑائی مول لینا تھوڑا ہی ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ اس کو اپنی اصلاح ہی منظور نہیں پھر مجھے سختی کرنے سے کیا حاصل ؎ ناز براں کن کہ خریدار تست

اسی طرح اگر کوئی اپنے منہ سے صاف طور سے کہہ دے کہ میں آپ سے اب یہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا، پھر مجھے اس کی کوئی حرکت بھی ناگوار نہیں ہوتی۔

ایک بار فرمایا کہ طبیب کے پاس آنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو محض ملاقات کے لئے آتے ہیں ان کو بھی پان پیش کیا جاتا ہے، شربت بھی پلایا جاتا ہے اور ایک وہ ہے جو علاج کے لئے آتا ہے، تو اس کو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل ہی تجویز کئے جائیں گے۔ ہاں بعض مریضوں کو محض خمیرے اور معجونیں ہی کافی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جو اصلاح کے لئے میرے

یہاں آتا ہے اس کی اصلاح کرنا میرے ذمہ لازمی ہے۔ ورنہ ہر قسم کے لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔

ایک بار فرمایا کہ ایک شخص اپنے قلب کو میرے سپرد کرتا ہے کہ اس کی اصلاح کیجئے۔ اب اگر میں کوئی بات اپنے نزدیک قابل اصلاح اس میں دیکھوں لیکن مروت میں آ کر کہ دل برا ہوگا اس کو مطلع نہ کروں تو یہ خیانت ہے۔ طالبین پر حضرت کا سختی فرمانا اور غیر طالبین کے ساتھ ظاہری اخلاق برتنا بعینہ اس شعر کا مصداق ہے ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت : سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

احقر کو ایسے موقعوں پر بے اختیار یہی شعر یاد آجاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ سختی کے بعد اس درجہ شفقت سے اس کا تدارک فرماتے ہیں کہ ذرہ برابر بھی اس سختی کا اثر قلب میں باقی نہیں رہتا۔ واللہ حضرت کی اس سختی پر اوروں کی لاکھ شفقتیں قربان ؎

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ : مجھ کو غصہ پہ پیار آتا ہے

ناخوش تو خوش بود بر جان من : دل فدائے یار دل رنجان من

مجھ میں بد گمانی کا مادہ بہت ہے، لیکن میں بقسم کہتا ہوں کہ سچی اور قلبی شفقت اور دل سوزی اور نیز رقیق القلبی حضرت میں اس درجہ ہے کہ شاید کسی میں ہو۔ مجھے تو واللہ یہاں رہ کر اس بارہ میں حق الیقین اور شرح صدر ہو چکا ہے۔ محض حسنِ عقیدت کی بناء پر یہ عرض نہیں کیا گیا۔ اس اظہار کا مطلق قصد بھی نہ تھا۔ لیکن بے اختیار اس موقع پر معرض تحریر میں آ گیا۔

تنبیہ:- یہ سب دور قدیم کے طرزِ عمل کے متعلق گفتگو تھی۔ باقی یکم رمضان ۴۳ھ سے حضرت کا دورِ جدید شروع ہو گیا ہے جس میں ظاہری سختی کا برتاؤ بھی بالکلیہ متروک فرمادیا گیا ہے۔ اب سہولت کے ساتھ غلطی پر متنبہ فرمادیتے ہیں۔ تسلط اور نگرانی بالکل موقوف کردی ہے۔ کیونکہ یہ طرز عوام کے گمان میں باعث تکدر و تکدیر ہوتا تھا اور ادھر اس طرز کے متعلق حضرت کی تحریرات و تقریرات نہایت کافی مقدار میں مدون بھی ہو چکی ہیں، اس لئے بھی طرزِ سیاست کی ضرورت نہ رہی تھی۔ لہٰذا محض طرزِ موعظت کافی سمجھا گیا۔ دورِ قدیم و دورِ جدید کی مفصل تشریح غرہ رمضان المبارک ۴۳ھ کے ملفوظات کے شروع میں جو تحریر حضرت کی

نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوگی۔ حضرت کے طرزِ عمل میں اب اس قدر حیرت انگیز فوری تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے کہ دیکھنے والے حیران ہیں۔ جن امور پر سخت سے سخت تنبیہ کی جاتی تھی اب ان پر نہایت سہولت کے ساتھ متنبہ فرمادیتے ہیں۔ یک بیک اس سہولت کے ساتھ سالہا سال کے طرزِ عمل کو بالکل بدل دینا واقعی کمالِ عظیم اور کرامت اصلی ہے۔ یہی معنی ہیں ابو الحال کے کہ جس حال کو چاہے اپنے اوپر طاری کرلے۔ ابو الحال خود حال پر غالب ہوتا ہے۔ جس حال کی جس وقت ضرورت ہوتی ہے اپنے اوپر وارد کرلیتا ہے بخلاف ابن الحال کے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اپنے حال سے۔

ملفوظ (۶۶) لڑکوں سے ملنے پر ناگواری

فرمایا کہ مجھے لڑکوں کا ادھر ادھر کے لوگوں سے ملنا نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ مجھے ایسی ہی حیا آتی ہے جیسے لڑکیاں غیر لوگوں سے ملتی پھریں۔

ملفوظ (۶۷) آدابِ تکلم

احقر سے فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو یا کوئی پرچہ وغیرہ دینا ہو تو ظہر کے بعد سے عصر تک چاہیئے اور اوقات میں قلب بوجہ کثرت مشاغل فارغ نہیں رہتا۔ سخت تکلیف ہوتی ہے۔ احقر کو بارہا تجربہ ہوا کہ دیگر اوقات میں معمولی سے معمولی بات بھی عرض کی گئی تو سمجھ میں نہیں آئی۔ فرمایا کہ دماغ حاضر نہیں، اس لئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا، بعد ظہر کے کہئے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک اس بات کا خیال رکھئے کہ آپ کے سوال پر جو میں جواب دیتا ہوں تو بعد جواب کے آپ چپ بیٹھے رہتے ہیں، اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ چاہتا یہ ہوں کہ اگر جواب سمجھ میں نہ آوے تو دوبارہ پوچھا جاوے اور اگر سمجھ میں آگیا ہو تو کم از کم یہ ضرور کہہ دیا جاوے کہ ٹھیک ہے۔ خاموش بیٹھے رہنے سے سخت الجھن اور تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آدابِ تکلم کے خلاف ہے۔

ملفوظ (۶۸) دسترخوان پر دقیق دقیق باتیں نہیں کرنی چاہئیں

فرمایا کہ دسترخوان پر دقیق دقیق باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ بلکہ بہت معمولی معمولی باتیں ہونی چاہئیں۔ ورنہ کھانے کا کچھ لطف ہی نہیں آتا۔ کھانے کے وقت تو کھانے ہی کی طرف

زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ اگر کوئی ایسی باتیں کرتا ہے تو میں تو کان بھی نہیں لگاتا۔ کیونکہ کھانے کا مزا جاتا رہتا ہے۔

ملفوظ (۶۹) شانِ علمی یا مرضِ کبر

فرمایا کہ میں نے بعد عصر جو پرچہ بغرضِ طلب خلوت دیا جاتا ہے اس کی بابت یہ انتظام کر دیا ہے کہ ایک تختی پر بہ رعایات مہمانان بیرونی کو یہ ہدایت لکھا دی ہے کہ جو صاحب تین دن کے اندر جانے والے ہوں وہ اپنا پرچہ دے دیں، ورنہ پھر دوسرے لوگ پرچہ دے دیں گے۔ اور خاص خاص ایام ان مہمانوں کے پرچہ دینے کے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ بعد عصر کے ایک شخص کھڑا ہو کر تختی کو ہاتھ میں لے کر اس عبارت کو پڑھ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اہلِ علم نے اپنی نوبت میں اس تختی کی عبارت کو دیکھ کر نہیں سنایا، بلکہ محض یاد سے سنا دیا۔ میں نے بہت ڈانٹا کہ تم کو یہ کس نے اجازت دی تھی کہ زبانی سنا دینا۔ تمہیں میری مصلحتوں کی کیا خبر۔ آخر میں نے کچھ مصلحتیں ہی سوچ کر یہ تحریر تختی پر لکھوائی تھی اور مجھ کو جو تمہاری یہ حرکت زیادہ ناگوار گزری اس کی خاص وجہ ایک اور ہے، وہ یہ کہ اس سے تمہارے ایک بہت بڑے مرض کا پتہ چلا۔ یہ یقینی ہے کہ تم کو تختی کی عبارت دیکھ کر سنانے میں بوجہ اپنے علم کے عار آئی کہ ایسی معمولی عبارت کو دیکھ کر کیا سناؤں۔ تم نے اس کو اپنی شان علمی کے خلاف سمجھا۔ یہ تکبر کا مرض تمام امراضِ باطنی کی جڑ ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ! بصیرت اور تشخیص اس کو کہتے ہیں۔

ملفوظ (۷۰) مجذوب کی نسبت کا اثر

فرمایا کہ یہ جو میں بعض مرتبہ اکھڑی اکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں یہ ان مجذوب صاحب کی نسبت کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں۔ ورنہ حضرت حاجی صاحبؒ تو مجسم رحمت ہی رحمت تھے۔

ملفوظ (۷۱) چشتیہ کے جلال کا راز

فرمایا کہ چشتیہ کے جلال کا راز یہ ہے کہ ان پر فنا کا غلبہ رہتا ہے۔ کوئی گنجلک کی بات کہتا ہے یا جواب میں دیر کرتا ہے تو طبیعت میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے، کیونکہ دل خواہ مخواہ دوسری

طرف اٹکا ہوا رہتا ہے۔ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی سے بات ختم ہو تاکہ پھر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اپنی توجہ کا حق تعالیٰ سے ہٹانا سخت شاق گزرتا ہے۔ مجھے بھی جو ایسی باتوں سے جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اس کی بھی وجہ اس کے قریب قریب ہے۔

یعنی جی چاہتا ہے کہ قلب کو فارغ اور میسار کھا جاوے۔ گو توجہ حق کی توفیق نہ ہو مگر موانع تو کم رہیں۔ یعنی قلب کو تیار تو رکھنا چاہئے تاکہ جس وقت توفیق ہو آسانی کے ساتھ اس کو متوجہ کر سکے۔ ورنہ اگر کوئی قلب خالی نہ ہوے کی حالت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا بھی چاہے تب بھی نہیں کر سکتا۔

ملفوظ (۷۲) تعلقات سے وحشت

فرمایا کہ اب تو تعلقات سے بہت وحشت ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مجمع زیادہ نہ ہو۔ اپنے ہم خیال کچھ لوگ ہوں اور یاد حق میں بقیہ زندگی گزرے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اکثر یہ بہانہ کر کے اٹھ جاتا ہوں کہ گھر ہو آؤں۔ بات یہ ہے کہ مجمع سے جی گھبراتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ اگر چاروں طرف آدمی بیٹھے ہوں تو مجھے بہت وحشت ہوتی ہے۔ ہاں سامنے ایک ہی طرف اگر لوگ بیٹھے ہوں تو اتنا گراں نہیں ہوتا۔

ملفوظ (۷۳) ایک ہی شخص کے ساتھ دین کے متعدد کاموں کا وابستہ رہنا مناسب نہیں

فرمایا کہ میں رفتہ رفتہ اپنے متعلق جو کام ہیں ان کو کم کرتا جاتا ہوں۔ اکثر فتاویٰ میں مدرسہ دیوبند اور سہارنپور سے دریافت کرنے کو لکھ دیتا ہوں۔ جی یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد کسی کو ایک ساتھ زیادہ رنج نہ ہو اور جب بہت سی خدمات ایک ساتھ منقطع ہو جائیں گی تو نہایت صدمہ لوگوں کو ہوگا۔ اس لئے اپنے ذمہ جو میں نے کام لے رکھے ہیں ان کو مختلف جماعتوں میں منتشر کر رہا ہوں۔ ایک ہی شخص کے ساتھ دین کے متعدد کاموں کا اس طرح وابستہ رہنا مناسب نہیں کہ اس کے فقدان سے سب پر اثر محسوس ہو۔

ملفوظ (۷۴) اطلاع واتباع

۲۷-ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہئے۔ دو چیزیں لازمۂ طریق ہیں، اتباع سنت اور اتباعِ شیخ۔ جب تک یہ حالت مرید کی نہ ہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔ جب ایسی حالت ہو تب اس مرید کو بھی کچھ لطف بیعت کا حاصل ہو۔ اپنی رائے اور تجویز کو کوئی شخص فنا کر کے تو دیکھے۔ میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ دعویٰ کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو ایسے انعامات عطا ہوں جو اس کی تجویزوں سے کہیں بڑھ کر ہوں اور جو اس کے ذہن میں کبھی آئے بھی نہ ہوں۔ اگر شیخ نوافل یا اوراد وغیرہ کم کرادے تو ہرگز وسوسہ نہ لاوے، کیونکہ وہ کوئی معصیت تو کراتا نہیں، زیادہ سے زیادہ ترک مستحبات کراتا ہے۔ ہاں اگر شیخ معصیت کا حکم کرے تو ایسے شیخ کو سلام کرے۔ لوگ شیخ کی رائے میں تو دخل دیتے ہیں لیکن طبیب کی تجویز میں کبھی کوئی دخل نہیں دیتا۔ بس وہاں تو غرض صحت ہوتی ہے کہ کسی طرح اچھے ہو جائیں اور یہاں کچھ نہیں۔ اکثر فرمایا کہ ان دو ہم قافیہ لفظوں کو ہمیشہ یاد رکھے، اتباع اور اطلاع۔ یعنی جو کچھ شیخ تعلیم کر دے اس کو ہمیشہ نباہ کر کرتا رہے اور برابر اپنے حالات سے اطلاع دیتا رہے، خواہ کوئی نیا حال ہو یا نہ ہو، کیونکہ کوئی حال نہ ہونا یہ بھی ایک حال ہے

ایک بار فرمایا کہ ہر شخص کو اپنا ایک معتقد فیہ ضرور رکھنا چاہئے جس کی اگر صحبت میسر نہ ہو سکے تو کم از کم اس کے پاس ہر ہفتہ ایک جوابی کارڈ جس میں چاہے محض خیریت ہی درج ہو ضرور بھیجتا رہے۔ اس کی برکت سے وہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بہبودی خود مشاہدہ کرے گا۔ ایک بار استفسار پر فرمایا کہ محض خط و کتابت سے بھی نفع پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ بار بار جب خط آئیں گے تو اس کے ساتھ محبت ہو جائے گی اور جب محبت ہو جائے گی تو اس کے لئے دل سے دعا نکلا کرے گی۔ پھر حق تعالیٰ کبھی دعا کو قبول بھی فرمالیں گے اور اس کی اصلاح کر دیں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ خط و کتابت کی برکت سے عقائد اور اعمال کی خرابی سے بھی محفوظ رہے گا اور دنیوی پریشانیوں سے بھی حفاظت رہے گی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ واقعی ذاکر شاغل کے لئے جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہنا مفتاح کامیابی ہے۔ احقر نے اور احقر کے احباب نے ہمیشہ تجربہ کیا کہ جب کبھی حضرت کو عریضہ لکھا فوراً فائدہ محسوس ہوا۔

ملفوظ (٧٥) طالبِ تحقیق کو پیشتر تقلید ہی ضروری ہے

فرمایا کہ الحمد للہ میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا۔ حالانکہ مجھ کو سینکڑوں احتمالات سوجھتے تھے۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں۔ اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے۔

سو واقعی طالبِ تحقیق کو پیشتر تقلید ہی ضروری ہے۔ بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب یہی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے استاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس وہ پڑھ چکا۔ اس کو چاہئے کہ جو کچھ استاد پڑھتا جائے اس کو بے چون و چرا مانتا جائے۔ پھر ایک دن وہ ہوگا کہ سب باتیں خود ہی اس کو معلوم ہو جائیں گی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں توکلا علی اللہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے کسی بزرگ کے قلب میں میری طرف سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی ذرا کدورت یا تغیر نہیں پیدا ہوا۔

ملفوظ (٧٦) ہر ماہر فن کو اپنے فن کی بصیرت ہوتی ہے

ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی۔ اس سے "اصلاح الرسوم" پڑھ کر رائے قائم کرنے کے لئے حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہتے تو انتظام کر سکتے تھے۔ مثلاً تم آٹھ دن ٹھہرنے کو کہتے ہو اس کے بجائے چھ دن ٹھہرتے اور جو کھانے کا بچتا اس سے "اصلاح الرسوم" خرید لیتے یا منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ باسانی آ سکتا تھا۔ بہر حال دوسرے دن اس شخص کو ازراہِ ہمدردی ایک کوتاہ نظر نے اصلاح الرسوم اپنی طرف سے خرید کر دے دی۔ اس کو تھوڑی دیر دیکھ کر بلا اطلاع وہ شخص چلا گیا۔ حضرت نے شام کو اس کوتاہ نظر کو محض بغرض اصلاح تیز لہجہ میں تنبیہ فرمائی کہ جس شخص سے حق تعالیٰ کوئی کام لیتے ہیں اس شخص کو اس کام کی سمجھ بھی دے دیتے ہیں۔ ہر شخص کی حقیقتِ حال اس پر منکشف فرما دیتے ہیں۔ گو اجمالاً ہی سہی اور جو شخص جس برتاؤ کے قابل ہوتا ہے ویسا ہی برتاؤ اس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ گو مجھے غیب کی خبر نہیں ہوتی لیکن قلب میں ایک کشیدگی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا کسی نے کہہ دیا ہو۔ قلب کے قبول نہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کوئی اندھا مکھی کھا جاوے تو معدہ قبول نہیں کرتا۔ گو اس کو پہچان

مکھی کی نہ ہو سکی لیکن معدہ کو تو پہچان ہے وہ فوراً نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ مجھے پچیس برس کے قریب یہ کام کرتے ہوگئے۔ قطع نظر بصیرت کے ویسے دنیاوی حیثیت سے بھی تو مجھ کو اس شخص سے زیادہ تجربہ ہے جس نے یہ کام پچیس دن بھی نہ کیا ہو۔ لہٰذا ایسے شخص کو کبھی ان امور میں دخل نہ دینا چاہئے۔ اپنے کام میں اس کو رہنا چاہئے، دوسرے کے کاموں سے اس کو کیا غرض۔

میں چاہتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ میرا برتاؤ ہمدردی کا نہ ہو اس کے ساتھ اپنی جماعت میں سے کسی شخص کو اظہار ہمدردی نہ کرنا چاہئے۔ میں اپنے گھر کے لوگوں سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ دیکھو تم میری رائے میں مزاحم مت ہوا کرو، کیونکہ میں دیکھ چکا ہوں کہ الحمدللہ سو میں مشکل سے دو تین مرتبہ اگر خطا کرتی ہو تو کرتی ہو ورنہ بحمداللہ اکثر ایسے امور میں میری رائے ٹھیک نکلتی ہے۔

کئی روز بعد ایک شخص اپنے لڑکے کو ڈھونڈتا ہوا آیا جس کا حلیہ اسی سے ملتا تھا جو "اصلاح الرسوم" دیکھ کر چلا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ باپ سے خفا ہو کر گھر سے مفرور تھا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہی شخص ایک جاہل دنیادار فقیر کا جاکر مرید ہوگیا ہے۔ حضرت نے اس کوتاہ نظر کو جس نے "اصلاح الرسوم" خرید کر دی تھی خطاب کر کے فرمایا کہ آپ نے اپنے موردِ رحم کا بھی حال سنا۔ اب تو آپ کو میرے طریقِ عمل کے استحسان کا یقین ہوگیا۔

میں ایسی ایسی مثالیں دکھلا کر آپ کو عین الیقین کرانا چاہتا ہوں۔ جناب بات یہ ہے کہ بڑھئی خوب پہچانتا ہے کہ کون سی لکڑی کام کی ہے اور کونسی بے کار ہے۔ اسی طرح معمار ہی کو اینٹ کی پہچان خوب ہوتی ہے کہ کون سی اچھی ہے اور کون سی بری۔ حق تعالیٰ جس کے سپرد کوئی کام کرتا ہے اس کا سلیقہ بھی اس کو عطا فرما دیتا ہے۔ یہ اس شخص کا کوئی کمال نہیں، ہر ماہر فن کو بصیرت ہوتی ہے چنانچہ میرے قلب میں بھی جو شخص جیسا ہوتا ہے ویسا اثر اس کو دیکھ کر پیدا ہو جاتا ہے۔ بعضوں سے مل کر شروع ہی سے قلب میں بشاشت پیدا ہوتی ہے اور برابر لطف بڑھتا رہتا ہے اور بعضوں کے ساتھ شروع ملاقات ہی سے انقباض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھتی ہی رہتی ہے۔ یہ اپنے اختیار کی بات نہیں، مجھ کو تفصیلی علم اس کی حالت کا نہیں ہوتا۔ لیکن حق

تعالیٰ کو تو سب کچھ خبر ہے، وہی کام لینے والے ہیں اور وہی قلب میں اجمالی کیفیت انقباض کی یا انبساط کی پیدا فرما دیتے ہیں۔ میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر آپ مجھ سے تفصیل پوچھیں اور انقباض کی مثلاً دلیل طلب کریں تو میں کچھ بھی نہیں بتلا سکتا۔

دیکھئے آلات سے کام لیا جاتا ہے لیکن خود آلات کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم سے کام ہو رہا ہے، حالانکہ کام ان سے برابر ہو ہی رہا ہے۔ جس شخص کو حق تعالیٰ یہ کام سپرد کرنا چاہتا ہے اس کو بلا اس کے گمان کے پیشتر ہی سے یہ بصیرت بھی عطا فرما دیتا ہے۔ کتابی حکایت تو نہیں، ایک یوں ہی افواہی قصہ ہے کہ ایک بادشاہ سے مرتے وقت لوگوں نے اس کے جانشین کی بابت وصیت طلب کی کیونکہ اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس نے ایک بے ہودہ سی وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر پناہ کے اندر داخل ہو اسی کو بادشاہ بنا دیا جاوے۔ چنانچہ اتفاق سے ایک لنگوٹیا فقیر داخل ہوا۔ لوگوں نے بلا کر باوجود اس کی منت سماجت کے کہ میں ادنیٰ فقیر ہوں بادشاہی کرنا کیا جانوں۔ اس کو حمام میں غسل دے کر شاہی پوشاک پہنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ اور سب لوگ دست بستہ دربار میں کھڑے ہو گئے۔ جب تخت نشینی کی رسم ختم ہو چکی تو دربار ختم کیا گیا۔ جب وہ فقیر محل سرا میں جانے کے لئے اٹھنے لگا تو اس نے نہایت شان کے ساتھ وزیر کو اشارہ کیا کہ بغل میں ہاتھ دو۔ وزیر نے فوراً بغل میں ہاتھ دے کر سہارا لگایا۔ تب بادشاہ سلامت تخت سے اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ وزیر نے دل میں کہا کہ لو اب آپ کی یہ شان ہو گئی۔ اس وقت تو وزیر خاموش رہا لیکن دوسرے وقت موقع پا کر بہت ادب کے ساتھ پوچھا کہ حضور گستاخی معاف ہو تو یہ طریقہ شاہی حضور کو کہاں سے معلوم ہو گیا، کیونکہ اس سے پیشتر تو کبھی دربار دیکھنے کا بھی اتفاق نہ ہوا ہو گا۔ اس فقیر نے جواب دیا کہ جس غنی خدا نے مجھ کو گدائی سے شاہی عطا فرمائی ہے اسی نے مجھ کو سب شاہی طریقے بھی سکھلا دیئے۔

احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہی کو بارہا اتفاق ہوا ہو گا کہ کسی پیچیدہ مقدمہ کی صورت بھی آپ کی سمجھ میں نہ آتی ہو گی۔ لیکن فیصلہ لکھتے وقت خود بخود سب باتیں ذہن میں آجاتی ہوں گی۔ وہ تو حق تعالیٰ خود قلب میں القاء فرما دیتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تاریخ پر بہت نظر تھی۔ ان سے ایک حکایت

عالمگیر کے زمانہ کی سنی ہے کہ کسی راجہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کا ایک لڑکا نابالغ تھا اور ایک اس راجہ کا بھائی بھی تھا۔ سب لوگ راجہ کے بھائی کو اس کی جگہ پر کرانا چاہتے تھے، لیکن وزیر اور کچھ لوگ اس کے نابالغ لڑکے کے طرفدار تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اس لڑکے کو عالمگیر کے پاس بغرض سفارش لے گئے تاکہ اس کو دیکھ کر کچھ رحم آجائے۔ راستہ میں وزیر نے اس لڑکے کو جتنے محتمل سوالات ہو سکتے تھے سب کے جوابات پڑھا دیئے کہ دیکھو اگر یہ پوچھیں تو یہ جواب دینا اور یہ سوال کریں تو یہ جواب دینا۔ جس وقت لڑکے نے دہلی کے اندر قدم رکھا اسی وقت اس نے وزیر سے یہ سوال کیا کہ تم نے مجھے ان سب سوالات کے جواب تو سکھلا دیئے لیکن اگر ان کے علاوہ مجھ سے وہ اور کوئی سوال کرے تو اس کا کیا جواب دوں گا؟ وزیر اس سوال پر دنگ رہ گیا کہ جس نے تیرے ذہن میں اس وقت یہ سوال پیدا کیا ہے وہی امید ہے کہ تجھ کو جواب بھی اس وقت سوجھا دے گا۔ جس وقت لڑکا پہنچا اس وقت عالمگیر محل سرا کے اندر حوض پر غسل کر رہے تھے۔ انہوں نے لڑکے کو وہیں بلوالیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض میں لٹکا کر پوچھا کہ ڈبو دوں۔ لڑکا اس پر زور سے ہنسنے لگا۔ بادشاہ کو یہ حرکت ناگوار ہوئی کہ راجہ کا لڑکا ہو کر ایسا بے تمیز ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا بے تمیزی ہے۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ لڑکے نے فوراً جواب دیا کہ حضور واقعی یہ گستاخی مجھ سے ضرور ہوئی لیکن بے اختیار ہنسنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور کے اس فرمانے پر کہ تجھ کو ڈبو دوں میرے اوپر ایک خیال ایسا غالب ہوا کہ میں اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

وہ یہ کہ حضور کی وہ شان ہے کہ اگر حضور کسی کی ایک انگلی بھی پکڑ لیں تو وہ کسی طرح نہیں ڈوب سکتا اور حضور میرے تو دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں۔ پھر بھلا میں کس طرح ڈوب سکتا ہوں۔ اس لئے حضور کے ارشاد پر مجھے بے تحاشا ہنسی آگئی کہ حضور کیسی بات فرما رہے ہیں۔ عالمگیر یہ جواب سن کر نہایت خوش ہوئے اور سمجھے کہ واقعی یہ لڑکا راجہ بنائے جانے کے قابل ہے۔ چنانچہ اس کو گدی پر بٹھائے جانے کا حکم صادر کرادیا۔ پھر جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے جو اس روز تشریف رکھتے تھے اسی قسم کے دو تین واقعات انکارِ بیعت کے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کے بیان فرمائے۔ فرمایا کہ الحمد للہ توارد ہو گیا۔

احقر نے عرض کیا کہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اگر اس شخص کو حضور بیعت کر لیتے تو اس

جاہل پیر کے پاس نہ جاتا۔ فرمایا کہ ایسے بد فہم شخص کو بیعت کر لینے سے بھی کچھ نفع نہ ہوتا، کیونکہ وہ بعد بیعت کے بھی کچھ رنگ لاتا۔

ملفوظ (۷۷) طبیعت کے خلاف تعلیم

فرمایا کہ اکثر جگہ مریدوں کو خواہ مخواہ ان کی خاصیت طبیعت کے خلاف ایک ہی سی تعلیم میں مشغول رکھتے ہیں اور گھونٹے جاتے ہیں جس سے مرید کو سخت تعب ہوتا ہے۔ ہمارے حاجی صاحب کے یہاں اس کی کوئی پابندی نہیں۔ جس طرف سالک کی طبیعت جاوے اسی طرف اس کو لگا دیتے ہیں (بشرطیکہ حدود سے تجاوز نہ کرے) تاکہ انقباض نہ ہو۔ کیونکہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے۔ جس طرح گھوڑا اگر ایک طرف چراگاہ میں چرنے نہیں جاتا تو دوسری طرف سہی، کیونکہ آخر اس طرف بھی تو چراگاہ ہی ہے۔ جس طرف چاہے چرے لیکن رہے چراگاہ ہی میں۔ یہ ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ اس کو ایک ہی طرف چرنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ بلکہ یہ مضر ہے۔ سالک کی طبیعت جس میں زیادہ لگے اسی میں اس کو مشغول رہنے کی اجازت دی جاوے، خواہ مخواہ تنگی ڈالنی نہیں چاہئے، سہولت مد نظر رہے۔ ایک بار احقر نے عرض کیا کہ میری طبیعت پابندی سے بھاگتی ہے مطلق العنان رہنا چاہتی ہے۔ فرمایا جی نہیں، مطلق العنان رہنا نہیں چاہتی کہ یہ تو برا ہے، بلکہ یہ چاہتی ہے کہ لمبی ڈور ہو۔

ملفوظ (۷۸) ہدیہ لینے میں تحقیق

ایک کاشتکار پٹی ملحقہ تھانہ بھون مسمٰی مساوی کا کچھ گڑ ہدیہ لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مساوی میں تو موروثی زمین کی بہت کثرت ہے۔ اس نے کہا کہ یہ گڑ موروثی کا نہیں اور یہ بھی کہا کہ جو کھیت موروثی کا ہے اس میں ایکھ نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پیداوار تو سب ملی جلی ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں علیحدہ علیحدہ ہے۔ پھر بعد کو وہ شخص یہ کہنے لگا کہ میرے پاس موروثی کوئی کھیت نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ابھی ابھی تم خود اقرار کر چکے ہو کہ جو کھیت موروثی ہے اس میں ایکھ نہیں۔ اب میں کیسے یقین کر لوں کہ کوئی کھیت موروثی کا نہیں۔ اجی ہم ایسے متقی تو کہاں ہیں کہ دور تک کی تحقیق کریں۔ لیکن اس طرح بھی آنکھیں نہیں بند کی جاتیں۔ بھائی دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی۔ پھر عام خطاب کے طور پر فرمایا کہ ایک تو یہ بات ہے کہ دل میں شبہ پڑ گیا،

دوسرے یہ کہ باوجود اس کے کہ مساوی بالکل تھانہ بھون سے ملا ہوا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کو اس قدر اجنبیت دین سے ہے جیسے کوئی دیہات پانچ سو کوس پر اہل علم سے ہو۔ کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا۔ ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے، کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں، کیونکہ اس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع نہ پہنچا سکے۔ ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا رہے وہ اگر محبت سے کبھی کچھ دے تو کس کو انکار ہے، کیونکہ آخر میری گزر ہی اسی پر ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبت کے اور کوئی نیت نہ ہو۔ یہاں تک کہ ثواب کی بھی نیت نہ ہونی چاہئے۔ گو جب حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب اس کو مل ہی گیا۔

دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو ثواب ملتا ہے، حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جاوے تو اس کو ناگوار ہو اور وہ انکار کردے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں۔

پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہیدوں کی قبروں پر چڑھاوا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ اگر ان ملانوں کا حصہ اس میں ہو جاوے گا تو برکت ہو جاوے گی۔ کھیت میں خوب ایکھ پیدا ہوگی۔

غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے۔ پھر حضرت نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی محبت سے اگر کوئی چیز لائے تھے تو ڈھنگ سے لائے ہوتے۔ اب تم دو برس تک برابر ملتے جلتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو اور لاؤ کچھ نہیں، گڑ دینے کے لئے نہ آؤ۔ بلکہ گڑ لینے کے لئے آؤ، یعنی دین کی باتیں سیکھنے۔ جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانے کا بھی مضائقہ نہیں، لیکن پھر بھی پہلے پوچھ جاؤ کہ فلاں چیز لانا چاہتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے نہ لینا ہوا تو قبل لانے ہی کو انکار کردینے سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا لائی ہوئی چیز کے انکار کردینے سے ہوتا ہے۔ اس کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ وہ شخص ایسی واضح گفتگو کے بعد بھی پھر اصرار کرنے لگا۔ اس پر ترش رو ہو کر فرمایا کہ بھلا دیکھئے کہاں تک طبیعت میں تغیر نہ آوے، آخر میں بھی بشر ہوں۔ لوگ مجھ کو

سخت کہتے ہیں۔ اگر کوئی میرے پاس رہ کر ان حرکتوں کو دیکھے تو امید ہے کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جاوے۔ جب حضرت نے خود انکار فرما دیا تو کہنے لگا کہ طالب علموں کو تقسیم کرادو۔ حضرت نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے طالب علموں کی اچھی قدر کی۔ گویا وہ ایسی گری پڑی چیز کے مستحق ہیں، جو چیز یہاں سے مردود ہو گئی وہ ان کے لائق ہو گئی۔

سو ہمارے یہاں کے طالب علم گو حاجت مند سہی لیکن بحمد اللہ وہ ایسے نہیں کہ ہر گری پڑی چیز پر رال ٹپکاتے پھریں۔ کچھ دیر بعد اس شخص نے پھر پوچھا کہ جی تو کیا کہو ہو۔ غرض برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی ناگوار ہوتی تھیں۔ آخر میں اس نے ایک شخص سے اشارہ کیا کہ تم ہی کہہ دو، یہ حرکت مزید براں تھیں۔ آخر میں معلوم ہوا کہ یہ گڑ عشر زکوٰۃ کا تھا، یہ سب سے بڑھ کر ہوئی۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں۔ گو گذشتہ واقعات نہ یاد رہیں لیکن ان کا اثر تو قلب پر رہتا ہے۔ اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کس قدر ناگوار ہوتا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی۔ وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیشتر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی، ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی۔ پھر یہ شعر فرمایا ؎

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دم شمشیر تو تقصیر نبود

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں۔ قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو۔ اس شخص کی ناسمجھی کی باتوں پر ارشاد فرمایا کہ جو دین کا پابند نہیں ہوتا اس کی دنیا کی سمجھ بھی خراب ہو جاتی ہے اور جو شخص دیندار ہوتا ہے گو تجربہ دنیا کا نہ ہو لیکن دنیاوی امور میں بھی اس کی سمجھ سلیم ہو جاتی ہے۔ حلال روزی میں بھی یہی اثر ہے۔ برخلاف اس کے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ بوجہ دیہاتی ہونے اور کم سمجھ ہونے کے اس سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں۔ فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ ان کی خطا نہیں۔ لیکن اگر

کوئی بے عنوانی نا سمجھی ہی سے کرے لیکن دوسرے کو تو اس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص بلا قصد شکار کے کسی کو چھرہ مار دے تو وہ مجرم نہ سہی لیکن دوسرے کے تو چوٹ آخر لگے ہی گی۔

اگر سب لوگ جاہلوں کی جہالت پر تحمل ہی کر لیا کریں تو ان کی جہالت کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس طرح سے تو اس کو اپنی جہالت کا علم ہی نہ ہوگا اور ہمیشہ بے تہذیب اور بے سلیقہ ہی رہے گا۔ اب یہ شخص کبھی کسی کے ساتھ ایسی حرکت نہ کرے گا اور گو طالب علموں کے واسطے لے لینے میں بعض قواعد سے گنجائش تھی لیکن بمصلحت اصلاح نہ لینا ہی ضروری تھا کیونکہ پھر یہ شخص یہ سمجھتا کہ اجی ہم لے گئے تھے اور وہ لے ہی لیا گیا۔ کبھی اس کو جائز ناجائز کی فکر بھی نہ ہوتی۔ اب اس کو ہمیشہ کے لئے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ناجائز چیز ایسی بری ہوتی ہے اور آئندہ اس کے متعلق احتیاط رکھنے کی فکر ہو گی۔ قطعی بے پروائی اس باب میں اس کو اب نہ رہے گی اور جب کبھی کوئی چیز لانے کا قصد ہو گا تو بہت احتیاط مد نظر رکھ کر لائے گا گویا ہمیشہ کے لئے کافی سبق ہو گیا ورنہ اگر اس کی حرکتوں پر تحمل کر لیا جاتا تو اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہوتی۔

ملفوظ (۷۹) دفع وساوس کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا عجیب و غریب علاج

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر وساوس دفع نہ ہوں تو ان کو بھی مرأۃ جمال خداوندی ہی بنالیوے اور سوچے کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ کتنا ہی روکا جائے مگر وساوس سے رکتا نہیں۔ کیا شان ہے۔ غرض ہر چیز کو مظہر ذات و صفات حق تعالیٰ کا تصور کرے ؎

ہر کہ بینم در جہاں غیرے تو نیست : یا توئی یا خوئی تو یا بوئے تو.....

ملفوظ (۸۰) ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے

فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے۔ نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں یا حق تعالیٰ کے سامنے تجویز کرے، اپنی تجویز کو مطلق دخل نہ دے۔ سب احوال کو حق تعالیٰ

کے سپرد کردے، جو بہتر ہوگا وہ خود عطا فرمائیں گے ع

کہ خواجہ خود روش پروری داند

ذکر کے وقت سرسری توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے۔ اس میں بھی زیادہ تعب اور تکلف کی حاجت نہیں، کیونکہ زیادہ تکلف سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ حسب استعداد خود ہی خیال رسوخ کے ساتھ جمنے لگے گا۔ نہ طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے دے۔ اس سے بعض اوقات یاس کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ میری طبیعت میں تقاضا اور جلدی بہت تھی۔ اور اب بھی کسی قدر ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں تک پریشانی کی نوبت پہنچی تھی کہ مجھ کو خودکشی کے وساوس آیا کرتے تھے۔ بس یہ حالت تھی کہ جو کچھ حاصل ہونا ہے جلد حاصل ہو جاوے۔

ملفوظ (۸۱) عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں

فرمایا کہ اگر ثمرات کی بھی تمنا ہو تب بھی ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں یکسوئی سے۔ اور جب ثمرات کے ورود کی جانب متوجہ رہا تو یکسوئی کہاں رہی۔ پھر فرمایا کہ ذہین اور ذکی آدمی کو کیفیات وغیرہ نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس کا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے۔ اس کو یکسوئی ہوتی ہی نہیں۔ اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے جن میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے ان کو کشف وغیرہ کیفیات بہت ہوتی ہیں۔ فلاں ملک والوں میں چونکہ ذکاوت کم ہوتی ہے اس لئے ان کو ایسے آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

آزمودم عقل دور اندیش را : بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

لیکن ایسے شخصوں سے دوسروں کو فائدہ کم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنے کام کا خوب ہوتا ہے لیکن دوسرے کے کام کا نہیں ہوتا۔

ملفوظ (۸۲) تصورِ شیخ کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ کا طریقہ

فرمایا کہ اگر بے اختیار شیخ کا تصور بندھے تو تصور رکھے، کیونکہ مفید ہے، ورنہ حق تعالیٰ کا تصور رکھنا بہتر ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہی طریقہ تھا۔

ملفوظ (۸۳) حضرت حاجی صاحبؒ کی شانِ ارشاد

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی، میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہوگئی ہے۔ لیکن تم ایسا مت سمجھنا۔ تم یہی سمجھنا کہ مجھی سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے، ورنہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔ اس سے اعلیٰ درجہ کی شان ارشاد حضرت کی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے، ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر ان کی نظر ہی نہیں جاتی۔

ملفوظ (۸۴) تہذیب اور سلیقہ سب دین نے سکھلایا ہے

ایک طالب بیعت پوری اور صاف بات نہیں کہتے تھے۔ اگر پوری بات کہتے تھے کہ تو کچھ جزو اس قدر آہستہ کہہ جاتے تھے کہ اصل مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور اگر صاف طور سے کچھ کہتے تھے تو پوری بات نہیں کہتے تھے۔ مکرر سکرر کہلایا لیکن ٹھیک طور سے انہوں نے کہہ کر نہ دیا۔ بیچ بیچ میں دیر تک کے لئے باوجود طلب جواب خاموش بھی بیٹھے رہتے تھے، سخت الجھن ہوتی تھی۔ جب گفتگو شروع کی تو اپنی جگہ سے بلا ضرورت حضرت کے قریب جاکر بلا استجازت جا بیٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو اس کی اصلاح کرتا ہوں کہ لا یعنی کام کیوں کیا جائے، یہ دین کے خلاف ہے۔

لیکن ان باتوں کو آج کل یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کو دین سے کیا تعلق۔ حالانکہ تہذیب اور سلیقہ سب دین نے سکھلایا ہے لیکن مذاق اس قدر بگڑ گیا ہے کہ بے نمازی نماز پڑھنے لگے گا اور فاسق فاجر تائب ہو جائے گا۔ لیکن ان عادات کو باوجود تنبیہ و تاکید کے چھوڑنے کا خیال نہیں ہوتا۔ ان عادات کو چھوڑنا ایسا مشکل ہو رہا ہے۔ پھر ان صاحب سے فرمایا کہ دیکھو چاہے چمار ہی سے گفتگو کرو لیکن جب کچھ کہو تو پوری بات کہو اور صاف طور سے کہو کہ سننے والا اچھی طرح سمجھ جائے کہ کیا کہا آداب المعاشرت ابھی تک چھپا ہی نہیں (آداب المعاشرت بحمد اللہ چھپ گیا ہے) ورنہ طالب بیعت کو جہاں اور کتابیں پڑھنے کو بتلاتا ہوں اس کو بھی ضرور دیکھنے کے لئے کہا کرتا۔

ملفوظ (۸۵) خود اپنے شیخ کو دوسروں کی طرف متوجہ کرنا غیرتِ عشق کے خلاف ہے

فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لئے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ بس اپنے کام میں مشغول رہے، نہ کسی کا پیام پہنچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہنچائے، خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ اگر کسی کا سلام پہنچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرتِ عشق کے بھی خلاف ہے۔

ملفوظ (۸۶) بلا جانچ کے مرید کر لینا طریقہ کو بے وقعت اور بدنام کرنا ہے

ایک مرید اپنے کسی عزیز کے ہمراہ آئے جو بغرض بیعت حاضر خدمت ہوئے تھے۔ لیکن ان مرید نے یہ حال ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ محض یہ کہا کہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس عزیز نے بیعت کی درخواست کی۔ حسب معمول کچھ دن ٹھہر کر جانبین کے اطمینان کر لینے کے واسطے ارشاد ہوا اور فی الحال بیعت سے انکار کر دیا۔ جب وہ شخص رخصت ہو گیا تب ان مرید نے ظاہر کیا کہ مجھ کو اپنے ساتھ لائے تھے اور کہتے تھے کہ اگر انہوں نے مرید نہ کیا تو مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت بابرکت میں چلا جاؤں گا۔ اس پر فرمایا کہ دیکھئے وہ تو حق تعالیٰ آتے ہی قلب میں انقباض پیدا فرما دیتے ہیں، ورنہ کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟

لوگ بیعت کے لئے کچھ دن قیام کرنا تو ضروری سمجھتے ہی نہیں۔ بس گاجر، مولی سمجھ رکھا ہے کہ پیسہ ڈالا اور کہا کہ لا مولی۔ کچھ وقعت پیری و مریدی کی نہیں رہی۔ بلا جانچ کے مرید کر لینا طریقہ کو بے وقعت اور بدنام کرنا ہے۔ ایسے لوگ صرف داخل سلسلہ ہو جانا ضروری سمجھتے ہیں، اور کچھ غرض نہیں ہوتی۔ پھر ان مرید سے خفگی کا اظہار فرمایا کہ اب تمہارے آنے کی کچھ وقعت میرے دل میں نہ رہی۔ اول تو تم کو اس کام کے لئے آنا ہی نہ چاہئے تھا۔ دوسرے یہ کہ سب حالات کا اظہار کر دینا چاہئے تھا۔ تیسرے یہ کہ تم اس کے ساتھ یہاں تک تو آئے اور یہاں

آ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا، یہ مروت کے خلاف ہے۔ اسی کے ساتھ جانا چاہئے تھا۔

افسوس ہے کہ تم نے ابھی تک یہاں کا طریقہ بھی نہیں سمجھا۔ اگر میں اس شخص کو بیعت کر لیتا اور بعد کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسے مذبذب ارادہ سے آیا تھا تو کسی قدر واہیات بات ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قلب میں خود بخود ہی کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر لوگ مجھ کو وہمی اور سخت کہتے ہیں اور یہ شکایت ہے کہ خشک برتاؤ کرتا ہوں۔ اب ایسے شخصوں کے ساتھ خشک برتاؤ نہ کروں تو کیا کروں۔ ناصحین کو حقیقت حال نہیں معلوم، ورنہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جائیں۔

ملفوظ (۸۷) قوتِ علمیہ کے ساتھ قوتِ عملیہ کی ضرورت

۳۰ ربیع الثانی ۳۳ھ ایک جماعت کے غیر منتظم ہونے کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ جس کام میں زیادہ آدمی ہوتے ہیں اس کا انتظام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ ماشاء اللہ ہوشیار اور دانا تو بہت ہیں لیکن نری، دانائی اور قوت علمیہ سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ قوت عملیہ کی بھی ضرورت ہے۔ ہنس کر فرمایا کہ جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے تو اس کے کام بھی غیر منتظم ہو جاتے ہیں۔ اس سے تو چھوٹا ہی رہنا اچھا۔

ملفوظ (۸۸) وحی میں ثقل زیادہ ہونے کی وجہ

عرض کیا گیا کہ وحی میں ثقل اس قدر کیوں ہوتا ہے اور الہام میں اتنا کیوں نہیں؟ حالانکہ ہیں دونوں منجانب اللہ۔ فرمایا کہ دونوں کا مرتبہ یکساں نہیں۔ دیکھئے پہاڑ میں ثقل بہت زیادہ ہوتا ہے اور پتھر کے ٹکڑے میں کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ دونوں ایک ہی معدن سے ہیں۔ جس قدر وارد قوی ہوتا ہے اسی قدر اس میں ثقل زیادہ ہوتا ہے۔ وحی بہت زیادہ قوی وارد ہے اور الہام اس درجہ کا نہیں۔

ملفوظ (۸۹) صاحبِ مثنوی کی وسعتِ نظر

آج کل حضرت دفتر ششم مثنوی شریف کی شرح تحریر فرما رہے ہیں۔ صبح سے نماز ظہر کے قریب تک اوپر کے کمرہ میں برابر تحریر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اکثر قیلولہ تک کی

فرصت نہیں ملتی۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بڑے جھگڑے کا کام ہے، سراپا کھپ جانا پڑتا ہے، جنگل ہے

دل افگندیم بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا

بڑے بڑے مشکل مقامات ہوتے ہیں۔ اپنے حضرت حاجی صاحب کے ارشادات کی اب قدر ہوتی ہے۔ سچی بات ہے کہ اگر میں نے حضرت کے ارشادات نہ سنے ہوتے تو ایسے مقامات کا حل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ حمد اللہ تعالیٰ میں تو حق تعالیٰ کی دستگیری کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔ بلا سوچے الفاظ تک قلب میں آجاتے ہیں جن سے دور تک کا مطلب حل ہو جاتا ہے۔ مولانا ہر فن کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے علوم و فنون سے بحث کرتے ہیں، بڑے وسیع النظر ہیں۔

ایک مقام پر کبوتر بازوں کی ایک رسم تحریر فرمائی ہے، جب میں اس مقام پر پہنچا تو بڑا پریشان ہوا کہ اس کا مطلب کیسے معلوم ہو۔ اتفاق سے اسی وقت نیچے ایک کبوتر باز موجود تھا۔ میں نے اس سے اس اصطلاح کو حل کیا جس سے مطلب بھی حل ہو گیا۔ ایسے ایسے فحش قصوں سے مولانا نے نتائج نکالے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ مولانا بھی بڑے آزاد ہیں۔ تمثیلوں میں ہمیشہ توسع ہوتا ہے۔ وہ تو فلاں ہی کے یہاں تمثیلوں پر بھی کفر کے فتوے ہو جاتے ہیں۔ وہ اگر مثنوی کو دیکھے تو مولانا پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دے، نعوذ باللہ۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی بھی نظر نہایت وسیع تھی۔ ہر فن کا ان کو شوق تھا۔ یہاں تک کہ فرماتے تھے کہ میاں اگر گالیوں کی کتاب بھی ہو تو اس کو بھی دیکھ لینا چاہئے، اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی یاد ہو جائیں گی۔

ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی کتاب کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو صرف آٹھ مرتبہ پڑھے، دو کو باقی رکھے۔ جس طرح چکئی پھیرنے میں پوری ڈور نہیں چھوڑتے بلکہ دو ایک چکر باقی رکھتے ہیں اور انہیں کے اوپر پھر چکئی کو اٹھا لیتے ہیں۔

ملفوظ (۹۰) مدرسہ کی چیز کے استعمال میں احتیاط

نیا مکان حضرت کا بن رہا ہے۔ حافظ صاحب نے جو کہ حضرت کے مکان کو بنوا رہے ہیں آ کر دریافت کیا کہ سیڑھی کی ضرورت ہے، مدرسہ کی سیڑھی لے لی جاوے۔ فرمایا کہ

مکان سے کرایہ لے لیا جاوے۔ مدرسہ کی چیز وقف ہے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ کے کام کے لئے بھی تو اور جگہ سے چیزیں عاریتاً لے لی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا تبرع ہے، ان کو اختیار ہے کہ وہ نہ دیا کریں۔ لیکن مدرسہ کی چیزیں وقف ہیں، میں ان کا اس طرح استعمال ناجائز سمجھتا ہوں۔ حضرت کے یہاں ایسی باتوں کا نہایت درجہ اہتمام ہے۔

ملفوظ (۹۱) وعظ میں مسائل نہ بیان کرنے کی حکمت

فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ سوچا کہ وعظ میں مسائل فقہیہ کا بیان کرنا علماء کی بالکل عادت نہیں ہے، حالانکہ بظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک وعظ میں صرف چار پانچ مسائل ربو کے جو عموماً پیش آتے ہیں بیان کر دیئے۔ بعد کو مختلف لوگوں نے مختلف باتیں ان مسائل کی بابت آ کر مجھ سے بیان کیں۔ معلوم ہوا کہ اختلاف ہو گیا۔ اس وقت سمجھ میں آیا کہ علماء نے وعظ میں اس کا اہتمام نہیں کیا۔ انہوں نے اس کی مضرت کو معلوم کر لیا تھا۔ بجز کسی کھلے مسئلہ کے مسائل دقیقہ کا بیان عام مجمع میں خلاف مصلحت ہے۔ ایسے مسائل کو حدوث واقعہ کے وقت بتلا دے تاکہ اس کے اوپر آسانی کے ساتھ منطبق کیا جا سکے۔ برخلاف اس کے وعظ میں سوال فرض کر کر کے جواب دیئے جائیں گے تو بعد کو وہ سوال تو غائب ہو جائے گا اور جواب میں خواہ مخواہ شبہے پڑیں گے اور لوگ گڑبڑ کر لیں گے۔ اسی مصلحت کی بناء پر علماء صرف مضامین ترغیب و ترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔

ملفوظ (۹۲) مناسبت کی تحقیق کے بغیر بیعت نہ کرنا چاہئے

ایک مولوی صاحب تلاش شیخ میں ہیں۔ وہ حضرت کے پاس بھی آئے۔ انہوں نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ مجھ کو یہ بتلا دیں کہ آیا آپ کے قلب میں میری جانب سے کچھ کدورت ہے اور اس کے قبل ان سے بہت سی بے عنوانیاں ایذاء کے رنگ میں ظاہر ہو چکی تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس سے کچھ نتائج نکال لوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو آپ کے استدلالات کا کیوں تختۂ مشق بناؤں۔ یہ تو گویا آپ یوں چاہتے ہیں کہ مجھ کو آپ اپنا تابع بنائیں اور آپ میرے متبوع بنیں۔ اگر آپ کو احتمال کدورت کا ہے تو اس کے رفع کی یہ صورت نہیں جو آپ نے اختیار کی۔ خود اپنے اندر اس کدورت

محتملہ کے سبب کی تفتیش کیجئے۔ پھر اس سبب کو رفع کیجئے۔ ایسے سوال سے تو کدورت نہ بھی ہو تو ہو جائے۔ یا آپ کو سوال اس عنوان سے کرنا چاہئے تھا کہ مجھ کو احتمال کدورت کا ہے اگر میرا یہ احتمال صحیح ہو تو مجھے اس کا سبب معلوم ہو جائے تاکہ میں اس کا ازالہ کروں۔ نہ اس طرح کہ جیسے آپ نے سوال کیا۔ پھر فرمایا لیکن اتنا میں ضرور کہے دیتا ہوں کہ جس غرض سے آپ نے یہ سفر اختیار کیا (یعنی اصلاح باطن) اس غرض کا وسوسہ بھی یہاں دل میں نہ لائیے۔ کیونکہ اس میں مناسبت طبائع میں ہونا ضروری ہے، کیونکہ تزاحم کی صورت میں ہمیشہ تکدر جانبین کو رہے گا جس کی وجہ سے نفع کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے محض خیر خواہی کی بنا پر کہا ہے۔ اور آپ کی یہ غرض مجھ کو معلوم ہو گئی ہے۔ اس لئے میں واقعی صاف کہتا ہوں میں امتحان سخت لیتا ہوں اور جب تک ہر طرح جانچ کر مناسبت کی تحقیق نہیں کر لیتا اس وقت تک بیعت نہیں کرتا۔ اور اپنے اس معمول کو میں برا بھی نہیں سمجھتا۔ کیونکہ اس میں کسی واجب کا ترک لازم نہیں آتا۔ بلکہ میں تو اس بیعت کو استحباب شرعی کے درجہ میں بھی نہیں خیال کرتا۔ اگر آپ بھی اس غرض کو دل سے نکال کر مجھ کو مطلع کر دیں، پھر دیکھئے جو کوئی بھی بے عنوانی آپ کی مجھ کو ناگوار ہو، پھر آپ جو چاہیں اعتراض کریں اور جس طرح چاہیں برتاؤ کریں

یا مکن با پیل باناں دوستی　　یا بناء کن خانہ بر انداز پیل

یہ سب ناز تو اسی کے ساتھ ہیں جو پیر بنانا چاہے۔ ورنہ پھر کوئی میرے اخلاق دیکھے۔

یہ سب سن کر ان مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر شام کو حضرت نے رخصت کے وقت فرمایا کہ مولانا اب میں کچا چٹھا محض خیر خواہی کی غرض سے آپ سے عرض کئے دیتا ہوں، کیونکہ جس کام کے لئے آپ نکلے ہیں وہ نیک کام ہے مگر اس کا طریقہ جو آپ نے اختیار کیا ہے اس سے اس طریق میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ آپ میں دو بڑے مرض ہیں جو بہت بڑے مانع اس طریق کے ہیں۔ ایک آپ کا ذی رائے ہونا، دوسرے آپ کے اندر مادہ اعتراض کا ہونا اور انہیں دو اسباب کی وجہ سے میرے قلب کے اندر کدورت تو نہیں لیکن شکایت ضرور ہے اور میں مسجد میں کھڑے ہو کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جس روز بیعت ہو جائیں گے اور مجھ کو مطلع کر دیں گے انشاء اللہ اسی وقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ

بھی کسی قسم کے تکدر کا آپ کی جانب سے نہ رہے گا۔ پھر میں آپ کو اپنا دوست اور اپنے کو آپ کا خادم سمجھوں گا۔ باقی اپنی غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لاویں۔ کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز اہل نہیں ہوں۔ اس پر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں۔ ان کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ان کو دو جگہ سے نفع ہو سکتا ہے، یا تو حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے جن سے انہوں نے پڑھا بھی ہے اور ان کو اعتراضات سے کچھ تغیر بھی نہیں ہوتا۔ دوسرے مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سے، کیونکہ وہاں ان کو علمی اعتراضات کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ علاوہ بریں وہ ایسے بااخلاق ہیں کہ ان کو کوئی اعتراض ناگوار بھی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ لوگ بے طریقہ آنا چاہتے ہیں۔ ابواب سے آنا چاہئے اور لوگ ظہور سے آنا چاہتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ادخلوا الابیات من ابوابھا : اطلبوا الارزاق من اسبابھا

پھر مولانا کی تعریف فرمائی کہ عربی میں بھی نظم کس قدر صاف فرماتے ہیں۔

ملفوظ (۹۳) اپنی تو دنیا سنواروں اور دوسروں کا دین بگاڑوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا

یکم جمادی الاول ۳۳ھ پنجشنبہ۔ ایک صاحب جو عرصہ ہوا بیعت ہوئے تھے آئے اور نقد اور کپڑا بطور ہدیہ کے پیش کیا۔ ان صاحب نے اس عرصہ میں نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی دین کی بات پوچھی تھی۔ خفگی کے ساتھ سب چیزیں پیش کردہ اٹھا کر واپس کر دیں اور تیز لہجہ میں فرمایا کہ بس اسی لئے پیر بنایا تھا کہ چڑھاوا چڑھاتے رہیں۔ آپ نے میری سخت ذلت کی۔ گویا آپ نے مجھ کو ایسا سمجھا کہ ابھی روپیہ اور چیتھڑے دیکھتے ہی پگھل جائیں گے، تو آپ نے مجھ کو دکاندار سمجھا۔ سو گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ دکاندار بھی نہیں۔ گو میری گذر اسی پر ہے، لیکن الحمدللہ یہ میری کمائی بھی نہیں۔ جس شخص کو مجھ سے دین کا کچھ بھی نفع نہ پہنچا ہو اس سے کوئی چیز لینا سخت ذلت کی بات ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ گویا میں نے آپ کو اسی واسطے بیعت کیا تھا۔ لوگوں نے پیری مریدی کا ناس کر رکھا ہے۔ یہ سب خرابی ڈالی ہوئی ان پیرزادوں کی ہے۔ انہوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جو خالی ہاتھ جائے وہ خالی ہاتھ آئے۔ بلا کچھ دیئے فیض حاصل

ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ نہ ہو تو استنجا کے ڈھیلے ہی لے جاوے۔ پس یہ تصوف کا ماحصل لوگوں کے ذہنوں میں بٹھار کھا ہے۔ اس وقت یہ جو کچھ آپ لائے ہیں محض اس رسم کے پورا کرنے کے واسطے لائے ہیں کہ سامنے جائیں تو خالی لئہ ایسے کس طرح جا کھڑے ہوں اور بلا کچھ دیئے وہاں روٹیاں توڑیں، اس میں تو شیخی کر کری ہوتی ہے۔ ورنہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں صرف آج ہی یہ کیوں محبت کا جوش اٹھا۔ اس سے پہلے اگر کبھی خط وغیرہ نہیں بھیجا تھا تو کوئی ہدیہ ہی بھیجا ہوتا۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ڈاک کے ذریعے سے بھیجی جا سکتی ہیں۔ یہ نہ ہوا کہ کبھی آٹھ آنہ پیسے ہی بھیج دیتے۔ اس سے خدا نہ کرے میرا یہ مطلب نہیں کہ اب آپ ڈاک کے ذریعہ سے چیزیں بھیجا کریں، کیونکہ بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو واپس کرنا بھی آتا ہے۔

یہ یقینی ہے کہ اگر آپ ڈاک کے ذریعہ سے بھی کچھ بھیجتے تو بھی میں واپس ہی کرتا۔ لیکن اس وقت یہ شکایت تو نہ ہوتی کہ بس منہ دیکھ کر ہی محبت کا جوش اٹھا۔ ان صاحب نے قسم کھا کر محبت کا موجب تحریک ہونا ظاہر کیا۔ تو فرمایا بس قسمیں نہ کھایئے۔ کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے اور قسم کھانے سے میرا منہ بند ہو جاوے گا۔ پھر خواہ آپ کی کیسی ہی لغو تقریر ہو میں اس میں کچھ نہ کہہ سکوں گا۔ بلکہ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں بلا قسم کے بھی تسلیم کرلوں گا اگر آپ میرے اس سوال کا کوئی معقول جواب دیدیں جس سے چار سننے والوں ہی کی تسلی ہو جاوے۔ خواہ خود مجھ کو نہ ہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان چار آدمیوں کی اس کے تسلیم کر لینے میں تقلید کروں گا۔

وہ سوال یہی ہے کہ اگر محبت کی وجہ سے آپ نے ہدیہ دیا ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس سے پہلے کبھی کیوں محبت نہ ہوئی۔ ان صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے جو ارشاد فرمادیا تھا اس پر میں عمل کرتا رہا ہوں۔

فرمایا کہ کبھی آپ نے یہ بھی کیا ہے کہ طبیب سے منضج کا نسخہ پوچھ کر بس عمر بھر اسی کو گھوٹا کئے ہوں اور مسہل کا نسخہ پوچھنے کی آپ نے ضرورت ہی نہ سمجھی ہو۔ اگر صرف ایک ہی مرتبہ کی تعلیم پر کاربند ہو کر پھر کچھ پوچھنا گچھنا نہ تھا تو اس کے لئے بیعت ہی کی کون سی ضرورت تھی۔ ارشاد مرشد حضرت حاجی صاحب کی کتاب موجود ہے۔ میری بھی کتابیں موجود ہیں۔ پس

انہیں میں سے دیکھ کر عمل کرنا شروع کر دیا ہوتا۔ اور تعجب ہے آپ کو اتنے عرصہ میں کبھی کسی مسئلہ کے پوچھنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئی۔ بھلا ایسے مرید ہونے سے کیا فائدہ؟ اسی لئے میں نے عام طور سے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس قدر سختی پر بھی اگر میں نے کسی کو مرید کر لیا ہو تو یہ سمجھئے کہ اس کی طرف سے بھی بہت ہی زیادہ اصرار ہوا ہوگا تب میں نے مرید کیا ہوگا۔ لیکن اس پر بھی یہ کیفیت ہے۔ تیسرے دن جب یہ صاحب رخصت ہونے لگے تو انہوں نے معافی کی درخواست کی۔ فرمایا کہ جی آپ نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا جس کی معافی کی ضرورت ہو۔ البتہ جس سبب سے میں نے آپ کا ہدیہ قبول نہیں کیا اس کا تدارک ہونا چاہئے یعنی اب آپ برابر خط و کتابت جاری رکھیں۔ اور اگر آپ کی تسلی یوں نہیں ہوتی تو لیجئے میں کہے دیتا ہوں کہ میں نے معاف کر دیا۔

پھر فرمایا بھلا آپ ہی انصاف سے کہئے کہ میری شکایت کیا بے جا ہے۔ خط و کتابت نہ کرنا دلیل کام نہ کرنے کی ہے، کیونکہ جو شخص کام کرتا ہے ممکن نہیں کہ اس کو کچھ پوچھنا پاچھنا نہ پڑے۔ پھر ان صاحب نے کم از کم کپڑوں کا جوڑا ہی قبول فرما لینے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ محض محبت سے سلوا کر لایا تھا۔ فرمایا کہ آپ کو محبت تو ہے لیکن کم سمجھی کے ساتھ۔ کم سمجھی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ باوجود ایک مرتبہ کے انکار کے پھر اصرار کرنا تو گویا مجھ کو رائے دینا ہے۔ میں آپ کی رائے کا اتباع کروں یا آپ کو میری رائے کا اتباع کرنا چاہئے۔ گویا آپ شیخ بننا چاہتے ہیں۔ آپ کو یہ سمجھنا کہ میرے انکار ہی میں مصلحت ہے شیخ کا حق ادا کرتا ہے اور اگر آپ نے یہ سمجھا کہ میں نے بد نفسی سے انکار کیا تھا تو آپ نے شیخ کا حق ادا نہیں کیا۔ تو گویا آپ مجھ سے مصلحت فوت کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اب آپ کو عمر بھر کے لئے تنبیہ ہو گئی، کیونکہ قاعدہ ہے کہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی۔ قولی تنبیہ کبھی یاد رہتی ہے کبھی نہیں یاد رہتی۔ دوبارہ قبول کر کے یہ ساری مصلحتیں میں کیسے برباد کر دوں۔ اپنی تو دنیا سنواروں اور دوسرے کا دین بگاڑوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھلا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں بلا مصلحت کس طرح لینے سے انکار کر سکتا تھا۔ جب کہ میری گذر اسی پر ہے، نہ میرے یہاں کوئی تجارت ہوتی ہے نہ کھیتی ہوتی ہے، یہی میری آمدنی ہے۔ کوئی بھی شخص ایسا دنیا میں ہے جس کو کوئی چیز آتی ہوئی بری معلوم ہوتی ہو

اور اگر کسی کو اس کی روزی آتی ہوئی بری معلوم ہوتی ہو تو یہ اس کی سخت برائی ہے۔

اس قدر تقریر کے بعد بھی ان صاحب نے ذکر کیا کہ میں ایک جوڑی کھڑاؤں بنوا کر لایا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ یہ تو بچہ کا پھسلانا ہوا کہ بھائی حلوا کھالے، اگر حلوا نہیں کھاتا تو لے بھئی چاول کھالے، اگر چاول نہیں تو دودھ ہی پی لے۔ کیا آپ نے مجھے بچہ سمجھ لیا ہے۔ یہ تو آپ میرے ساتھ ہنسی سی کر رہے ہیں۔ کچھ سمجھ سے بھی تو کام لینا چاہئے۔ خیر اب آپ مجھ سے خط و کتابت کرتے رہیں۔ جب میرا دل آپ سے کھل جاوے گا اور میں دیکھ لوں گا کہ ہاں اب آپ کام میں لگ گئے ہیں تب ہدیہ کا بھی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کبھی کوئی چیز بھیجنے کو جی چاہے تو یہ ضرور کیجئے گا کہ پہلے دریافت کر لیجئے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے معمول اور قاعدہ اور طبیعت کے خلاف نہ ہوا تو اجازت بھی دے دوں گا۔ یہ نہ سمجھئے کہ ہمیشہ انکار ہی کر دیا کروں گا۔ ہاں اگر کوئی ہدیہ خلاف میرے معمول کے ہوگا تو انکار بھی کروں گا۔

یہ صاحب متعدد چیزیں لائے تھے۔ چنانچہ زیادہ مقدار میں گڑ بھی تھا جو رکھے رکھے پگھل گیا تھا۔ جس کا ساتھ واپس لے جانا انہوں نے مشکل بتلایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو طالب علموں کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے بہت خوشی سے منظور کر لیا۔

ان کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ متعدد چیزیں اگر کوئی شخص ہدیہ میں دے تو بہت بوجھ معلوم ہوتا ہے، مثلاً دس روپیہ ایک ساتھ کوئی دے تو ان کا لینا گراں نہیں معلوم ہوتا اور اگر دس روپیہ کی متعدد چیزیں دے تو ہر چیز کا الگ الگ بار ہوتا ہے۔ اور مجھے ایسے معاملات میں شبہ بہت ہوتا ہے۔ متعدد چیزوں میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی بھی قدر ہو، اس چیز کی بھی قدر ہو۔

پھر فرمایا بس روپیہ سب سے بہتر ہدیہ ہے، کیونکہ اس سے جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب آ سکتی ہیں۔ جب میں حج سے واپس آیا تو ایک صاحب نے محبت سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگا کر میری دعوت کرنی چاہی۔ میں نے کہا کہ میاں مٹھائی میرے حصہ میں بھلا کتنی آئے گی، میری خوشی ہی کرنی ہے تو روپیہ ہی مجھے کیوں نہ دے دو۔ انہوں نے بہت خوشی سے روپیہ دے دیا۔ میں اپنے صرف میں لے آیا۔ مٹھائی کا میں کیا کرتا۔

ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ میں ایک جوتا ہدیہ میں بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں نے لکھ دیا کہ میرے پاس کئی جوڑے موجود ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا کہ جو چیز پسند ہو وہ بھیج دوں۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے دماغ کا کام بہت کرنا پڑتا ہے مجھے بادام لے کر بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے بادام بھیج دیئے۔ میں نے کھا لئے۔ یہ بے تکلفی بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ایسی بے تکلفی زیادہ ملنے جلنے سے یا زیادہ خط و کتابت سے پیدا ہوتی ہے۔ بلا اس کے طبیعت کھلتی نہیں۔ ان صاحب کا گڑ زیادہ مقدار میں تھا۔ فرمایا کہ میں اس معاملہ میں بہت بدگمان ہوں، کیونکہ مجھے بہت تجربہ ہو چکا ہے۔ زیادہ مقدار میں دینے والے بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کر دیا، عمل کو پھر ضروری نہیں سمجھتے۔ زیادہ مقدار میں اہتمام و تکلف بھی بہت کرنا پڑتا ہے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ سارا گھر ہی خالی کر دے۔ ہنس کر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پیر کی دنیا کا بھی نفع ہے، کیونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جمع ہو جاتا ہے ؎

چرا انستانی از ہر یک جو سیم   کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے....

اگر لوگ بہت بہت دیں تو جن کے پاس کم ہے ان کی ہمت بھی دینے کی نہ پڑے، اس سے بہت نقصان رہے۔

ملفوظ (۹۴) موجدانِ یورپ کا غلط دعویٰ

فرمایا کہ موجدانِ یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے ایسی ایسی ایجادیں کی ہیں۔ حالانکہ ان سب ایجادوں کی جو چیز جڑ ہے وہ کسی کے بھی اختیار میں نہیں۔ یعنی کسی صورتِ صنعت کا قوتِ فکریہ میں فائض ہو جانا، اگر یہ ان کے اختیار میں تھا تو قوتِ فکریہ تو بیس برس پہلے بھی تھی۔ اس وقت کیوں وہ صورت ذہن میں نہیں آگئی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بات ذہن سے اتر جاتی ہے تو لاکھ قوت فکریہ کو عمل میں لائیے وہ یاد ہی نہیں آتی۔ کسی بات کا سوجھا دینا یہ حق تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

ملفوظ (۹۵) دعا میں طریقے تجویز کرنا اللہ میاں کو رائے دینا ہے

ایک شخص نے کسی امر سے اپنی خلاصی کی دعاء بذریعہ خط نہایت تفصیل کے ساتھ کرائی کہ یہ صورت ہو جائے اور پھر وہ صورت ہو جائے۔ فرمایا کہ بھلے مانس نے اللہ میاں کو رائے

دی ہے۔ اعتداء فی الدعاء ہے۔ بس یہ دعا مانگنی چاہئے کہ الٰہی اس بلا سے نجات عطا فرما۔ طریقے تجویز کرنا تو اللہ میاں کو رائے دینا ہے۔

یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی لڑکا کہے کہ اماں مجھے چوتھی روٹی جو پکے وہ دیجیو۔ بھلا اس سے اس کو کیا غرض۔ چاہے جونسی روٹی ہو اسے روٹی سے مطلب۔ ہماری ایک بوا تھی، اللہ اکبر! بڑی سیدھی تھی۔ جب وہ کھا چکتی تو کہتی کہ اللہ میاں جو میں نے میتھی کا ساگ کھایا ہے اس کا ثواب تو مسیتا کو دیجیو! اور جو فلاں چیز کھائی ہے اس کا ثواب فلاں کو۔ غرض کھاتی تو سب کچھ خود اور ثواب بخش دیتی مُردوں کو۔ اس تفصیل کے ساتھ اسی طرح اکثر فاتحہ کرانے والے بھی خود ہی کھا جاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خود فاتحہ ہی سے ثواب پہنچ جاتا ہے۔ اس چیز کے خیرات کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا الفاظِ فاتحہ ہی کے ساتھ لپٹ کر وہ کھانا بھی چلا جاتا ہے۔ بدعات دین کے خلاف تو ہیں ہی عقل کے بھی تو خلاف ہیں۔ ایک بی بی کو ہمارے یہاں سے ایک میت کے کپڑے بھیجے گئے تو اس نے برامان کر واپس کر دیئے کہ میں کیوں لینے لگی۔ اور روپیہ اسی مد میں سے بھیجا تو وہ لے لیا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگ مُردے کے کپڑوں کو تو منحوس سمجھتے ہیں۔ ہم تو جب جانیں جب اس کی جائیداد کو اور جو ہزار پانچ سو روپیہ اس نے بینک میں چھوڑے ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں۔ بس ساری نحوست اس کے پہنے ہوئے کپڑوں ہی میں سمجھی جاتی ہے، یا جو کپڑے اس نے پہننے کے ارادہ سے بنائے ہوں۔ روپیہ کو تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو چلتی ہوئی چیز ہے۔ کانپور میں موت کے وقت عجیب رسم ہے کہ گھر کے گھڑوں کا پانی بھی گرادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پانی سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے چھُری دھوئی ہے۔

ملفوظ (۹۶) سینہ میں سوزش، بیماری یا ذکر کا اثر

ایک شخص کا خط دیکھ کر فرمایا کہ انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ میرے سینہ میں سوزش معلوم ہوتی ہے۔ وہ ذکر کا اثر سمجھے۔ میں نے لکھا کہ کسی طبیب کو دکھلا کر علاج کراؤ، کیونکہ یہ سوزش معدہ کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ آثارِ ذکر سے نہیں۔ اب انہوں نے لکھا ہے کہ واقعی حکیم صاحب نے بھی یہی تجویز کیا۔ اور علاج سے سوزش جاتی رہی۔ پھر فرمایا کہ مجھے جلدی سے یقین

نہیں ہو جاتا کہ یہ بھی کوئی باطنی حالت ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور نے یہ تشخیص باوجود حکیم ظاہری نہ ہونے کے کیسے فرمالی۔ فرمایا کہ اجی گو میں حکیم نہیں۔ لیکن اتنی بات تو جانتا ہی ہوں کہ معدہ کی تبخیر سے یہ سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ سوزش کا آثار ذکر سے نہ ہونے کے متعلق اپنا واقعہ یاد آیا کہ ایک بار احقر نے قلب کی حرکت کا ذکر کیا تو فوراً فرمایا کہ یہ ذکر نہیں ہے اختلاج ہے۔ درود شریف پڑھئے۔

ملفوظ (۹۷) ظرافت اور کمالِ وقار

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ بڑے ظریف تھے۔ ایسی بات چپکے سے فرما دیتے تھے کہ سننے والوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جاتے تھے۔ لیکن خود بالکل نہیں ہنستے تھے اور لوگ تو ہنس رہے ہیں اور آپ تسبیح لئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر بڑا وقار تھا۔ اور بہت کم گو تھے۔ گو عام طور سے جو لوگ کم گو ہوتے ہیں ان کا کلام بہت مختصر اور مبہم ہوتا ہے۔ لیکن مولانا باوجود اس قدر کم گو ہونے کے جس وقت گفتگو فرماتے تھے تو نہایت صاف اور بلند آواز سے اور نہایت کافی شافی تقریر ہوتی تھی۔ حضرت مولانا کو حق تعالیٰ نے ہر پہلو سے کامل پیدا فرمایا تھا۔ میں نے کوئی شخص ایسے عادات و صفات کا نہیں دیکھا۔

ملفوظ (۹۸) ہمارا ہر قول، فعل، حال، سب ہی پُر از خطر ہے

فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں، کیونکہ غور کرنے سے کسی قدر شک کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ استغنا اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے۔ دونوں بہت متشابہ ہیں، کبھی اس میں دھوکہ ہو جاتا ہے کہ جس کو ہم استغناء سمجھ رہے ہیں، وہ دراصل ہوتا ہے کبر۔ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول، فعل، حال، قال سب ہی پر از خطر ہے۔ کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں۔ مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر : قلم عفو بر گناہم کش

بلکہ بروئے حدیث تو بر گناہم کیا حق تعالیٰ ہماری طاعات کو معاف فرمائے۔ طاعات تو خیر کیا قابل معافی ہوتیں۔ (حدیث میں ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے یہ فرمایا کہ ہم کو اپنے

سب اعمال پر توقع اجر کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو اعمال ہمارے حضور ﷺ کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے) مطلب یہ ہے کہ جو ان میں کوتاہی ہے وہ معاف فرمائے، کیونکہ ہم اپنی طاعات سمجھ رہے ہیں، وہ در حقیقت طاعات ہی کب ہیں۔ جس طرح کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا ہو تو وہ تو اپنے جی میں بڑا خوش ہوگا کہ ہم خدمت کر رہے ہیں۔ حالانکہ بعضوں کی خدمت سے سخت اذیت ہوتی ہے۔ لیکن محض دل شکنی کی وجہ سے ان کو منع نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ہماری طاعات ہیں۔ کبھی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ وہاں کچھ پوچھ تک بھی نہیں ہوئی۔ ایسی طاعات پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر اگر مؤاخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے۔ درجات کی تو اہل درجات تمنا کریں۔ یہاں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ سزا سے بچاویں۔ خواہ جنت میں صفِ نعال ہی میں جگہ مل جائے۔ ردِ ہدیہ کے ذکر کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاتم اصمؒ کی حکایت ہے یا کسی اور بزرگ کی کہ ایک شخص نے ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے واپس فرمادیا۔ اس نے دوبارہ پیش کیا تو لے لیا۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو بہت جلد راضی ہوگئے۔

فرمایا کہ بھائی میرے نہ لینے میں ہدیہ والے کی ذلت تھی۔ اور میرے لینے میں میری ذلت ہوئی۔ میں نے اپنے بھائی مسلمان کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔ اللہ اکبر! یہ حضرات تھے واقعی اللہ والے۔ ہر قول اور ہر فعل کے پر از خطر ہونے کی تقریر کے سلسلہ میں ایک اور حکایت فرمائی کہ ایک درویش بلا قصور کسی جرم میں ماخوذ ہو کر جیل خانہ پہنچ گئے۔ انہوں نے دل میں خیال کیا کہ یا اللہ! کون سی خطا میں یہ سزا ملی ہے۔ گو خطائیں ہر وقت ہی سرزد ہوتی رہتی ہیں لیکن چونکہ وہ عارف تھے اس لئے یہ سمجھتے تھے کہ کسی نئی خطا پر نئی سزا دی گئی ہے، ورنہ سینکڑوں خطائیں ہر وقت معاف ہوتی رہتی ہیں۔ کیونکہ ہر خطا پر سزا ہو تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہے۔

الغرض ان درویش صاحب کو یہ سوچ ہوا۔ الہام ہوا کہ یاد کرو تم نے ہم سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! بس دو روٹی اس وقت اور دو روٹی اس وقت کھانے کو مل جایا کریں، چنانچہ ہم نے اس کا سامان کر دیا۔ تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ عافیت کے ساتھ ملیں۔ اگر تم صرف عافیت طلب کرتے

تو اس میں سب کچھ آجاتا۔ انہوں نے فوراً توبہ کی۔ اسی وقت بادشاہ کا خاص پروانہ لے کر آیا کہ فلاں شخص کی بابت یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بے قصور سزایاب ہوا ہے، لہٰذا اس کو رہا کر دیا جاوے۔ چنانچہ فوراً رہا کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے احادیث کی دعائیں بالکل بے خطر ہیں۔ ورنہ ہماری دعاؤں میں اس قسم کی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ صحابہ تک سے ہوئی ہیں۔

ملفوظ (۹۹) جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہ ہو اس کو خدمت نہ کرنی چاہئے

ایک دیہاتی نے بعد عشاء جب حضرت گھر تشریف لے جانے لگے حضرت کا جوتا اٹھا کر پہننے کے واسطے آگے بڑھ کر رکھ دیا۔ حضرت کے استعمال میں دو جوتے رہتے ہیں، ایک مضبوط جوتا جو صبح کے وقت جنگل جانے کے لئے پہنا جاتا ہے اور ایک معمولی جوتا گھر کے استعمال کے لئے۔ ان صاحب نے وہ جوتا رکھ دیا جس کو شب کے وقت گھر جاتے ہوئے پہننا حضرت کا معمول نہ تھا۔ اس وجہ سے حضرت کو دوبارہ خود تکلیف کرنی پڑی اور جو خلجان ہوا وہ جدا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہ ہو اس کو خدمت نہیں کرنی چاہئے۔ اب دیکھو اس تمہاری خدمت سے کس قدر زحمت ہوئی، بھلا ایسی خدمت سے کیا فائدہ نکلا۔ اسی لئے مجھے اپنے کام خود ہی کرنے میں راحت رہتی ہے۔ کیونکہ جو شخص معمولات سے باخبر نہ ہو وہ خدمت کس طرح کر سکتا ہے۔ اسی شخص نے شب گذشتہ بھی جوتہ لا کر رکھا تھا۔ اس وقت چلتے ہوئے صرف یہ بات فرمائی تھی کہ اوہو آپ نے بڑا بھاری کام کیا، دس بیس کوس سے اتنا بھاری اسباب لاد کر لے آئے۔ ارے میاں یہ بھی بھلا کوئی خدمت ہوئی، کوئی ایسا کام کیا ہوتا جس سے کچھ آرام تو پہنچتا، جوتا کیا میں خود نہیں لا سکتا تھا؟

دوسری شب کو پھر وہی کام کیا اور ایسے بے ڈھنگے پن سے جیسا اوپر مذکور ہوا، پھر راستہ بھر یہی فرماتے رہے کہ قلوب میں رسوم کچھ ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ چھوٹتی ہی نہیں۔ پس انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ سب لوگ جوتے اٹھا اٹھا کر رکھتے ہیں۔ لاؤ ہم بھی یہی کریں، محض رسم پرستی رہ گئی ہے۔ مجھے شرم بھی آتی ہے کہ ایک شخص محبت سے خدمت کرتا ہے، اسے کیا منع کروں لیکن کیا کروں میرا سخت حرج ہوتا ہے۔ اور مجھے ایک منٹ بھی اپنا ضائع ہونا سخت گراں گزر

رہا ہے۔ ہاں جسے سوائے مخدومیت کے اور کچھ نہ کرنا ہو وہ چاہے اسی قصہ میں رہے۔

اب دیکھئے میں کتاب گھر لئے جارہا ہوں، رات کو بھی لکھوں گا۔ ان کی خدمت سے اتنی پریشانی فضول ہوئی اور جھک جھک میں جو وقت ضائع ہوا وہ الگ (شرح مثنوی شریف دفتر ششم ختم ہونے والی تھی۔ چونکہ ختم کے قریب ہر کام میں حضرت کو سخت تقاضا ہوتا ہے، اس لئے رات بھر لکھتے رہے، مطلق نہیں سوئے۔ پھر ظہر کی اذان تک بلا قیلولہ کئے لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ختم ہی کر کے ظہر کی نماز کے لئے اٹھے۔ واقعی حضرت جس کام کو لیتے ہیں اسی طرح اس میں کوشش کرتے ہیں، رات دن مشاہدہ ہیں) اب آج ان کو سمجھایا، یہ رخصت ہو جائیں گے۔ کل کو دوسرے نئے صاحب تشریف لائیں گے۔ اب میں بس اسی قصہ کا ہولیا کہ روز یہی سبق پڑھایا کروں اور بعض بات عمل میں تو معمولی ہوتی ہے لیکن اس کو دوسرے کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو تار کھنے کی حرکت اس احقر نے بھی کی تھی۔ فرمایا کہ بس جناب آپ پابندی نہ کیجئے نہ میں اوروں کو مقید کرنا چاہتا ہوں نہ خود مقید ہونا چاہتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے بہت سے خدمت کرنے والے ہیں، آپ کی ضرورت نہیں۔ آپ جس کام کے لئے آئے ہیں اسی میں لگے رہئے۔ مجھے راحت اسی سے ہوتی ہے بلکہ خدمت سے اُلٹی کلفت ہوتی ہے۔ پھر اس دیہاتی کے متعلق فرمایا کہ پچھلی مرتبہ مجھ پر اعتراض کر کے گئے تھے کہ میں اتنے دن رہا، مجھے روٹیوں کے لئے بھی نہ پوچھا۔ مجھے کسی کے اعتراض سے ذرا تغیر نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اس کا اعتراض بالکل محبت کے مقتضا کے خلاف ہے۔ اسی شخص نے دوسرے موقع پر پیر دبانے چاہے تو انکار فرمادیا کہ بھائی مجھے تمہارا اعتراض ابھی بھولا نہیں ہے۔ تمہارے پیر دابنے سے میرا کیا جی بھلا ہوگا۔ پھر ان صاحب کا ذکر فرمایا جن کا ہدیہ رد فرمادیا تھا کہ دیکھئے انہیں سے جھک جھک ہوئی۔ سچ کہتا ہوں مجھے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ یوں نہ فرمائیں کہ ارے نالائق ہم تجھ کو دلواتے ہیں اور تو واپس کر دیتا ہے، نہایت خوف ہوا کرتا ہے، حق تعالیٰ معاف فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ گو ان کے ہدیہ میں غالب محبت ہی ہو لیکن کچھ آمیزش اس کی بھی ضرور تھی کہ وہاں روٹیاں کھائیں گے کچھ نہ دینا ذلت کی بات ہے اس لئے میں نے اب روٹیوں کے قصہ ہی کو موقوف کر دیا۔ بس ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہوں، پھر کہہ دیتا ہوں کہ اپنا انتظام کر لیجئے، تاکہ لوگوں کو یہ

خیال بھی نہ ہو باستثناء خاص خاص موقعوں کے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو ان کے ساتھ ہیں وہ بھی مرید ہونے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن اب ان کی ہمت نہ ہو گی کہ یہاں تو بڑی سختی ہوتی ہے۔ سو گو مجھ سے کوئی مرید نہ ہو لیکن اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید ہونا ایسی معمولی بات نہیں ہے۔ اب اگر کسی دوسری جگہ جائے گا تو اس کے ذہن میں یہ ضرور رہے گا کہ بیعت کے کچھ شرائط بھی ہیں اور اگر اس کو اتنی سمجھ نہ بھی ہوئی تو اور سننے والوں کو تو حقیقت طریق کی معلوم ہو ہی جائے گی۔ میں لوگوں کو یہی دکھلانا چاہتا ہوں کہ اصل طریق کیا ہے۔ بس کوئی میری سختی کو جھیل لے، پھر دیکھے کہ میں عمر بھر کے لئے اس کا خادم ہوں۔

احقر نے عرض کیا کہ اخلاق کی ایسی مفصل تعلیم تو بہت مدت سے نہ ہوئی ہو گی۔ فرمایا کہ جی ہاں میں تو کہا کرتا ہوں کہ علماء درسی کتابیں پڑھاتے ہیں اور میاں جی الف بے تے، سو الف بے تے پڑھانا میرے سپرد ہوا ہے۔ عرض کیا گیا کہ خدا کرے یہ طریقہ خوب رواج پکڑ جائے۔ فرمایا کہ مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اور دو ایک جگہ بھی اس کا اہتمام ہوتا تو امید ہوتی، لیکن اور بعض حضرات اس قدر سختی کے خلاف ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح تو پھر کوئی بھی نہ آوے، لیکن اپنی اپنی رائے ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر سب جگہ یہی ہونے لگے تو پھر خوب لوگ آنے لگیں، کیونکہ پھر آخر جائیں گے کہاں۔ میری نظر ذکر و شغل کی طرف اس قدر نہیں ہے جتنی کہ اخلاق پر، کیونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے۔ گفتگو کرتے کرتے جب گھر پہنچے تو دیکھا کہ ملازم تنہا مردانہ مکان میں چراغ جلتا چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں۔ فرمایا کہ اس کی حدیث شریف میں سخت ممانعت ہے، کبھی ایسا نہ کرنا چاہئے۔

کل رات میری چھتری میں آگ لگ گئی۔ دیا سلائی کسی طرح اس پر جا پڑی۔ ویسے تو خبر ہوئی نہیں، جب ایک ساتھ دھڑ دھڑ جلنے لگی تب معلوم ہوا۔ خیریت ہو گئی کہ میں چراغ جلا کر کام کر رہا تھا ورنہ آگ سوتے میں نہ معلوم کہاں کی کہاں پہنچتی۔ کھانے کے واسطے جب ہاتھ دھوئے تو عرض کیا گیا کہ کیا ہاتھ دھونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ سنت ہے، کیونکہ باوجود پاک ہونے کے اکثر ہاتھ بے موقع پڑ جاتے ہیں، کہیں کھجالیا، کبھی ناک میں انگلی ڈال دی، کہیں اور بے موقع ہاتھ پڑ گیا۔ اور ایسے ہاتھوں سے کھانا کھانا نظافت کے خلاف ہے۔ اسی لئے صرف ہاتھ دھونا سنت

ہے۔ کلی کرنا قبل کھانے کے مسنون نہیں، کیونکہ منہ میں کوئی ایسی ویسی چیز تو لگی ہوتی نہیں، اس لئے کلی نہ کرنی چاہئے۔

ملفوظ (۱۰۰) تقاضائے طبیعت

ردِ ہدیہ کے موجب اندیشہ ہونے کے تذکرہ میں فلاں مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ہدیہ لے لے۔ بعد کو اس کی مکافات کر دے۔ فرمایا کہ جناب اس طرح کس کس کے ہدیہ کو یاد رکھے۔ بالخصوص میری طبیعت میں تو اس قدر جلدی اور تقاضا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی اپنے پاس سے علیحدہ ہو۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک روپیہ لیا تھا۔ آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے، پس چین نہ پڑا۔ اٹھ کر دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں، چونکہ ان کی بھی نیند کم ہے۔ انہوں نے کہا کیا ہے؟ میں نے کہا یہ روپیہ اپنا لے لو۔ انہوں نے کہا یا اللہ! ایسی کیا جلدی تھی۔ میں نے کہا کہ میرے پاس سے لے لو۔ ورنہ مجھے رات بھر نیند نہ آئے گی۔ جب ان کو دے دیا تب نیند آئی۔ ایسی بری طبیعت ہے، اسی طرح رات میں جب کوئی مضمون ذہن میں آتا ہے تو اسی وقت چراغ جلا کر پرچہ لکھ کر سرہانے رکھ لیتا ہوں، جب اطمینان ہوتا ہے۔ اسی جلدی اور تقاضا کی بناء پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! مجھے تو آپ بلا سزا کے بخش دیجئے گا۔ ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہو سکے گا کہ کب مغفرت ہوگی۔

جمعہ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ

ملفوظ (۱۰۱) بیعت میں جانبین کو چاہئے کہ ہرگز جلدی نہ کریں

دو صاحبوں نے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کہ مجھے بیعت سے تو انکار نہیں لیکن میں اس امر میں جلدی کو مناسب نہیں سمجھتا۔ قبل بیعت کے یہ ضروری ہے کہ آپ میرا اطمینان کرلیں اور میں آپ کا اطمینان کرلوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے حضورؐ کی تعلیم

الدین وغیرہ کتابیں دیکھ لی ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو گویا آپ نے اپنا اطمینان کر لیا ہے، لیکن مجھے بھی تو آپ کا اطمینان کر لینا ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے طریقہ میں طول بہت ہے۔ میرے یہاں تعلیم تو فوراً شروع ہو جاتی ہے لیکن بیعت پورے اطمینان کے بعد کرتا ہوں۔ اور اصل چیز تعلیم ہی ہے، بیعت کوئی ضروری چیز نہیں۔ نفع ہونے کے لئے محض تعلق محبت کا کافی ہے۔ پھر بعد اطمینان کے بیعت میں بھی مضائقہ نہیں۔

سو اکثر میرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میں قرآن کریم کی تصحیح کراتا ہوں، کیونکہ بغیر اس کے صحیح کئے نماز ہی پوری طرح ادا نہیں ہوتی۔ بشرطِ قدرت پھر ضروری مسئلوں کی تعلیم۔ اس لئے آپ اگر یہاں زیادہ نہ ٹھہر سکیں تو اپنے مکان پر ان دونوں باتوں کا انتظام کر لیں۔ کسی صحیح پڑھنے والے سے قرآن مجید کی تصحیح کریں اور بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم دیکھیں۔ ان میں ضروری ضروری مسائل موجود ہیں۔ اور اس درمیان میں برابر اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں کہ پہلے ہم یہ یہ کرتے تھے اور اب کتابیں دیکھنے کے بعد ان ان باتوں کو چھوڑ دیا اور فلاں فلاں حالت میں فلاں فلاں فرق ہوا۔ جب اس خط و کتابت سے میرا اطمینان ہو جائے گا کہ ہاں آپ کام کرنے لگے تب ذکر و شغل کی تعلیم ہوگی۔ اس میں بھی برابر حالات سے اطلاع دینی ہوگی۔ اس طریقہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ حسب استعداد نفع ہونے لگے گا۔ اور اس طریق سے مجھ کو بھی اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ پھر اس اطمینان کے حاصل ہونے میں چاہے دو مہینے لگ جائیں یا دو برس لگ جائیں یہ میرے اختیار کا کام نہیں۔ باقی یہ میں خیر خواہانہ رائے دیتا ہوں کہ چونکہ میرے یہاں کے طریقہ میں ان شرائط کے اعتبار سے طول بہت ہے اور آپ کے دل میں شوق اور اضطراب بیعت ہونے کا ہے۔ علاوہ بریں میرا طریقہ اصلاح کا بھی بہت سخت ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں سخت گرفت کرتا ہوں، جس کا تحمل اکثر لوگوں پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ بیعت تو اپنے حضرات میں سے کسی اور بزرگ سے ہو جائیں، کیونکہ بفضلہٖ سب ایک ہی ہیں، کچھ فرق نہیں اور خدمت تعلیم و تلقین کے لئے میں حاضر ہوں۔ اس صورت میں بشاشت بھی بہت رہے گی اور آپ کی کسی بے عنوانی سے مجھ کو تکدر بھی نہ ہوگا، بلکہ جتنی کچھ بھی طلب آپ کے اندر ہوگی اس کو نہایت غنیمت سمجھوں گا اور بہت شوق اور رغبت کے ساتھ

خدمت کرتا رہوں گا۔ ایسی حالت میں ان شاء اللہ تعالیٰ نفع کی بھی بہت امید ہے۔ اس تقریر پر ان صاحبان نے عرض کیا کہ حضور کے ارشاد پر عمل کرنا ہم کو منظور ہے۔ ہمیں تو حضرت ہی سے عقیدت ہے۔ اس پر فرمایا کہ اس کے جواب کی حاجت نہیں۔ یہ تو میں نے محض خیر خواہانہ طور پر آپ کو مشورہ دیا ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ باقی اکثر حالتوں میں میرے اس مشورہ کی قدر بعد میرے برتاؤ کے ہوتی ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہاں بھائی وہی رائے ٹھیک تھی۔

ایک بار فرمایا کہ بیعت میں جانبین کو چاہئے کہ جلدی ہرگز نہ کریں۔ میں تو کہہ دیا کرتا ہوں کہ معاملہ کی بات ہے۔ آپ میرا اطمینان کرلیں، میں آپ کا اطمینان کرلوں، میں کچھ پڑھنے کے لئے آپ کو بتلادوں، آپ اس کو کرتے رہیں اور برابر حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ اگر آپ کو کچھ نفع ہونے لگے تو مجھ سے رجوع کریں ورنہ مجھے چھوڑ دیں۔ اسی طرح خط و کتابت سے اگر مجھے اطمینان ہو جاوے کہ آپ کام میں لگ گئے ہیں تو میں آپ کو قبول کروں، ورنہ جواب دے دوں۔ معاملہ کی بات تو یہی ہے۔ پھر فرمایا: کہ لوگ اصل چیز بیعت کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصل چیز تعلیم ہے۔ گو میں بیعت کے برکات کا منکر نہیں لیکن محض بیعت بلا تعلیم کے بالکل کافی نہیں۔ اور تعلیم بلا بیعت کے بالکل کافی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ بیعت تو کروں گا لیکن تعلیم کچھ نہ دوں گا تو ہزاروں لوگ مرید ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی بیعت تو ابھی نہیں کرتا ہوں لیکن تعلیم دینے کے لئے تیار ہوں اور نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونے کا یقین دلاتا ہوں، لیکن اس کو کوئی قبول نہیں کرتا۔ دیکھئے جو چیز دراصل ضروری ہے یعنی تعلیم اس کو تو ضروری نہیں سمجھا جاتا اور جو چیز کچھ بھی ضروری نہیں، یعنی بیعت، اس کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر بدعت کس کو کہتے ہیں۔

اہل حق اور بدعات کو تو منع کرتے ہیں لیکن اس طرف ان کا بھی خیال نہیں گیا۔ جامع عرض کرتا ہے کہ اس کے متعلق نہایت مفصل تحقیق ماہِ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کے ایک طویل ملفوظ میں آئے گی، جس کے مخاطب ایک پیرزادہ صاحب ہیں، ناظرین منتظر رہیں۔

ملفوظ (۱۰۲) ترکِ دعاء سے دعاء ہی افضل ہے

جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے استفسار کیا کہ حضرت غوث پاکؒ نے تحریر فرمایا

ہے کہ ترک دعاء عزیمت ہے اور دعاء کرنا رخصت، فرمایا کہ یہ کسی غلبہ حال میں فرمایا ہے یا یہ ان کی رائے ہے، کیونکہ وہ اس فن کے مجتہد تھے۔ باقی اکثر کا مذاق اور تحقیق یہی ہے کہ ترکِ دعاء سے دعاء ہی افضل ہے۔ کیونکہ دعاء میں افتقار الی اللہ ہے جو ترک دعا میں نہیں ہے۔ مستفسر صاحب نے عرض کیا کہ دعا کرنے میں تو حق تعالیٰ کے اختیار اور مصلحت کے خلاف کوئی امر خاص اپنی رائے سے اپنے لئے تجویز کرنا ہوتا ہے۔ یہ تو گویا اپنے اختیار کو حق تعالیٰ کے اختیار پر ترجیح دینا ہوا۔ اور ترکِ دعا میں یہ بات نہیں۔ فرمایا کہ جی نہیں۔ عین دعاء کے وقت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ خاص بات میری مصلحت کے خلاف ہو اور حق تعالیٰ اس کو قبول نہ فرمائیں تب بھی میں راضی ہوں۔ اور اگر دعاء قبول نہیں ہوتی تو اس کے قلب میں شکایت پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ محبت میں ناگوار باتیں بھی سب گوارا ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت پر یا لڑکے پر عاشق ہو جائے اور وہ اس کو مارے پیٹے تب بھی اس کو ناگوار نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ سے محبت ہونا فطری ہے ہر شخص کو۔ یہاں تک کہ کفار کو بھی محبت حق تعالیٰ سے ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ گو وہ محبت اجمالی اور ناتمام ہی سہی۔ تو جتنے فضائل ترک دعا میں ہیں ان سب کا مجموعہ دعا میں مع شئ زائد حاصل ہے۔

علاوہ اس کے اختیار دعاء میں یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ کیا ٹھکانہ ہے رحمت کا کہ باوجود اس علم کے کہ فلاں حالت حق تعالیٰ کے علم میں اس کی مصلحت کے خلاف ہے، پھر بھی ہماری تسلی کے لئے اس کا مانگنا ہمارے لئے جائز فرمادیا ہے۔ اس تصور سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا غلبہ ہو کر عجیب کیفیت ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ دعا کیوں نہ مانگیں۔ جب ہم روز یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دعا مانگتے ہی مل جاتا ہے۔ شاید دو تین مواقع بھی ایسے مشکل سے نکلیں گے کہ جن میں دعا قبول نہ ہوئی ہو۔

پھر مولانا عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ بلا دعاء جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔ فرمایا کہ یہ تو مسئلہ قدر میں آپ گفتگو کرنے لگے۔ اس کی بحث علیحدہ ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر نماز روزہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ جنت دوزخ جو کچھ ملنی ہے مل جائے گی۔ اور میں نعوذ باللہ حضرت شیخ کا معارضہ نہیں کرتا لیکن اپنا اپنا مذاق ہے۔

بعض احوال میں رخصت پر عمل افضل ہے

اور میں تو بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے افضل سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص ہمیشہ عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے۔ اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہو گیا اور اب تک کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ یہ کس قدر گندہ خیال ہے بر خلاف اس کے جو بعض دفعہ رخصتوں پر عمل رکھتا ہے اس کو اپنے عمل پر نظر کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اپنے ذکر و شغل کو بھی وہ یوں ہی گیڑ پیڑ سمجھتا ہے۔ اس کو جو کچھ بھی عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے ہمیشہ زیادہ سمجھتا ہے اور در صورت عدم ورود کیفیات وغیرہ کے بھی اس کو کبھی شکایت نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کرتا ہوں۔ جو ثمرات کا مستحق ہوں اور سابق الذکر شخص ہمیشہ ثمراتِ عظیمہ کا منتظر رہتا ہے اور در صورت عدم عطا اس کو شکایت پیدا ہوتی ہے۔

بہر حال رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اس کو طبعاً حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہمارے قلوب بالخصوص اس زمانہ میں ایسے ضعیف ہیں کہ بلا مشاہدہ رحمت کے حق تعالیٰ سے تعلق محبت کا پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کس قدر بڑی نعمت ہے اور یہ تقریر عام طور سے تو کہنے کے قابل نہیں تھی۔ (یہاں پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب اس مضمون کی اشاعت کر دی گئی تو پھر مخفی کہاں رہا؟ کیونکہ جب یہ ظاہر کر دیا گا کہ یہ تقریر عام طور سے کہنے کے قابل نہیں ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ اس مضمون میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ گویا یہ تنبیہ ہے کہ اگر غلط فہمی ہونے لگے تو کسی محقق سے رجوع کرے۔ از خود کوئی غلط معنی نہ سمجھ لے) کیونکہ لوگ عمل میں ست ہو جائیں گے، لیکن خیر اس وقت تو یہاں کوئی ایسا نا سمجھ نہیں ہے۔

زُہد ترکِ لذات کا نام نہیں، بلکہ تقلیل لذات کافی ہے

جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے پھر زُہد کی فضیلت کی بابت عرض کیا۔ فرمایا کہ زُہد ترک لذات کا نام نہیں ہے بلکہ محض تقلیل لذات زُہد کے لئے کافی ہے۔ یعنی لذات میں انہماک

نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہئے، وہ چیز منگانی چاہئے۔ کہیں کے چاول اچھے تو وہاں سے چاول آرہے ہیں، کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا۔ نفیس نفیس کپڑوں اور کھانوں کی فکر میں رہنا یہ منافی زُہد کے ہے۔ ورنہ اگر بلا تکلف و بلا اہتمام خاص کچھ لذات میسر ہو جائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے، شکر کرنا چاہئے۔ بہت کم کھانا بھی زُہد نہیں ہے، نہ یہ مقصود ہے۔ اس کے کم کھانے سے کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں توفیر جمع نہ ہو جاوے گی۔ یہ نہ ہو گا کہ بھائی بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے لیکن اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہو جاوے۔

نفس کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق

حضرت حاجی صاحب کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے، میرا تو یہ خیال ہے ؎

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

جس دن معلوم ہوتا ہے کہ آج اچھی چیز پکی ہے اس دن کام کرتے وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ فارغ ہو کر اچھی چیز کھانے کو ملے گی۔ نفس کے واسطے کوئی ابھارنے والی چیز ضرور ہونی چاہئے۔ حضرت حاجی صاحب نے ایک روز فرمایا کہ میاں اشرف علی پانی ہمیشہ ٹھنڈا پینا چاہئے کہ ہر بُنِ موئے الحمدللہ نکلے۔ ورنہ گرم پانی پی کر زبان تو الحمدللہ کہے لیکن دل شریک نہ ہو گا۔

عارف کے نزدیک جاہ عندالخالق کا قصد بھی ناپسندیدہ ہے

پھر حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی بھی عجیب شان تھی، فرماتے تھے کہ جاہ عندالخلق تو سب کے نزدیک مذموم ہے لیکن جو لوگ عارف ہیں ان کے نزدیکِ جاہ عندالخالق کا بھی قصد ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے نزدیک کبیر بننا چاہتا ہے۔ تو گویا یہ اپنے نزدیک ایسی شان رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی نظروں میں بھی باوقعت ہو سکے۔ پھر ہمارے حضرت مولانا علیہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے اور اس کی

ایک میرے ذہن میں مثال آئی ہے جس سے اس مضمون کی بابت پورا شرح صدر ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک معشوق فرض کیجئے کہ جو دنیا بھر کے حسینوں سے بڑھ کر حسین و جمیل ہو اور اس کے مقابلہ میں اس کے ایک عاشق کا تصور کیجئے جس سے بڑھ کر دنیا بھر میں کوئی بد شکل اور بھونڈی صورت کا نہ ہو یعنی جو اندھا، لنجہ، گنجا، کھدرہ ہر طرح بھنڈی بھانت کا، ناک بھی پچکی ہوئی، ہونٹ بھی موٹے موٹے، دانت باہر کو نکلے ہوئے کالا بھجنگ، چیچک کے گہرے گہرے داغ چہرے پر، غرض کوئی عیب نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ اب ایسا شخص اگر عمل حب کا کراتا پھرے کہ کسی طرح اس کا حسین و جمیل معشوق خود اس کے اوپر عاشق ہو جائے تو کیا لوگ اس کو پاگل نہ سمجھیں گے اور کیا اس کی اس آرزو کو خلل دماغ ہی نہ بتلائیں گے۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر تفاوت حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان اور ایک بندہ کی شان میں ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی شان عبدیت

پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ میں شان عبدیت بے حد غالب تھی۔ اپنے آپ کو فاسق فاجر سے بھی زیادہ برا سمجھتے تھے۔ نزول کامل حاصل تھا۔ ایسے شخص سے فیض ارشاد بہت زیادہ جاری ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ قول تو بطور کلیہ کے تھا۔ ایک واقعہ جزئیہ بھی یاد پڑا جو حضرت کی اس شانِ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے اور جس سے حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

ایک مرتبہ کسی نے کسی ایسے عمل کی درخواست کی کہ جس سے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہو جاوے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے درجے کے لوگ ہو، تمہارے بڑے حوصلے ہیں کہ حضرت کی زیارت کی تمنا ہے۔ ہم کو تو اگر حضرتؐ کے گنبدِ خضرا ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اسی کو ہزار غنیمت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم تو ایسے بھی نہیں کہ حضرتؐ کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کے قابل ہوں۔ تمہارے بڑے حوصلے ہیں کہ خود حضرتؐ کی زیارت کی تمنا ہے۔ ہمارا تو خیال بھی اتنی دور نہیں جاتا۔

ملفوظ (۱۰۳) آجکل سلامتی یکسوئی میں ہے

فرمایا کہ آجکل سلامتی یکسوئی اور عزلت ہی میں ہے۔ ایک بزرگ کا قول کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ عزلت میں بھی یہ نیت نہ ہونی چاہئے کہ میں لوگوں کے شر سے محفوظ رہوں،

بلکہ یہ نیت ہونی چاہئے کہ میں مثل سانپ بچھو کے ہوں، مجھ کو الگ ہی رہنا مناسب ہے، تاکہ لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں۔

اللہ اکبر! سلف نے کہاں تک احتیاط عجب وغیرہ سے کی ہے، لیکن بعضے خیال کا بہ تکلف جمانا بڑا مشکل ہے۔ اب آج کل ہمارے زمانے میں ایسے نفوس کہاں ہیں کہ عزلت میں یہ نیت کر سکیں۔ یہ خیال جمانا ہے ذرا مشکل کہ ہم عزلت اختیار کر کے دوسروں کو اپنے شر سے بچاویں۔ اس لئے میں نے اس میں کچھ ترمیم تجویز کی ہے کہ یہ نیت کرے کہ بعض کو اپنے شر سے محفوظ رکھوں اور بعض کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھوں، یہ آسان ہے۔

عزلت میں سلامتی ہونے کے ذکر میں یہ بھی ارشاد ہے کہ گو میرے ماموں صاحب کا مشرب بوجہ غلبۂ حال کے ہم لوگوں سے جدا تھا لیکن تجربہ کار اور دانشمند شخص تھے۔ فرماتے تھے کہ دیکھو میاں اشرف علی ایسا کبھی نہ کرنا کہ دوسروں کے جوتوں کی حفاظت میں اپنی گٹھڑی اٹھوا دو۔ اپنی گٹھڑی کی حفاظت دوسرے کے جوتے کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے۔

سو واقعی بڑے تجربہ کی بات فرمائی۔ آدمی دوسرے کی دنیا کے نفع کے پیچھے اپنے دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے، اور اگر دوسرے کے دین کی حفاظت میں اپنے دین کا اندیشہ ہو تو بھی اپنے دین کی حفاظت مقدم ہے۔

ملفوظ (۱۰۴) چاند کے شر سے پناہ

عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں چاند کے متعلق جو یہ دعا آئی ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا لْغَاسِقِ تو چاند میں کیا شر ہے؟ فرمایا کہ بہت سے شر ہیں۔ مثلاً چاند کی روشنی میں کسی برے کام کے واسطے چلنا، کسی کو بُری نگاہ سے گھورنا وغیرہ۔

ملفوظ (۱۰۵) معصیت پر غصہ کرنے میں عجب کے شبہ کا جواب

جناب مولوی ظفر احمد صاحب سلمہ نے عرض کیا کہ معصیت پر غصہ کرنے میں عُجب تو نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ غصہ کرنا بُغض فی اللہ ہے اور بہت اچھی بات ہے لیکن دوسرے کو حقیر نہ سمجھے، غصہ ذات فعل پر ہونا چاہئے اور یہ سمجھے کہ گو اس معصیت کے اعتبار سے یہ شخص اچھا نہ سہی لیکن ممکن ہے کہ اس کے اندر اور اوصاف ایسے ہوں جو مجھ میں نہیں ہیں اور مجموعی حیثیت

سے یہ شخص مجھ سے افضل ہو یا یہ سوچے کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ کیا خبر کہ کس کا خاتمہ کیسا ہو۔ اس پر جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ جب یہ خیال ہوگا تو پھر غصہ ہی کیوں رہے گا، فرو نہ ہو جائے گا۔ فرمایا کہ جی فرو کیسے ہو جائے گا جبکہ اس کا سبب موجود ہے جس سے وہ غصہ پیدا ہوا تھا۔ اس خیال سے غصہ فرو نہیں ہوتا، جیسا کہ مشاہدہ ہے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، البتہ دوسرے کی تحقیر قلب سے نکل جاتی ہے۔

ملفوظ (۱۰۶) خواب کی بات پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا

ایک نو مسلم صاحب نے خواب میں اپنے والد کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا بیان کیا، حالانکہ وہ بظاہر اسلام نہیں لائے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مولوی اصغر حسین نے اس خواب کی بابت فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ دل میں اسلام لائے ہوں لیکن اپنا اسلام ظاہر کرنے کی ہمت نہ ہوئی ہو۔ نو مسلم صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ اس سے میرے لئے اپنے والد کی بابت کوئی خاص حکم ودعاء واستغفار وغیرہ کا تو نہیں ثابت ہوتا۔ فرمایا کہ جی آپ کے لئے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ بالخصوص خواب کی بات پر کوئی حکم کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ خواب میں جو نظر آتا ہے وہ ایک قسم کا ظل ہوتا ہے جس کا واقعہ اکثر محتاج تعبیر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک صاحب تشریف لائے اور ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لائے اور عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! اس کے اوپر حد جاری فرمائی جاوے۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ خواب کے زنا پر کہیں حد کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرتؓ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ اس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، اس کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ اچھا اس کو دھوپ میں کھڑا کر دو اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کے سایہ پر سو درے لگا دیوے، کیونکہ خود اس شخص نے تو زنا کیا نہیں ہے، اس کے وجود ظلی نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ اس کے سایہ کو جو اس کا وجود ظلی ہے دُرّے لگا دیئے گئے۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ! خلفائے اسلام بڑے زیرک اور عاقل ہوئے ہیں۔

ملفوظ (۱۰۷) تصنیف کی قدر

ایک کمیاب کتاب جس کا حوالہ مثنوی شریف کے کسی حاشیہ میں تھا حل مقام کے لئے

حضرت نے خاص طور سے بزمانہ تصنیف کلید مثنوی اٹاوہ سے منگوائی اور جس روز آئی اسی روز دیکھنے کے بعد واپس فرمادی۔

فرمایا کہ دیکھئے آٹھ آنہ پیسے خرچ ہوئے ہیں۔ آج ہی واپس کر رہا ہوں، کوئی تصنیف کی قدر کیا جانے۔ اب میں اس مقام پر ایک سطر میں مطلب لکھ دوں گا۔ وہاں پڑھنے والوں کو یہ کیا معلوم ہوگا کہ اس کے لئے اتنی زحمت اٹھانی پڑی تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک کتاب دیکھنے کے لئے مظفر نگر کے سفر کا ارادہ کیا تھا، لیکن معلوم ہوا کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ اب میں محض اپنی یاد سے لکھ سکوں گا۔ پورا اطمینان نہ ہو سکا جو دوبارہ دیکھنے سے ہوتا۔

ملفوظ (۱۰۸) خدمتِ خلق بڑی چیز ہے

مغرب کے وقت فرمایا کہ صبح سے اس وقت تک گھر نہیں گیا۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں بے چاری اکیلی ہوتی ہے اور دن بھر اکیلی بیٹھی رہتی ہے، لیکن ان اللہ کی بندی میں ایثار اور راحت رسانی خلق کا مادہ اس قدر ہے کہ کبھی کچھ نہیں کہتیں۔ بلکہ کہا کرتی ہیں کہ جس میں تمہیں راحت ہو وہی کرو۔ میری وجہ سے اپنے کسی معمول میں فرق نہ ڈالو۔ ان میں خدمت مخلوق اور ایثار بہت ہی زیادہ ہے۔ دوسروں کو راحت پہنچانے کے لئے آپ ہمیشہ تکلیف میں رہتی ہیں۔ اسی شفقت و ایثار کی بدولت وہ مقروض تک ہو جاتی ہیں اور گو میں ان کو منع ہی کرتا رہتا ہوں کہ اتنی تکلیف کیوں اپنے اوپر برداشت کرتی ہو۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ان کی مغفرت انشاء اللہ تعالیٰ اسی کی بدولت ہوگی، کیونکہ خدمتِ خلق بڑی چیز ہے۔ دوسروں کی راحت کے لئے اپنے اوپر تکلیفیں برداشت کرنا آسان کام نہیں ہے۔

ملفوظ (۱۰۹) فتویٰ کا جواب بحالتِ اطمینان دینا چاہئے

ایک صاحب کسی کا دستی استفتاء لائے۔ فرمایا کہ دو پیسہ کا ٹکٹ خرید کر اور پتہ لکھ کر رکھ جاؤ۔ میں بعد کو اطمینان سے لکھ کر ڈاک میں بھیج دوں گا۔ اس وقت جلدی میں نہ معلوم کیا سے کیا لکھ جاؤں۔ پھر فرمایا کہ لوگ بھی غضب کرتے ہیں۔ کبھی ایسا نہ کیا کہ کسی جانے والے کے ہاتھ لکھ کر کسی حاکم کے نام درخواست دے دی ہو کہ بھائی اس کا جواب لیتے آئیو۔ بس یہ تو ضابطہ کے

خلاف ہے اور دین کے لئے کسی ضابطہ ہی کی ضرورت نہیں۔ مسئلوں کا نازک معاملہ ہوتا ہے، کبھی کوئی کتاب دیکھنی ہوتی ہے، اس میں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ کبھی غور کی ضرورت ہوتی ہے، ادھر خط لانے والے کا تقاضا ہوتا ہے۔ جلدی میں کوئی غلطی رہ جائے یا نظر چوک جائے۔

چنانچہ ایک شخص دستی استفتاء فرائض کا لائے۔ میں نے جواب لکھ دیا۔ جب وہ چلا گیا تب خیال آیا کہ جواب میں غلطی ہوگئی، چونکہ اس شخص کا کچھ پتہ نشان نہ دریافت کیا تھا اس لئے سخت پریشان ہوا کہ نامعلوم اس غلطی کا کہاں کہاں اثر پھیلے گا اور نہ معلوم کس کس کے حقوق ضائع ہوں گے۔ نہایت حیران تھا، کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تھی۔ آخر حق تعالیٰ سے دل میں دعا کی کہ اب میرے اختیار سے تو خارج ہو گیا۔ آپ چاہیں تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہی شخص چلا آ رہا ہے۔ کہا کہ مولوی صاحب میں تو بہت دور نکل گیا تھا۔ وہاں جا کر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ آپ نے اس فتوے پر مہر تو لگائی ہی نہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ہاں بھائی ہاں لاؤ۔ مہر تو میں لگایا نہیں کرتا۔ وہ تو حق تعالیٰ نے میری دعا قبول کی ہے جو تم کو واپس بھیجا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے یہ جواب جلدی میں غلط لکھ دیا تھا۔ پھر اس کو صحیح جواب لکھ کر حوالہ کیا۔ اور عزم کر لیا کہ اب آئندہ کبھی دستی فتویٰ کا جواب ہاتھ کے ہاتھ لکھ کر نہ دوں گا۔ چنانچہ اب میں خط لانے والے سے یہی کہہ دیتا ہوں کہ ٹکٹ رکھ جاؤ، ڈاک میں بھیج دوں گا۔

ملفوظ (۱۱۰) جو شخص اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا چاہے اس کو نری دعاء کیا نفع دے سکتی ہے

ایک صاحب کہیں ملازم تھے، وہاں ان کی کسی سے بنتی نہ تھی۔ وہ شکایت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ بھائی برتاؤ وہ چیز ہے کہ دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں۔ **فاذالذی بینك وبینه عداوۃ کانه ولی حمیم۔**

یہ تو کلام مجید ہے۔ اس میں تو کوئی بول ہی نہیں سکتا۔ انہوں نے شکایت کی کہ مجھ کو وہمی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ بھائی مجھے بھی تو لوگ وہمی کہتے ہیں۔ مشبہ بہ تو میں ہوں۔ جب میں ہی بُرا نہیں مانتا تو تم کیوں بُرا مانتے ہو۔ ارے بھائی مخلوق کے بُرا کہنے کا کیا خیال۔ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف رکھنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ تم ہو بڑے تیز۔ ہر وقت نیام سے باہر ہی رہتے ہو۔ اِدھر

کاٹ دیا اُدھر کاٹ دیا۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ میاں نکاح کرلو سب جوش نکل جائے گا۔ اور اگر وہ بھی تیز ہوئی تو پھر تمہیں باہر ہی کے لوگ غنیمت معلوم ہونے لگیں گے۔ وہ تمہارا پورا پورا علاج کردے گی۔ میاں ؎

چہ تواں کرد مرد ماں ایں اند : باہمیں مرد ماں بباید ساخت

ایک تو میں ویسے ہی تیز مزاج مشہور ہوں اور تم اور بھی مجھے بدنام کرتے ہو کہ یہ وہاں کا تعلیم یافتہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے۔ فرمایا کہ بھائی تم بھی تو ہمت کرو، نری دعا سے کیا ہوتا ہے۔ حضرت جی صاحب سے بمبئی کے ایک سیٹھ نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے حج کی دعاء کردیجئے۔ فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کروں گا کہ ایک روز کے لئے مجھ کو اپنے اوپر پورا اختیار دے دینا۔ عرض کیا کہ کیا کیجئے گا۔ فرمایا کہ کروں گا کیا، بس جس روز جہاز جدہ جانے لگے گا تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھادوں گا۔ جدہ پہنچ کر مکہ معظمہ پہنچ جاؤ گے، وہاں سے حج ہو جائے گا۔ سو واقعی جو شخص اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا چاہے اس کو نری دعاء کیا نفع دے سکتی ہے۔

ملفوظ (۱۱۱) دنیا کی معمولی باتیں بجز اہلِ فن کے ہماری سمجھ میں نہیں آتیں

مطبع کے کسی دستور العمل کی مصلحت جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب سے سن کر فرمایا کہ دیکھئے اس میں یہ نکتہ ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے معمولی باتیں دنیا کی بجز اہل فن کے ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ مدعیوں کے نزدیک دین میں کوئی نکتہ ہی نہیں جو سب اجتہاد کرنا چاہتے ہیں۔

ملفوظ (۱۱۲) خود رائی کی مذمت

ایک خط میں کسی نے یہ لکھا تھا کہ کلام کا بلا معنی پڑھنا لا حاصل ہے بدلالت آیت وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ الخ فرمایا کہ افسوس لوگوں کو کیا ہو گیا کہ خود رائی اس درجہ ہو گئی ہے کہ کلامِ مجید ہی کو اڑانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو جواب لکھنے سے کچھ نفع نہیں لیکن اس لئے لکھ دیتا ہوں کہ شاید اوروں کو ان کی تقریر سے شبہ پڑ جائے۔ چنانچہ جواب لکھ دیا گیا کہ اس میں ان یہود کی تفتیح ہے جو نہ علم کو ضروری سمجھتے تھے نہ عمل کو، پس اس کی مذمت ہے نہ کہ ترجمہ

نہ جاننے کی۔

ملفوظ (۱۱۳) پیر ڈھونڈنے کا طریقہ

ایک خط میں لکھا آیا تھا کہ پندرہ برس سے دعا کامل پیر ملنے کی اور رزق کی مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہوئی۔ گو شکایت نہیں کرتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ پیر ملنے کی کیوں دعا کی ہے۔ اس سے تو یوں دعا کرتے کہ کوئی پیر خود گھر بیٹھے مجھ کو آ کر ڈھونڈ لے۔ اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ ایسے شکوک دور بیٹھے رفع نہیں ہوتے زبانی گفتگو کی ضرورت ہے۔

۶- جمادی الاول ۳۳ھ

ملفوظ (۱۱۴) مدرسہ کے اساتذہ کرام کا احترام

اپنے ایک عزیز کے لڑکے کو جو قرآن مجید سنانے مسجد میں آیا تھا فرمایا کہ دیکھو تم یہاں مسجد میں مجھے کلامِ مجید سنانے مت آیا کرو۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں صبح جنگل سے واپس آیا کروں تو گھر میں تم پہلے سے موجود رہا کرو، وہاں میں سن لیا کروں گا۔ کیونکہ تم نے اپنے سب استادوں کو خفا کر رکھا ہے اور اب مدرسہ میں تمہارا کوئی سبق نہیں ہوتا۔ اگر میں تم کو یہاں آ کر کلامِ مجید سنانے کی اجازت دوں گا تو مدرسہ کے اساتذہ کی دل شکنی ہے۔ سب لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ اپنے عزیزوں کے ساتھ رعایت کرتا ہے۔ اس میں ہماری بدنامی ہے۔ اور اگر یہاں پھر کبھی تم سے کوئی حرکت ہو گئی تو بس یہی ہو گا کہ اس نے یہاں آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور گھر پر بھی سن لینے کے لئے میں نہ معلوم کیا سوچ کر راضی ہو گیا ہوں، ورنہ تمہیں اپنی حرکتیں خود معلوم ہیں۔ ان کی وجہ سے تمہارا منہ دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔

ملفوظ (۱۱۵) دُہری لوٹ

مولوی انعام اللہ صاحب صاحبِ مطبع نے دو جلدیں نشر الطیب کی حضرت کی خدمت میں ہدیہ بھیجیں۔ اور ایک حضرت کے نسبتی بھائی کے لئے بھی بھیجی۔ ان کی یہ سعادت کہ انہوں نے حضرت سے اجازت طلب کی کہ میں لوں یا نہ لوں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں ان کی اس بات سے بہت خوش ہوا کہ بغیر میری اجازت کے کتاب نہیں لی۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر مولوی

انعام اللہ کا تم سے ایسا تعلق ہو کہ اگر مجھ سے ان کی لڑائی بھی ہو جائے تب بھی تم سے تعلق باقی رہے۔ گو وہ تعلق شروع میں میرے ہی تعلق کی وجہ سے ہوا ہو لیکن اب وہ ایسا ہو گیا ہو کہ میرے تعلق پر موقوف نہ رہا ہو تو لینے میں مضائقہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جی تعلق تو آپ ہی کی وجہ سے ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو واپس کر دو۔ پھر مولوی عبداللہ صاحب سے فرمایا کہ مولوی انعام اللہ کو لکھ دیجئے کہ وہ اس بات سے سخت ناراض ہوا، کیونکہ اس کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اس کے ساتھ اس کے عزیزوں کو بھی ہدیہ بھیجا جاوے۔ پھر فرمایا کہ یہ تو رشوت سی ہوئی۔ وہی حدیث کا مضمون ھلا جلس فی بیت اُمِّهٖ۔ یہ تو دوہری لوٹ ہے کہ پیر کو بھی دو اور پیر کے عزیزوں کو بھی دو۔ میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اس سے خواہ مخواہ اوروں کو تکلیف اور تنگی ہوتی ہے اور جو میرے عزیزوں کو میرے تعلق کی وجہ سے دیا جاوے اس کا بھی تو احسان آخر میرے ہی اوپر ہوتا ہے۔ میں ایسے بار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ (۱۱٦) شقوق فرض کر کے جواب دینا عاصی کے لئے سخت مضر ہے

ایک موٹی سمجھ کے گاؤں کے طالب علم نے مسئلہ پوچھا کہ فلاں جگہ سے میں سوار ہو کر فلاں جگہ اترا۔ حالانکہ ریل کا ٹکٹ میں نے صرف تھوڑی ہی دور تک کا دو آنہ پیسہ دے کر لیا تھا۔ پھر اس جگہ سے بھی تھوڑی دور تک کا ٹکٹ لے کر چوری سے ریل میں بیٹھا ہوا دور تک چلا آیا جہاں پکڑا گیا وہاں سے کچھ انتظام ہو گیا اور ٹکٹ لے کر یہاں تک پہنچا۔ اب میں کتنے کا ذمہ دار رہا؟

حضرت نے سمجھنا چاہا لیکن وہ اسی بات کو دہرانے لگا جو اس کے ذہن میں پیشتر تھی۔ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ دیکھئے کتنی موٹی سمجھ ہے کہ اتنی معمولی بات بھی ذہن میں نہیں آتی۔

خیر وہ شخص تو معذور ہے جو سمجھنے کا ارادہ کرے اور پھر بھی سمجھ میں نہ آوے لیکن یہ لوگ تو سمجھنے کا قصد ہی نہیں کرتے۔ احقر نے اجازت لے کر اس طرح سمجھانا چاہا کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک کا جو کرایہ ہو اُس میں سے جو تم دے چکے ہو اُس کو گھٹا کر باقی ادا کر دو۔ مثلاً اگر دو روپیہ ہوں۔ بس اسی قدر کہنے پایا تھا کہ فرمایا جناب اگر مگر کے ساتھ ان لوگوں کو بتلانا بالکل مفید

نہیں بلکہ سخت مضر ہے۔ پھر اس سے کہا کہ تم پہلے یہ دریافت کراؤ کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک کا کیا کرایہ ہے؟ پھر ہم سے مسئلہ پوچھنا۔ تب بتلائیں گے کہ کیا تمہارے ذمہ رہا۔

پھر فرمایا کہ شقوق فرض کر کر کے جواب دینا عامی کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ اس کو اتنا تمیز نہیں ہوتا کہ وہ ہر شق کے جواب کو علیحدہ علیحدہ منطبق کر سکے۔ ایک شق کے جواب کو دوسرے شق پر منطبق کرے گا۔ اس لئے پیشتر اس سے واقعہ کی صورت کو متعین کرالینا چاہئے، پھر اس کا جواب بتلادے۔ مختلف شقوق کے مختلف جواب اس کے سامنے پیش نہیں کرنے چاہئیں کہ فلاں صورت ہو تو فلاں جواب ہے اور فلاں صورت ہو تو فلاں۔ اکثر لوگ خطوط میں ایسے گنجلک سوالات بھیجتے ہیں، مجھے بڑا خلجان ہوتا ہے۔ اب اس شخص سے تو سب امور کی تنقیح کرلی گئی۔ خط لکھنے والے سے یہ کس طرح ممکن ہے۔

ایسی صورت میں اکثر تو یہ لکھ دیتا ہوں کہ کسی عالم سے زبانی پوچھ لو۔ اور بعض اوقات تنقیحات قائم کر کے لکھ بھیجتا ہوں لیکن اس صورت میں لکھتے وقت ممکن ہے کوئی تنقیح ذہن میں نہ آوے اور پوچھنے سے رہ جاوے۔

ملفوظ (۱۱۷) ادب یا ایذاء رسانی

ایک صاحب بعد مغرب حضرت کی پشت کی طرف بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ ساری مسجد میں آپ کو یہی جگہ بیٹھنے کو ملی ہے۔ مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ انصاف کیجئے کہ اگر آپ کی پشت کی طرف کوئی بیٹھ جاوے تو آپ کو کس قدر خلجان ہو۔ پھر میرے لئے آپ نے اس تکلیف کو تجویز کیا۔

پھر فرمایا کہ لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نہایت ایذاء کی بات ہے۔ بعد فراغ ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کچھ کہنا ہے۔ انہوں نے کوئی حالت باطنی عرض کی۔ اس کا جواب حضرت نے شروع ہی کیا تھا کہ دوران تقریر ہی میں وہ پھر اسی سوال کو دہرانے لگے۔ حضرت نے ناراض ہو کر فرمایا کہ آپ نے پھر اپنی تقریر شروع کر دی۔ آپ کو میرا جواب سننا مقصود نہیں۔ جب آپ سوال کر چکے تو میں نے اپنا جواب دینا شروع کیا' ادھر آپ نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس طرح تو عمر بھر بھی تعلیم ختم نہ ہو سکے گی۔ اس پر انہوں نے معذرت چاہی۔ فرمایا کہ آپ دودھ

بڑے بچے تو ہیں نہیں جو ایسی باتیں بھی نہ سمجھ سکیں۔ جب آپ سوال طریقہ سے کریں گے تب جواب دیا جائے گا۔ یہاں ایسے سستے جواب نہیں ہیں۔ جب آپ کو جواب کی قدر ہی نہیں تو میں جواب کیوں دوں۔ یہ فرما کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں وہ صاحب رک کر کھڑے ہو گئے تاکہ حضرت آگے چلیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں راستہ میں کسی کا ساتھ ہونا پسند نہیں کرتا۔ اگر آپ کو کہیں جانا ہے تو آگے بڑھ جائیے۔ انہوں نے اصرار کیا، فرمایا کہ آپ نے پھر مخالفت کی۔ اگر ادب کا خیال ہے تو آپ بہت آگے بڑھ جائیے اور مجھ سے علیحدہ چلئے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا، دنیا سے تہذیب اٹھ ہی گئی۔

۷ جمادی الاولیٰ ۳۲ھ

ملفوظ (۱۱۸) مشغولی بھی بڑی سلامتی کی چیز ہے

کل سے حضرت کی ناک میں نہایت سخت تکلیف ہے، ورم بھی ہو گیا ہے۔ آج صبح احقر نے اس تکلیف کے افاقہ کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ جی ابھی تکلیف ہے۔ چت لیٹا رہوں تو کسی قدر سکون رہتا ہے۔ بیٹھے رہنے سے دماغ تک درد کا اثر پہنچتا ہے اور سجدہ کرتے وقت تو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زیادہ دیر تک ماتھا نہیں ٹیکا جاتا اور ناک تو بالکل ہی نہیں ٹیکی جاتی۔ پھر فرمایا کہ جی عارضی تکلیف ہے۔ انشاء اللہ جاتی رہے گی۔

پھر فرمایا کہ جب تک مثنوی شریف کی شرح لکھتا رہا تب تک کوئی شکایت بفضلہٖ نہیں ہوئی۔ بہت اچھی صحت رہی، اس کے ختم ہوتے ہی یہ تکلیف ہو گئی۔ اسی طرح دفتر اول کی شرح ختم کرنے کے بعد میں بہت سخت بیمار ہو گیا تھا۔ میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ جب تک کوئی کام رہا تب تک تو میری صحت بہت اچھی رہی، کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور جہاں کام ختم ہوا بس کچھ نہ کچھ شکایت ضرور پیدا ہو گئی۔ بس خدا جس سے کام لینا چاہیں وہی کام کر سکتا ہے۔ بندہ خود کچھ نہیں کر سکتا۔

اب یہ امور بھلا کس کے اختیار میں ہے۔ پھر فرمایا کہ مشغولی بھی بڑی سلامتی کی چیز ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ کسی نہ کسی شغل میں مشغول رکھیں۔ پہلے کتاب کے کام میں

مشغول رکھا اب یہ کہ ناک کی تکلیف میں مشغول رہو۔ احقر نے عرض کیا کہ اب حضور کوئی اور کام سوچ لیں۔ فرمایا کہ یہ بھی منجانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس نیت سے کام کرنا کہ صحت اچھی رہے یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت کے اعتبار سے یہی حالت بہتر ہو ممکن کیا بلکہ ہے ہی بہتر۔ مولانا فرماتے ہیں ؎ "آدمی اندر بلا بہتر بود"

اور یہ کس قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ پریشانی نہیں۔ تکلیف تو پریشانی سے ہوتی ہے ورنہ کچھ بھی تکلیف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ پریشانی بالکل بھی نہیں۔ اگر پریشانی دے دیتے تو کیسی تکلیف ہوتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ ؎

درد از یار ست و درماں نیز ہم

یہ سکون ہی درماں ہے بلکہ درماں سے بھی بڑھ کر۔ پھر دوسرا مصرعہ پڑھا:

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم ؎

ملفوظ (۱۱۹) نو عمر مولوی صاحب کی اصلاح

ایک نو عمر مولوی صاحب دوپہر کی گاڑی سے آئے۔ حضرت سہ دری میں پردے چھڑوا کر قیلولہ کے لئے آرام فرما رہے تھے۔ انہوں نے اول تو پردہ میں سے جھانک کر دیکھا۔ پھر اندر آ کر پیر دبانے لگے۔ حضرت نے اس طالب علم سے جو پہلے سے پیر دبا رہا تھا کہا کہ ان سے کہہ دو کہ تم نئے آدمی ہو تو نئے آدمی کو پیر دبانے کی اجازت نہیں۔ بعد نمازِ ظہر حضرت حسب معمول سہ دری میں تشریف لا کر بیٹھے اور ملنے والے بھی آ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت نے ان مولوی صاحب سے خطاب فرمایا کہ مولانا آپ کو دو تین مسئلے بتلانے ہیں کہ جن کے نہ جاننے کی وجہ سے آپ سے غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ ہوئی ہیں۔ اول مجھے آپ یہ بتلائیے کہ مسئلہ استیذان کو آپ نے زنانہ مکان کے ساتھ ہی خاص سمجھ رکھا ہے یا مردانہ مکان سے بھی جب خلوت ہو متعلق سمجھتے ہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ دونوں سے متعلق ہے۔ پھر فرمایا کہ اچھا ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔

دوسرے میں یہ پوچھتا ہوں کہ مکان کے اندر جھانک کر دیکھنا نص حدیث بمنزلہ اس کے اندر داخل ہونے کے ہے یا نہیں۔ اس سے مولوی صاحب نے ناواقفی فرمایا کہ آپ نے حدیث

پڑھی ہے اور قطع نظر حدیث کی ممانعت کے یہ تو موٹی بات ہے۔ مسئلہ استیذ ان قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اندر داخل ہونے کی جو غرض ہے وہ جھانک کر دیکھنے میں بخوبی حاصل ہے۔ لہٰذا ممانعت کے اندر یہ بھی داخل ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ افسوس ہے آپ نے ان کھلے مسئلوں پر بھی عمل نہیں کیا۔ کیا آپ نے علم اسی لئے پڑھا تھا کہ اس پر عمل نہ کیا جاوے۔ میں تھک تھکا کر تھوڑی دیر کے لئے اسی لئے پردے چھڑوا کر پڑ رہتا ہوں کہ کچھ آرام کرلوں۔ اگر مجھ کو ایسا ہی جلسہ عام کرنا تھا تو آپ نے یہ تو دیکھا ہوتا کہ پردے کیوں چھڑواتا۔ باوجود اس کے آپ نے جھانک کر کیوں دیکھا؟

مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے گھڑی دیکھی تھی۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ پھر آپ اندر بلا اجازت کیوں چلے آئے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اذانِ ظہر کی ہو گئی تھی۔ فرمایا کہ اذان نے یہ کہہ دیا تھا کہ اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے ایک اور صاحب کو بیٹھے دیکھا، اس لئے میں بھی چلا آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو یہ احتمال نہ ہوا کہ ممکن ہے اس خاص کو اجازت ہو گئی ہو اوروں کو نہ ہو۔ اس کے ہونے سے آپ نے یہ کہاں سے استنباط کر لیا کہ سبھی کو اجازت ہو گئی۔

بس بات یہ ہے کہ آپ کو اپنی غرض پیش نظر تھی۔ اپنے مقصود کے سامنے دوسرے کی تکلیف آرام کا آپ کو کچھ خیال نہ ہوا۔ بس ملنے آئے تھے تو آتے ہی یہ چاہا کہ ابھی جا کر چھاتی پر سوار ہو جائیں۔ حلال حرام کی آپ کو کچھ فکر نہ ہوئی۔ یہ نہ سوچا کہ لاؤ غور تو کرلیں کہ ایسا کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ عالم ہو کر آپ کو ذرا اہتمام دین کا نہیں۔ بھلا مقتدا بن کر آپ مخلوق کو سوائے اس کے کہ برباد کریں اور کیا نفع پہنچا سکتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ پردے چھوڑوا کر چادر اوڑھ کر سونے کے لئے پڑا تھا۔ نیند آنے کے لئے میں لیٹ کر کتاب دیکھنے لگتا ہوں اور کتاب دیکھتے دیکھتے سو جاتا ہوں۔ جب میں نے جھانکتے ہوئے دیکھا تو خیال ہوا کہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ سونا مقصود نہیں اور آ کر باتیں کرنے لگیں۔ میں نے جھٹ کتاب ہاتھ میں سے رکھ دی۔ پھر میں نے بھی جھانک تاک کر دیکھنا شروع کیا۔ جب دیکھا کہ اب چلے گئے تب پھر کتاب ہاتھ میں لے لی۔ ان کی وجہ سے مجھے یہ مکر کرنا پڑا۔ پھر آپ نے آ

کر پیر دبانا شروع کر دیئے۔ چونکہ میں بلا خوب جان پہچان کے اور بلا بے تکلف ہوئے کسی نئے آدمی سے کوئی خدمت نہیں لیتا۔ اس لئے میں نے طالب علم سے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر نئے آدمی ہوں تو نئے آدمی کو خدمت کی اجازت نہیں۔

غرض انہوں نے آج ایسا پریشان کیا کبھی جھانکا کبھی تاکا، کبھی اندر آ کر پیر دبانے لگے، غرض سونے نہ دیا۔ ایسی موٹی موٹی باتوں میں بھی لوگ غور نہیں کرتے۔ یہ کس قدر ایذا پہنچانے کی باتیں ہیں۔ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ بس آتے ہی ان کا کام ہو جائے۔ ایک منٹ بھی نہ لگے۔ چاہے موقع ہو یا نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ آپ کو ظہر کی نماز میں مجھ سے ملنا چاہئے تھا۔ اور اس کے بعد یہاں آ کر مفصل ملاقات کرتے۔ یہ نہیں کہ آتے ہی چھاتی پر آ کر سوار ہو گئے۔ انہیں صاحب نے بعد عصر کچھ ہدیہ پیش کیا۔ فرمایا کہ اول تو آپ طالب علم ہیں، اس لئے مصلحت نہیں۔ دوسرے آپ نے آتے ہی مکدر کیا اور میں نے آپ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو آپ کے ساتھ سختی کروں اور آپ میرے ساتھ احسان کا معاملہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ناگوار نہیں ہوا۔ فرمایا کہ مجھے تو شرمندگی ہے امر طبعی کو کیا کروں۔

ملفوظ (۱۲۰) محسوسات کا ادراک بھی خدا تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے

مولوی محمد رشید صاحب کانپوری پر فالج گرا تھا۔ عرصہ کے بعد اب وہ اس قابل ہوئے کہ بہ مشکل اپنے ہاتھ سے مختصر سا کارڈ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا جو پوری طرح صاف بھی نہیں تھا۔

فرمایا کہ دیکھئے انسان کی کیا حقیقت ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ ہم بہت کام کر رہے ہیں۔ اگر لکھتے لکھتے حق تعالیٰ ہاتھ شل کر دیں تو ہم کیا کر لیں۔ اس پر یہ خیال ہے کہ ہم نے یہ کر لیا ہم نے وہ کر لیا۔ احقر نے عرض کیا کہ دماغ پر بھی بہت اثر تھا۔
یہ وقت تمام عصر کے بعد الحمد شریف صحیح سنا سکے تھے، ورنہ بھول بھول جاتے تھے۔ اس روز خوشی میں مٹھائی تقسیم ہوئی تھی۔
یہ سن کر فرمایا کہ یہ وہی مضمون ہوا: لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا. پھر فرمایا کہ

محسوسات کا ادراک بھی تو خدا تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ایک رات کو سفر میں تھا۔ میں گھر کا راستہ بھول گیا۔ دس بارہ منٹ حیران رہا۔ کبھی کہیں چلا جاؤں کبھی کہیں چلا جاؤں۔ حالانکہ گھر اتنا قریب ہے کہ آدمی آنکھیں بند کر کے بھی جا سکتا ہے۔

ملفوظ (۱۲۱) رسوم، قلوب پر کچھ ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ حقائق اعمال پر لوگوں کی نظر ہی نہیں جاتی

ایک شخص ایک تحریری استفتاء لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس میں یہ بات درج نہیں ہے کہ جو شخص طلاق دینا چاہتا ہے اس نے بعد نکاح صحبت کی یا نہیں؟ کیونکہ اس سے حکم بدل جائے گا۔ اس نے کہا کہ کئی سال نکاح کو ہو گئے، صحبت ضرور کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس میں تو یہ نہیں لکھا۔ اگر تم یہ بات صرف زبانی کہتے ہو تو زبانی ہی مسئلہ کا جواب بھی سن لو یا اس میں لکھانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس میں لکھانا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر جب اس میں لکھا لاؤ گے تب اس میں جواب لکھا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے کبھی حاکم کے سامنے درخواست پیش کر کے یہ نہ کہا کہ گو اس میں یہ مضمون نہیں لکھا لیکن زبانی ہی سن لو اور حکم لکھ دو۔ اگر ایسا کیا ہو گا تو یہی حکم ملا ہو گا کہ درخواست خارج، کیونکہ ضابطہ کے خلاف ہے اور علماء بے چارے ایسے ہو گئے کہ ان کے لئے کسی ضابطہ ہی کی ضرورت نہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ اب کی مرتبہ جا کر حضور کے قاعدوں پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا کہ جی میرے قاعدے تو ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے اوروں کو مجھ سے تکلیف پہنچتی ہے۔ میرے قاعدے تو موذی بھی ہیں اور متاذی بھی ہیں۔ ان کو برت کر اور کیا فائدہ نکلے گا۔

پھر فرمایا کہ رسوم قلوب پر کچھ ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ حقائق اعمال پر لوگوں کی نظر ہی نہیں جاتی۔ بس یہ سمجھتے ہیں کہ اور لوگ بھی ایسا کرتے ہیں۔ لاؤ ہم بھی ایسا ہی کریں۔ حق تعالیٰ نے عقل اور دین اسی واسطے دیا ہے کہ ہر عمل کی حقیقت کو سوچیں اور سمجھیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگوں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ ساری خرابی اسی کی ہے۔ کسی کام کے کرنے سے پہلے اگر اس کی حقیقت پر غور کر لیا کریں تو بہت سے مفاسد سے محفوظ رہیں۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ پھر کوئی غلطی ہو گی نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بہت کم غلطیاں ہوں۔ اکثر سے محفوظ ہی رہے گا۔

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

ملفوظ (۱۲۲) بے تمیزی سے دوسرے کو الجھن ہوتی ہے

ناک میں ایک دانہ نکلنے سے اتفاقاً تکلیف ہو گئی۔ اسی دوران میں ایک طالب علم نے عرض کیا کہ میرے آدھے سر میں درد ہے۔ بس اتنا کہہ کر گویا بات ختم کر دی۔ مزاج میں حضرت نے فرمایا کہ بھائی میرے ناک میں درد تمہارے سر میں درد۔ درد والا درد والے کا کیا علاج کرے؟ اس کے بعد اس طالب نے کہا کہ ڈھیلا لایا ہوں، ڈھیلا پڑھ دیجئے۔

حضرت نے شکایت کے لہجہ میں فرمایا کہ پہلے پوری بات کیوں نہیں کہی تھی، پریشان کر کے اور فہم غرض کے فکر میں ڈال کر اب آپ تتمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ آدھی بات تو پہلے کہی اور آدھی بات جب جواب دے چکے تب کہی بھلا پریشان کرنے سے کیا فائدہ نکلا۔

پھر فرمایا کہ خدا جانے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ رات دن یہی باتیں سنتے ہیں۔ پھر بھی کچھ خیال نہیں۔ پھر اس طالب سے کہا کہ خبردار کبھی ادھوری بات نہ کہو۔ پہلے ہی پوری بات کہہ دینی چاہئے تھی کہ سر میں درد ہے۔ ڈھیلا لایا ہوں، پڑھ دو۔ بے حسی بے تمیزی سے دوسرے کو الجھن ہوتی ہے۔

ملفوظ (۱۲۳) ناک بڑھ جانا عزت ہی کی بات ہے

ناک میں ورم ہو گیا ہے جس سے سخت تکلیف ہے۔ مزاج پرسی پر مزاح میں فرمایا کہ تکلیف ہے، انشاء اللہ جاتی رہے گی۔ کیا نقصان ہے ناک کچھ بڑھ ہی گئی ہے، کم تو کچھ ہوئی نہیں۔ ناک بڑھ جانا عزت ہی کی بات ہے۔

ملفوظ (۱۲۴) بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے

فرمایا کہ الحمد اللہ میری اس بیماری سے کام کا کچھ حرج نہیں کیونکہ ضروری الوقت کام سے بفضلہٖ فارغ ہو چکا تھا۔ اگر کام کا حرج ہوتا تو طبیعت ادھر اٹکی رہتی۔ اب بحمد اللہ طبیعت پر کوئی بار نہیں ہے۔ یہ بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے۔ پھر فرمایا کہ بیماری میں اگرچہ حق تعالیٰ ایک تکلیف

دیتے ہیں نیز اس کے ساتھ پچاس راحتیں بھی مہیا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ میری اس بیماری میں بہت سے مسلمان دعا کرتے ہیں اور جو دعا نہیں کرتے وہ صحت کی تمنا ہی کرتے ہیں تو اتنے قلوب کا کسی طرف متوجہ ہو جانا کتنی بڑی رحمت ہے۔ دوسرے ہر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے۔

ناز نخرے اٹھانے والے بہت سے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی خفگی یا ترشی بھی بیمار کی طرف سے ہوتی ہے تو کوئی خیال نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے بے چارے کا مزاج چڑ چڑا ہو گیا ہے۔

غرض بیمار صاحب پڑے اونہہ اونہہ کر رہے ہیں اور تیمار دار خدمتیں کر رہے ہیں۔ اگر بیمار ایسی جگہ ہوتا جہاں اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا۔ تو ظاہر تو یہی ہے کہ بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بیماری میں تیزی نہیں رہتی خستگی اور شکستگی پیدا ہو جاتی ہے متانت اور وقار بھی آجاتا ہے۔ چھچھوراپن نہیں رہتا اور میں تو صحت میں ہر دم تیز ہی بنا رہتا ہوں کسی کو ڈانٹ کسی کو ڈپٹ بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے پھر یہ شعر پڑھے ۔

دردِ ما از یار ست و درماں نیز ہم
دل فدائے او شد و جاں نیز ہم
آنچہ میگویند آں بہتر ز حسن
یار ما ایں دارد آں نیز ہم

پھر فرمایا کہ حضرت عارف شیرازیؒ کے کلام میں حظ اور اثر بہت ہے کیونکہ ان کا کلام عاشقانہ ہوتا ہے اور حضرت شیخ سعدیؒ کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے اس میں علوم اور مسائل بہت ہوتے ہیں حضرت حافظؒ نے بھی حضرت سعدیؒ کو استاد مانا ہے اور فرماتے ہیں ۔

استاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما
دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو ......

پھر فرمایا کہ حضرت سعدیؒ نے فردوسی کے مقابلہ میں ایک رزمیہ حکایت لکھی ہے لیکن وہ بات کہاں جو فردوسی کے کلام میں ہے۔ حضرت شیخ تو اہل بزم تھے فردوسی اہل رزم۔

پھر فرمایا کہ انیس اور دبیر وغیرہ کے مرثیوں میں صنعتیں تو ہیں لیکن وہ قوت اور

صولت نہیں جو فردوسی کے کلام میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس کے لئے قلب میں شجاعت اور قوت کا ہونا ضروری ہے اور وہ ان مرثیہ والوں میں کہاں گو پڑھتے ہیں بہت زور لگا لگا کر۔ پھر فرمایا کہ کالے خاں صاحب وکیل لکھنؤ کی ایک مجلس کا ذکر کرتے تھے کہ دو اندھے ایک مرثیہ خواں کے پڑھنے پر بہت زور زور سے رو رہے تھے یہ خیال ہوا کہ درد سے روتے ہیں جب بہت دیر ہو گئی تو وہ کہنے لگے کہ ارے سسرے کیا دو آنہ میں جان ہی لے گا۔ وکیل صاحب پاس بیٹھے یہ سن رہے تھے انھوں نے تعجب کیا کہ دو آنے میں جان لینا کیسا۔ پھر معلوم ہوا کہ دو آنہ اجرت دیکر ان اندھوں کو رونے کے لئے اس پڑھنے والے نے مقرر کیا تھا۔ پھر کالے خاں صاحب مرحوم کی پختگی وضع اور تصوف سے تعلق کی تعریف فرمانے لگے۔

ملفوظ (۱۲۵) عالمگیرؒ پر قتل برادر کا اعتراض

عالم گیر پر قتل برادر وغیرہ کا اعتراض کیا گیا فرمایا کہ کوئی عذر شرعی ضرور ہو گا ورنہ متشرع ہو کر ایسا فعل نہیں کر سکتے تھے کہ جس میں اتنا بڑا اعتراض کھلم کھلا ہو سکتا۔ مثلاً شاہ جہاں نے جب دارا شکوہ کو تخت نشین کیا وہ تو خود معزول ہو گئے دارا شکوہ میں حکومت کی اہلیت نہ ہو۔ ایسے وقت میں باتفاق اہل حل وعقد دارا شکوہ کا عزل اور عالمگیر کی ولایت مقرر ہو گئی ہو۔

پھر دارا شکوہ پر مخالفت کے سبب بغاوت کا جرم قائم ہوا ہو جس سے مستحق قتل ہو سکا ہو اور شاہ جہاں اس کا معین ہو مگر ادب کے سبب صرف قید پر اکتفا کیا ہو۔

ملفوظ (۱۲۶) ذکر میں ذوق و شوق نہ ہونا

ایک ذاکر شاغل نے عرض کیا کہ ذکر میں ذوق و شوق نہیں ہوتا۔ وساوس کی بھی شکایت کی۔ فرمایا کہ وساوس کا علاج یہی ہے کہ دلیر ہو کر ان کی طرف التفات نہ کیا جاوے البتہ اپنے قصد سے وساوس کو نہ لاوے اگر بلا قصد آویں تو کچھ مواخذہ سو انشاء اللہ رفتہ رفتہ ہو جاوے گا اپنے کام میں لگے رہیے وساوس کے آنے نہ آنے کی طرف التفات نہ کیجئے اس عدم التفات سے وساوس خود بخود کم ہو جاتے ہیں پھر فرمایا کہ ذکر کے اوقات میں قبل ذکر شروع کرنے کے سو بار یا باسط پڑھ لیا کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ دل لگنے لگے گا لیکن اس کے درپے نہ ہو جایئے چاہے ذوق شوق ہو یا نہ ہو چاہے دل لگے یا نہ لگے کیونکہ یہ مقصود نہیں۔

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

ملفوظ (۱۲۷) ہر شخص کے کہنے پر بغیر اپنے معالج کے عمل نہ کرنا چاہیے

چونکہ نزلہ کی وجہ سے ناک میں پھنسی ہو کر سارے چہرے پر بہت ورم ہو گیا ہے جس سے سخت تکلیف ہے دفع تحریک نزلہ کے لئے ایک صاحب کی تجویز اس احقر نے عرض کی فرمایا کہ ہر شخص کے کہنے پر بجز اپنے معالج کے عمل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ بے قاعدہ بات ہے

ملفوظ (۱۲۸) خدائی لشکر

جمعہ کی نماز جامع مسجد میں جا کر نہ پڑھ سکے حوض والی مسجد میں نماز پڑھی تمام چہرہ پر بہت ورم ہو گیا ہے ہم لوگ خدام حضور کی تکلیف کی وجہ سے پریشان حوض والی مسجد میں بغرض عیادت حاضر ہوئے دفع پریشانی کی نیت سے حضور نے مزاح میں فرمایا کہ جی چہرہ خوب رعب دار ہو گیا ہے پھر اور باتیں فرماتے ہوئے سہ دری میں تشریف لائے وہاں دیر تک زائرین کے پاس بیٹھے رہے اور ڈاک کے جواب لکھائے بفضلہ تعالیٰ خلاف معمول ڈاک بہت ہی کم تھی جو بہت جلدی ختم ہو گئی ایک صاحب نے پوچھا طبیعت کیسی ہے فرمایا کہ طبیعت تو اچھی ہے ناک البتہ بری ہے احقر نے عرض کیا کہ چھوٹی سی پھنسی نے تمام جگہ اپنا اثر پھیلا رکھا ہے فرمایا کہ جناب خدائی لشکر ہے خدائی لشکر کا ایک ادنیٰ پیادہ بھی کم نہیں وہ بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔

ملفوظ (۱۲۹) عیاشی کی برائی

ایک شخص بوجہ عیاشی وبد چلنی کے اپنا سرمایہ خرچ کر کے اب چوری اور دغا کا پیشہ کرنے لگا ہے جھوٹ موٹ اپنے کو حضرت کا عزیز ظاہر کر کے کئی جگہ مہمان رہ کر روپیہ وصول کیے اور چیزیں چرالے گیا فرمایا کہ عیاشی ایسی بری چیز ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب عیاشی کی برائی میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

ملفوظ (۱۳۰) لا یعنی حرکت

ایک گمنام خط آیا جس میں کچھ اعتراض واہی تباہی لکھا تھا حضرت نے فرمایا کہ جوابی تو ہے نہیں جس کے جواب کے لکھنے کی ضرورت ہو اس کو علیحدہ رکھئے پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ایک تو اس نے لا یعنی حرکت کی اور ایک میں لا یعنی حرکت کروں کہ اس کو سنوں اور خواہ مخواہ اپنا جی خراب کروں چنانچہ بلا سنے ردی میں رکھوا دیا پھر فرمایا کہ موضع اعظم گڑھ میں دوران وعظ ایک شخص نے ایک پرچہ لا کر مجھ کو دیا اور دیتے ہی چلا گیا میں نے بعد وعظ وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اس کو جلا دیا۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ بلا پڑھے جلا دینے کو آپ کا جی کیسے مانا ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا میں نے کہا کہ جی عقل کی تو یہی بات ہے کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ دینے والا بلا جواب لئے کیسے چلا جاتا پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نہ معلوم اس میں گالیاں لکھی تھیں یا نہ جانے کیا بلا لکھی ہو۔

۱۱ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

ملفوظ (۱۳۱) چاند پر تہمت

فرمایا کہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری جو حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ان کے قطع علائق دنیا کے بابت ایک دیہاتی نے حضرت حکیم صاحب کے والد سے جو کہ خود بھی حکیم تھے کہا کہ حکیم جی تمہارے (یعنی تمہارے) بیٹے کا بھی بڑا افسوس ہے ایک دوسرا دیہاتی بولا کہ ہاں جی یہ بری صحبت ایسی ہی ہوہے (ہوتی ہے) اسی واسطے بزرگوں نے روکا ہے پھر فرمایا کہ نعوذ باللہ گویا حضرت حافظ صاحب و حضرت حاجی صاحب کی صحبت بری تھی لا حول ولا قوۃ یہ تو وہی ہوا جیسا کہ میرے ماموں شوکت علی صاحب تھانہ بھون کی ایک حکایت سناتے تھے کہ ایک مرتبہ سب لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے اسی وقت ایک عورت اپنے بچہ کو پاخانہ کرا رہی تھی کپڑے سے پونچھ پانچھ کر وہ بھی چاند دیکھنے لگی انگلی میں پونچھتے وقت کچھ نجاست لگی ہوئی رہ گئی تھی جیسا کہ اکثر عورتوں کا

دستور ہے وہ اپنی پاخانہ میں بھری ہوئی انگلی ناک پر رکھ کر چاند دیکھ رہی تھی پاخانہ کی جو بو محسوس ہوئی تو کیا کہتی ہے کہ اوئی اہے یہ سڑا ہوا چاند کیسا نکلا ہے۔

بو تو تھی خود اس کی انگلی میں اور تہمت لگائی چاند کو۔ حالانکہ چاند تو چاند ہی تھا اس میں بو کہاں۔

اسی طرح اس کمبخت گنوار نے ایسی پاکیزہ صحبت کو بھی برا سمجھا حالانکہ برائی خود اسی کے اندر تھی جس سے اچھی صحبت میں بھی اس کو برائی ہی نظر آئی۔

ملفوظ (۱۳۲) مولانا فتح محمد صاحبؒ کی بے نفسی، بزرگوں کی خدمت کے لئے بڑی عقل کی ضرورت ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا فتح محمد صاحب بھی بہت ہی بے نفس اور بے حد متواضع تھے ایک نائب تحصیلدار جن کا مقام دورہ کا جلال آباد میں تھا مولانا سے ملنے آئے مولانا کہیں سفر میں تشریف لے گئے تھے نائب تحصیلدار ایک جوان اور لاابالی آدمی تھے وہ ایک پرچہ پر یہ شعر لکھ کر ایک طالب علم کو دے گئے کہ مولانا کو دیدیں ؎

چو غریب مستمندے بہ درت رسیدہ باشد
چہ قدر طپیدہ باشد چو ترانہ دیدہ باشد

مولانا جب سفر سے لوٹے تو آتے ہی اس طالب علم نے وہ پرچہ دیدیا۔ دیکھتے ہی بددل گھر گئے سیدھے جلال آباد پہنچے اور فرمایا کہ بیچاروں کو میرے نہ ملنے کی وجہ سے بڑی حسرت ہوئی سفر سے پیدل چلے ہوئے آئے تھے پیدل ہی جلال آباد پہنچے وہاں دیکھا کہ وہ صاحب اور نو عمروں کے ساتھ ہنسی دل لگی میں مشغول تھے مولانا باہر کچھ دیر کھڑے رہے تاکہ ان کے لطیف صحبت میں کیوں خواہ مخواہ مخل ہوں موقعہ دیکھ کر کسی آتے جاتے کے ہاتھ اطلاع کرائی وہ لوگ سہم گئے مولانا کو اندر لے گئے تھوڑی دیر بیٹھ کر فرمایا کہ بھائی میں ابھی گھر بھی نہیں گیا سیدھا یہاں چلا آیا ہوں پھر اسی وقت واپس تشریف لائے۔

ایک مرتبہ یہاں مسجد میں تشریف لا رہے تھے راستہ میں پانی بھرا ہوا تھا مولانا یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کدھر سے پھاند کر چلوں قاری عبداللطیف صاحب پانی پتی نے جو ایک طرف

کھڑے تھے یہ دیکھ کر فوراً انہیں گود میں اٹھا کر دوسری طرف لا کھڑا کر دیا کیونکہ مولانا بہت ہی چھوٹے سے اور منحنی سے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا ظہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے مولانا کی آنکھیں چونکہ ہمیشہ مریض رہتی تھیں اس لئے مولانا چادرہ آنکھوں کے سامنے ڈال کر چلا کرتے تھے مسجد میں آکر ایک لوٹا اٹھانے لگے جو ایک طالب علم انہیں کے واسطے جھکا ہوا بھر رہا تھا اس نے دیکھا تو ہے نہیں سمجھا اور کوئی ہے اس نے مولانا کی انگلی دبا کر جھڑک کر کہا کہ رکھ کہاں لے جاتا ہے مولانا نے وہیں رکھ دیا پھر اس نے دیکھا تو خود مولانا تھے نہایت شرمندہ ہوا اور معافی چاہنے لگا مولانا پر کچھ بھی اثر نہیں۔

ایک بار بعد نماز جمعہ کے مولانا اپنی جوتیاں خود ہاتھ میں لے کر چلے کیونکہ مولانا اس قدر متواضع تھے بھلا یہ کب گوارا تھا کہ کوئی دوسرا ان کی جوتیوں کو اٹھا کر رکھے ایک خادم صاحب نے بیچ فرش پر مولانا کے ہاتھ سے جوتیاں لینی چاہیں گرمیوں کے دن دوپہر کا وقت فرش تپ رہا تھا جس پر کھڑا ہونا مشکل تھا اب مولانا تو انکار کر رہے ہیں اور وہ صاحب اصرار کر رہے ہیں جب مولانا نے اپنی جوتیاں نہ چھوڑیں تو اس ظالم نے ایک ہاتھ سے تو مولانا کی کلائی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے جھٹکا دے کر جوتیاں چھوڑا لیں اور دوڑ کر سیدھی کر کے صف نعال پر لا کر رکھ دیں اور اپنے دل میں اپنی کامیابی پر بڑے خوش ہوئے مجھ کو بے حد ناگوار گزرا کہ ظالم تو نے اس ادب کا تو خیال کیا کہ جوتیاں اٹھا کر رکھوں اور اس بے ادبی کا خیال نہ کیا کہ تپتے ہوئے فرش پر اتنی دیر تک کھڑا کئے رکھا اور کلائی پکڑ کر جھٹکا دے کر جوتا چھڑا دیا۔

مجھے اس کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا لوگ خدمت کرنے کا طریقہ بھی نہیں جانتے ایک بار میں گنگوہ بہلی میں بیٹھا جا رہا تھا راستہ میں دیکھا کہ مولانا بھی پیدل چلے جا رہے ہیں میں نے فوراً اتر کر عرض کیا کہ حضرت بہلی حاضر ہے فرمایا کہ میں تو پیدل ہی جایا کرتا ہوں اس پر میں نے کچھ اصرار نہیں کیا اور میں بھی پیدل ساتھ ہو لیا اور لوگ میرے ساتھ تھے ان لوگوں نے اصرار کرنا چاہا لیکن میں نے روک دیا کہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہیے پھر حاضرین سے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں سے کہیں اس طرح کام نکالتے ہیں کہیں اصرار اور مناظرہ سے کام چلتا ہے کیونکہ

اول تو اہل اللہ مناظرہ میں بھی کسی سے نہیں ہارتے اور اگر ساکت بھی ہو گئے تو وہ کسی کے کہنے سے اپنے مذاق کے خلاف کیوں کرنے لگے اس لئے میں نے مولانا سے اصرار نہیں کیا لیکن خود ساتھ ساتھ پیدل ہو لیا مولانا نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا بٹھلانا تو آپ ہی کے اختیار میں ہے میں خلاف مذاق اصرار نہیں کرتا لیکن میں بھی پیدل چلوں گا۔

اس پر مولانا نے فرمایا کہ بھائی یہ تو اصرار سے بھی بڑھ کر ہے بھلا مجھ کو تمہارا پیدل چلنا کیسے گوارا ہو سکتا ہے پھر مولانا ہم لوگوں کے ساتھ بہلی میں سوار ہو لئے میں نے مولانا کے بٹھلانے کی یہ ترکیب چلائی۔

اسی طرح بلگرام کے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ان کو ایک مرتبہ کئی فاقوں کی نوبت پہنچ گئی جیسا کہ بعض متوکلین کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے اور بعض کو کبھی بھی فاقوں کی نوبت نہیں پہنچتی ان کے ایک شاگرد سبق پڑھنے کے لئے آئے بشرہ سے پہچان گئے کہ فاقہ ہے خود ہی کچھ طبیعت مضمحل ہونے کا حیلہ کر دیا کہ حضرت آج تو سبق نہ پڑھوں گا رخصت کی اجازت لے کر مکان سے سینی میں کھانا رکھ کر لائے اور خدمت میں پیش کیا ان بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ کھانا میری عین حاجت کے وقت تم لائے کیونکہ مجھ کو کئی دن کا فاقہ ہے لیکن میں ایک عذر کے سبب اس کو قبول نہیں کر سکتا اور وہ عذر یہ ہے کہ جس وقت تم میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہو مجھ کو معلوم ہو گیا تھا کہ تم میرے واسطے کھانا لینے جا رہے ہو اب خواہ ان بزرگ کو کشف سے معلوم ہو گیا ہو یا قرائن سے سمجھ گئے ہوں بہر حال انہوں نے فرمایا کہ میرے قلب میں اس کھانے کا انتظار تھا کہ اب تم لاتے ہو گے اور حدیث شریف میں ارشاد ہے ما اتاك من غير اشراف نفس فخذه یعنی ایسی چیز کو قبول کرو جس کی تمہارے قلب کو پہلے سے نگرانی نہ ہو چنانچہ اس کھانے کا قبول کرنا خلاف سنت ہے لہذا میں معذور ہوں اسے واپس لے جاؤ چونکہ وہ خادم صاحب علم تھے انہوں نے کچھ اصرار نہیں کیا اور عرض کیا بہت بہتر یہ کہہ کر کھانا واپس لے گئے اس پر اور طالب علموں نے دل میں کہا کہ یہ شخص بھی بڑا ختیل ہے بس اسی انتظار میں تھا کہ کب انکار کریں اور کب واپس لے جاؤں محض مفت کرم داشتن ہی کے لئے کھانا لایا تھا جب شاہ صاحب کی نظر سے وہ خادم غائب ہو گیا اس وقت وہ پھر اسی کھانے کو لوٹا کر لایا اور پیش کر کے عرض کیا کہ

حضرت اب تو امید بالکل منقطع ہو چکی تھی کیونکہ میں کھانا حسب ارشاد واپس لے جا چکا تھا اب تو نفس کو اس کا انتظار مطلق باقی نہ رہا تھا اب قبول فرمالیا جاوے۔

شاہ صاحب یہ سن کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں اس پر فرمایا کہ جو واقعی خدمت کرنا چاہے اس کے لئے سو طریقے ہیں پھر کھانا قبول فرمالیا اور یہ بھی فرمایا کہ بزرگوں کی خدمت کے لئے بھی بڑی عقل کی ضرورت ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

۷ / جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

ملفوظ (۱۳۳) دوسروں کے ذکر سے غفلت

احقر سہ دری کے قریب کے حجرہ میں مقیم ہے کچھ ذکر جہر باقی تھا حضرت قیلولہ کے واسطے سہ دری میں آرام فرمارہے تھے احقر نے دریافت کیا کہ ذکر سے نیند میں تو خلل نہ آئے گا ارشاد فرمایا کہ جی کچھ بھی نہیں بعضوں کی آواز ذرا کرخت ہوتی ہے آپ شوق سے ذکر کیجئے بلکہ مجھ کو تو ذکر سے اور بھی نیند آتی ہے یعنی یہ عجیب بات ہے کہ ذکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

ملفوظ (۱۳۴) مجذوب کے متعلق ایک نکتہ

فرمایا کہ لوگ مجذوبوں کے پیچھے بہت پڑے رہتے ہیں اور بہت معتقد ہوتے ہیں اور ہر مجنون کو مجذوب سمجھنے لگے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ ہر مجنون مجذوب ہی ہو دوسرے اس کے متعلق میں ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل بتلائے دیتا ہوں وہ یہ کہ مجذوب جو کچھ کہتے ہیں وہ کشف سے کہتے ہیں یعنی جو ہونے والا ہوتا ہے وہی ان کی زبان سے نکلتا ہے چنانچہ اگر وہ نہ بھی کہتے تب بھی وہی ہوتا کوئی کام ان کے کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا کہنا خود اس کام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے ہونے کا سبب کہنا نہیں بلکہ کہنے کا سبب ہوتا ہے۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے تار بابو کے پاس آجاتے ہیں وہ کھٹکا سن کر ان کو بعینہ ترجمہ کر کے لے لیتا ہے پھر تقسیم کر دیتا ہے وہ خود اس میں کچھ ردوبدل نہیں کر سکتا جیسا تار دینے والے نے تار دیا اس نے ویسا ہی لے لیا پھر اسی کے مطابق ترجمہ کر کے لوگوں کو تقسیم کر دیا اگر کوئی بے وقوف تار بابو کی خوشامد کرے اور مٹھائیوں کے دونے لا لا کر اس سے پوچھے تب بھی وہ تار کے

مضمون کو ذرا نہیں بدل سکتا کیونکہ اس کو مطلق اختیار نہیں اسی طرح اگر کوئی اس سے فوجداری بھی کرے تب بھی وہ ان تاروں کو اسی طرح تقسیم کرے گا لہذا اس کی خوشامد درآمد ایک فضول امر ہے البتہ سالک دعا کرتا ہے اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ سالکوں کو اکثر کشف نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ اس کو قطعی نہیں سمجھتا لہذا اس کو یہ کشف ہو جانا بھی کہ فلاں امر ہونے والا نہیں ہے دعا کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔

برخلاف مجذوبوں کے کہ وہ خلاف کشف کے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف دعا کرنا بے ادبی ہے جس طرح اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ صاحب کلکٹر اس درخواست کو ہرگز منظور نہ کریں گے تو اس کی ہمت نہیں پڑ سکتی کہ پھر کچھ زبان ہلا سکے یہ بھی فرمایا کہ مجذوبوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہوتا وہ صرف معذور ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ خواہ مخواہ اس کو ستانا ظلم ہے کیونکہ اگر وہ مجذوب نہ بھی ہو محض مجنون ہو تب بھی وہ معذور ہے اس کو خواہ مخواہ ستانا کوئی عقل کی بات ہے البتہ اگر وہ نقصان پہنچانا چاہیں تو اپنی حفاظت ضروری ہے۔

عرض کیا گیا کہ اگر اپنی حفاظت میں کچھ زیادتی ہو جائے اور وہ دراصل مجذوب ہو تو کچھ مؤاخذہ تو نہیں فرمایا کہ شریعت پر عمل کرنے سے کبھی مؤاخذہ نہیں ہو سکتا۔

پھر ایک قصہ فرمایا کہ ایک شاہ صاحب نے صدا لگائی میں اوپر تھا اندر سے کچھ آٹا بھیجا گیا وہ انہوں نے قبول نہ کیا اور بڑی بڑی چیزیں مانگنے لگے۔

بالآخر مجھ کو باہر آنا پڑا۔ دیکھا تو نہایت متبرک صورت بڑی داڑھی چوغہ پہنے ہوئے لنگی کئے ہوئے اور بہت سی تسبیحیں گلے میں ڈالے ہوئے میں نے کہا کہ شاہ صاحب جس کو جتنی توفیق ہو اسی کو قبول کرنا چاہیے وہ مجھ کو بھی لمبی چوڑی باتیں سنانے لگے تب میں نے ڈانٹ کر کہا کہ اگر سیدھی طرح آپ نہ گئے تو میں آپ کو زبردستی نکلوا دوں گا اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اس کے جواب میں میں نے بھی وہی شعر پڑھ دیا اور کہا کہ آپ کو بھی تو یہی سمجھنا چاہیے

کہ ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

آپ کو بھی تو کچھ احتمال ہونا چاہیے یا صرف مجھی کو یہ سن کر چپکے چلے گئے پھر سنا کہ ایک پڑوس کے گھر سے زیادہ چیزیں لے گئے بعضے لوگ قلوب پر مسمریزم کے عمل سے کچھ زور ڈال کر بھی وصول کر لے جاتے ہیں۔

۱۵/ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

ملفوظ (۱۳۵) قوت خیالیہ کا عجائب و غرائب

ایک صاحب نے حاضرات کا ذکر کیا کہ کسی کا لڑکا بھاگ گیا ہے اس نے حاضرات کرائی تو سب پتے نشان بتلا دیئے اس پر فرمایا کہ حاضرات کوئی چیز واقعی نہیں محض خیال کے تابع ہے مجھے اس کا پورے طور پر تجربہ ہے بالکل واہیات ہے جس مجلس میں حاضرات کی گئی ہو گی اس میں ضرور کوئی شخص ایسا ہو گا جو اپنے خیال میں لڑکے کو ان پتوں کی جگہ سمجھتا ہو گا چنانچہ راوی نے اقرار کیا کہ فلاں شخص یعنی لاپتہ لڑکے کا باپ موجود تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ بس یہ اسی کے خیال کا عکس تھا پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص بھی اس مجلس میں اس خیال کا ہو تو اس کا وہی خیال معمول پر منعکس ہو جاتا ہے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ دوسرے کے خیال کا عکس ہوتا ہے اور اکثر غلط شاذ و نادر بعض واقعات صحیح بھی نکل آتے ہیں جیسا کہ قاعدہ ہے کہ اٹکل پچو خیال بھی تو کبھی صحیح نکل آتا ہے بس لوگ انہیں شاذ و نادر واقعات کو تو یاد رکھتے ہیں اور جو سینکڑوں باتیں غلط نکلتی ہیں وہ خیال میں نہیں رہتیں نجومیوں اور پنڈتوں کی بعضے شاذ و نادر باتیں صحیح نکلتی ہیں اور بہت سی غلط ہی ہوتی ہیں پھر دیر تک قوت خیالیہ کے عجائب و غرائب بیان فرماتے رہے اور خود اپنے تجربہ کے واقعات کا بھی ذکر فرمایا کہ جب میں کانپور میں تھا تو طلسمی انگوٹھیوں کے بڑے چرچے تھے میں نے ایک صاحب سے کہا کہ تم ہر قسم کے جلسوں میں شریک ہوتے ہو ہم ہر جگہ نہیں جا سکتے اس لئے تم مختلف جلسوں سے اس کی تحقیق کر کے یہاں آ کر بیان کرو تا کہ یہ معلوم کریں یہ معاملہ کیا ہے چنانچہ وہ صاحب بعد کئی روز کے آئے اور

بیان کیا کہ اس انگوٹھی سے بھی زیادہ ایک عجیب بات ہمیں معلوم ہو گئی کہ جس کی روح کو چاہیں بلا سکتے ہیں اس پر مجھ کو بڑی حیرت ہوئی اور خود دیکھنا چاہا اس شخص نے کہا کہ میں اپنے استاذ کو بلا کر لاؤں گا اور یہ عمل دکھلاؤں گا چنانچہ وہ لوگ یعنی وہ شخص مع اور دو شخصوں کے آئے ہم نے مدرسہ میں تو سب کے سامنے یہ حرکت خلاف مصلحت سمجھی اس لئے ایک علیحدہ مکان میں اس عمل کا دیکھنا تجویز کیا اس مکان میں صرف چھ شخص تھے تین تو وہ عامل اور ایک میں اور میرے ساتھ ایک مدرسہ کے مہتمم اور ایک مدرس وہ مدرس بالکل ایسی باتوں کے قائل نہ تھے ایک میز پر ان عاملوں نے عمل کیا دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر میز پر ان لوگوں نے رکھا اور ذرا ادھر متوجہ ہوئے تھوڑی دیر کے بعد خود بخود میز کا ایک پایا اٹھا انہوں نے کہا کہ لیجئے جناب روح آگئی انہوں نے کہا کہ تمہارا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ تجمل حسین ہے کوئی آواز نہ تھی کچھ اصطلاحیں مقرر تھیں ان سے سوالات کے جوابات معلوم ہو جاتے تھے۔

اب ان لوگوں نے ایک مشہور اہل ہوئی کے لڑکے کی روح کو بلوانا چاہا اور اسی تجمل حسین کو مخاطب کر کے کہا کہ جاؤ اس شخص کی روح کو بلا لاؤ اور جب جانے لگو تو فلاں پایہ کو اٹھا جانا اور جب تم آؤ تو اپنے آنے کی اطلاع اس طرح کرنا کہ اس پایہ کو پھر اٹھا دینا اور اگر اس شخص کی روح کو بھی ساتھ لاؤ تو دو مرتبہ اس پایہ کو اٹھا دینا۔

چنانچہ فوراً پایہ اٹھا معلوم ہوا کہ روح کو لینے گیا ہے تھوڑی دیر بعد وہی پایہ دو مرتبہ اٹھا معلوم ہوا کہ اس شخص کی روح بھی آگئی اب ایسی ہی اصطلاحوں میں اس اہل ہوی کے لڑکے سے سوالات کرنے شروع کئے پوچھا کہ تم نے جمہور کے مذہب کو حق پایا یا اپنے مذہب کو جواب ملا کہ جمہور کے مذہب کو پوچھا کہ تم اتباع ہوئی کی وجہ سے سزا بھگت رہے ہو یا سزا نہیں دی گئی جواب ملا کہ ہاں سزا دی جا رہی ہے عذاب میں مبتلا ہوں ہم لوگ بڑی حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے ان لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ اب آپ جس شخص کی روح کو بلوانا چاہیں بلوائیں ملاں کی دوڑ مسجد تک میں نے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بلوایا۔

وہی تجمل حسین سب روحوں کو بلا بلا کر لاتا تھا چنانچہ اسی طرح پایہ پھر اٹھا معلوم ہوا کہ حضرت حافظ بھی تشریف لے آئے میں نے کہا السلام علیکم اصطلاح میں جواب ملا وعلیکم السلام

اس موقع پر احقر نے عرض کیا کہ کیا حضور کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ حضرت حافظ کی روح ہے فرمایا کہ جی میں بالکل خالی الذہن تھا نہ اعتقاد تھا اور نہ اس مشاہدہ کی تکذیب کی کوئی دلیل ذہن میں آتی تھی۔

حیرت میں تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ حضرت حافظ کا کچھ کلام پڑھیے ان کی روح خوش ہو گی چنانچہ میں نے شروع کی غزل الایا ایہا الساقی ادر کا ساوناولہا پڑھی میز کا پایہ بار بار اور جلدی جلدی اٹھنے لگا گویا حضرت حافظ کی روح وجد کر رہی ہے ہم لوگ بڑے تعجب میں تھے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی اتنے میں مغرب کا وقت آگیا نماز پڑھنے کے لئے اٹھے ہم تینوں نے آپس میں گفتگو کی کہ یہ کیا بات ہے اخیر میں یہ رائے قرار پائی کہ یہ سب کرشمے قوت خیالیہ کے معلوم ہوتے ہیں۔

اب یہ کرنا چاہیے کہ جب وہ لوگ عمل کرنے لگیں تو ہم تینوں یہ خیال کر کے بیٹھ جائیں کہ پایہ نہ اٹھے مہتمم صاحب بولے کہ وہ لوگ مشاق ہیں ہم لوگوں کا خیال ان کے مقابلہ میں کیا کام کر سکتا ہے میں نے کہا کہ تم ابھی سے ضعیف نہ ہو نہیں تو کچھ بھی نہ ہو سکے گا یہی سمجھنا چاہیے کہ ان کے خیال کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہمارا خیال ضرور غالب آئے گا امتحان تو کرنا چاہیے چنانچہ ہم لوگ یہ مشورہ کر کے پھر بعد نماز مغرب پہنچے اور ان لوگوں سے کہا کہ اب کی مرتبہ پھر دکھلاؤ۔

ان لوگوں نے پھر عمل کرنا شروع کیا اور ادھر ہم تینوں یہ خیال جما کر بیٹھ گئے کہ پایہ نہ اٹھے چنانچہ بہت کچھ انہوں نے کوشش کی اور بہت زور لگایا لیکن کچھ نہ ہو سکا کوئی بھی پایہ نہ اٹھا وہ لوگ بڑے شرمندہ ہوئے اب تو ہماری بڑی ہمت بڑھی اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ سب قوت خیالیہ ہی کے کرشمے ہیں میں تو اٹھ کر چلا آیا مہتمم اور مدرس وہیں بیٹھے رہے میرے چلے آنے کے بعد پھر ان لوگوں نے عمل کیا اور مہتمم اور مدرس نے پھر وہی خیال کیا کہ پایہ نہ اٹھے لیکن پایہ اٹھ گیا شیخ سدو کی روح کو بلوایا گیا اس سے پوچھا گیا کہ تم پہلے کیوں نہیں آئے تھے میرا نام لے کر پوچھا کہ تم اس سے ڈر گئے تھے جواب ملا کہ ہاں ڈر گئے تھے پھر اگلے روز ہم نے خود تجربہ کیا اسی طرح ہاتھ رگڑ کر میز پر رکھے اور ہم تینوں یہ سوچ کر بیٹھ گئے کہ فلاں پایہ اٹھے چنانچہ وہی پایہ اٹھ گیا پھر

یہ سوچا کہ اب کی مرتبہ فلاں پایہ دونوں اٹھیں چنانچہ دونوں اٹھ گئے پھر تیسرے پایہ کا خیال کیا تو وہ بھی اٹھنے لگا لیکن ان دونوں میں سے جو پیشتر کے اٹھے ہوئے تھے ایک پایہ نیچے گر گیا تینوں ایک ساتھ نہ اٹھ سکے اس کے لیے زیادہ قوت کی ضرورت تھی پھر ہم نے صرف ایک انگلی رکھ کر اسی طرح پائے اٹھائے پھر اس میز کے اوپر دوسری میز رکھی اور اس پر ہاتھ رکھ کر یہ سوچ کر کھڑے ہو گئے کہ اوپر والی میز کا فلاں پایہ اور نیچے والی میز کا فلاں پایہ اٹھ جاوے چنانچہ اسی طرح اٹھ گئے۔

غرض جس طرح چاہا اسی طرح پائے اٹھ اٹھ گئے اب ہمیں پوری طرح اطمینان ہو گیا تین پائے ایک ساتھ نہ اٹھ سکے کیونکہ خیال میں اتنی قوت نہ تھی لیکن مشق بڑھانے سے یہ بھی ہو سکتا ہے پھر ہم نے اسی کے قاعدہ کے موافق میز کو خطاب کیا کہ اگر تجھ میں کوئی روح آتی ہے تو ایک بار فلاں پایہ اٹھے اور اگر نہیں آتی تو دوبار اٹھے چنانچہ دوبار اٹھا تو بطور حجۃ الزامیہ علی المدعی کے خود اسی کے قاعدہ سے روح کے آنے کا بطلان بھی ثابت ہو گیا۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ سب تصرفات خیال کے ہیں اور ہاتھ رگڑنے کی یہ مصلحت ہے کہ رگڑ سے قوت برقیہ منتعش ہوتی ہے اور وہ معین ہو جاتی ہے ہاتھ یا انگلی اس لئے رکھی جاتی ہے کہ اس سے خیال کو بہت مدد ملتی ہے اور واسطہ کے ذریعہ سے خیال آسانی کے ساتھ کام کر سکتا ہے۔

اگر زیادہ مشق بڑھائی جاوے تو پھر اس کی بھی ضرورت نہیں رہتی محض خیال کرنے سے پایہ اٹھ سکتا ہے پھر تو یہ ہوا کہ جو ہاتھ رکھ کر بیٹھا اسی کے ہاتھ سے پایہ اٹھ گیا ساری حقیقت کھل گئی کہ لو صاحب یہ ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

ان سارے واقعات کے بعد مدرسہ کا جلسہ تھا معمول سے زیادہ آدمی آنے والے تھے ہم نے کہا کہ لاؤ اس عمل سے یہ معلوم کریں کہ آج مسجد میں کتنی صفیں ہوں گی چنانچہ یہ سوچ کر بیٹھ گئے کہ جتنی صفیں ہوں اتنی ہی بار پایہ اٹھ جاوے پایہ گیارہ مرتبہ اٹھا اور بارہویں مرتبہ بھی کچھ اٹھا لیکن ذرا سست سا اٹھا میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ بارہویں مرتبہ تھوڑا اٹھ کر رہ گیا۔

مہتمم بولے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ گیارہ صفیں تو پوری ہوں گی اور بارہویں صف پوری نہ ہوگی نماز ختم ہوتے ہی دعا مانگنے سے بھی پہلے میں نے اٹھ کر صفیں گنیں تو پوری گیارہ صفیں تھیں اور بارہویں صف پوری بھری ہوئی نہ تھی صرف ایک طرف تھوڑے سے نمازی تھے اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی۔

دوسرا عجیب واقعہ یہ ہے کہ ایک قلمدان میں بہت سے قلم اور ایک پرکار رکھا ہوا تھا عمل کیا تو اکیس مرتبہ پایا اٹھا گنے تو معلوم ہوا کہ انیس تو قلم تھے اور ایک پرکار تھا کل بیس عدد تھے تعجب ہوا کہ ایک مرتبہ زیادہ کیوں اٹھا سمجھ میں آیا کہ پرکار میں دو پھل ہوتے ہیں اس لئے اس ایک کے بجائے دو بار اٹھا۔ مہتمم کے مکان میں شبہ تھا کہ خزانہ مدفون ہے انھوں نے کہا کہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ واقعی ہے کہ یا نہیں۔ چنانچہ عمل کرنے سے معلوم ہوا کہ تہ خانہ میں ہے پھر تہ خانہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان پر نمبر ڈال دیے کہ کس ٹکڑے میں مدفون ہے اور کتنے ہاتھ نیچے ہے۔ تہ خانہ کے اندر جا کر یہ عمل کیا چنانچہ ایک خاص ٹکڑے پر پایہ اٹھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اتنے ہاتھ نیچے ہے۔ انھوں نے مزدور بلوا کر پھاوڑوں سے کھدوانا شروع کر دیا لیکن وہاں بھلا کیا رکھا تھا آخر اس گڑھے کے اندر اتر کر پھر عمل کیا کہ کیا دراصل خزانہ نہیں ہے محض ہنسی کر رہے تھے تو نکلا کہ ہاں ہنسی کر رہے تھے۔

پھر فرمایا کہ صفوں اور قلمدان کے دو واقعے تو عجیب ہیں اور سب واہیات ان کی نسبت بات یہ ہے اس میں تھوڑے فلسفہ جاننے کی ضرورت ہے یہ مسئلہ فلسفہ کا ہے کہ علم کے لئے علم العلم ہونا ضرور نہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ ہم کو اس کا علم ہے اور معلوم کا اجمالاً علم ہوتا ہے ان دونوں واقعات میں بھی ہم لوگوں کو علم تھا۔ گو ظنی اور تخمینی اور اجمال ہی کے درجہ میں سہی جیسا خیال کرنے سے بھی کبھی صحیح علم ہو جاتا ہے مگر اس علم کا علم نہیں تھا اس لئے مطابق واقع کے جواب مل گئے اس کی علامت یہ ہے کہ جب آدمی کچھ سوچتا ہے تو بہت سی باتیں مطابق واقعات کے معلوم ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ ایک شخص تھے نہ نماز نہ روزہ لیکن قوت متخیلہ کی مشق سے ان کی یہ حالت تھی کہ کوئی مقدمہ کسی کا ہو جہاں انھوں نے بیٹھ کر خیال کیا اس کا نتیجہ معلوم ہو گیا پھر واقعی اس

طرح ہوا جیسا انھوں نے بتلایا پس ہمارے دماغ میں بھی ان واقعات کا علم تھا۔ لیکن علم العلم نہیں تھا۔ متخیلہ ایسی چیز ہے کہ اس سے کام لیا جاوے تو بہت سے واقعات صحیح نکل آتے ہیں۔ پھر استفسار پر فرمایا کہ نجوم جفر یہ سب مستقل فن ہیں جفر کی بہت تعریف سنی ہے مگر اس کے ماہر نہیں سننے میں آئے۔ اور یہ ایک مستقل فن ہے حساب کا ایک شعبہ ہے جیسے خطائین کا حساب جو کہ حیرت انگیز ہے۔ حتی کہ بعضوں نے تو کہا ہے کہ یہ وحی سے معلوم ہوا تھا خیال صحیح ہونے کا ایک قصہ یاد آیا۔

صدر بازار میرٹھ کا ایک بڑا مقدمہ جنٹ کے یہاں تھا۔ ایک دفعہ پیشی کے روز لوگ گئے وہی صاحب جن کی پیشین گوئی مقدمات کے متعلق اوپر مذکورہ ہوئی وہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا کہ آج پیش نہیں ہوگا۔ چنانچہ صاحب جنٹ دیر میں آئے آتے ہی کہا کہ آج یہ مقدمہ پیش نہیں ہوگا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اس مقدمہ کا انجام کیا ہوگا کہا کہ مناسب نہیں بتلانا فریق ثانی سن کر کوشش سے بیٹھ رہے گا۔ اس کو ارمان رہ جاوے گا۔ جب بہت اصرار ہوا تو انھوں نے غور کیا اور ایک کاغذ پر فیصلہ لکھ کر ایک تختی پر الٹا چسپاں کر دیا۔ اور ایک معتبر حافظ حاجی امام مسجد کے پاس رکھوا دیا کہ بعد فیصل ہونے کے اس کو کھولنا۔ مقدمہ ہونے کے بعد جو پڑھا گیا تو ظالم نے لفظ بہ لفظ وہی لکھ رکھا تھا۔ جو جنٹ نے فیصلہ سنایا یہ بالکل خیال تھا اور کچھ خیال نہیں ایسی چیز ہے۔ پھر ان صاحب نے اس قوت کو بڑھایا۔ جب لندن گئے تو ایک فلسفی عورت نے سن کر اس کی تکذیب کی اور بہت ہنسی۔

ایک بڑے معزز شخص کے یہاں دونوں کی دعوت تھی وہاں اس کا امتحان کیا گیا۔ عورت نے کہا کہ میری جیب میں ایک تحریر ہے اس میں ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس پر کوئی مطلع نہیں کوئی مخفی واقعہ تھا بتلاؤ کہ وہ کیا ہے اس کو یقین تھا کہ یہ نہیں بتلا سکے گا۔ چھ ہزار روپیہ فیس ٹھہرا۔ لیمپ منگا کر کاغذ قلم لیکر تھوڑی دیر سوچ کر لکھنا شروع کیا۔ جب سب لکھ چکا تو کہا کہ کہو سب کو پڑھ کر سنادوں اور اگر کہو تو تم کو دے دوں وہ عورت ڈر گئی اور کہا کہ مجھ کو دیدو وہ اپنی تحریر سے مقابلہ کرتی گئی۔ ایک لفظ کا فرق نہ نکلا۔ عورت حیران رہ گئی۔ تمام تر تحریر میں صرف ایک لفظ میں فرق تھا اس نے استفسار پر کہا کہ پہلے یہی لفظ ہوگا۔ بعد کو کاٹ کر بنایا گیا ہوگا۔

چنانچہ واقعی یہی بات تھی۔ مشق سے اس قدر قوت بڑھ گئی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ شخص یہ کہتے تھے کہ میں ایک نہایت گنہگار مسلمان ہوں یہ کوئی کمال نہیں پھر استفسار پر فرمایا کہ معجزات میں اور دوسرے قسم کے تصرفات میں بہت فرق ہیں ایک یہ بھی کہ مکتسب کی ایک حد ہے معجزات کی حد نہیں۔ البتہ امکان نقلی تو ہونا چاہیے لیکن یہ ہے بری تلبیس میں نے تو اس زمانہ میں کانپور میں اس کے متعلق ایک تحریر بھی لکھ کر شائع کر دی تھی۔ تا کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو۔

استفسار پر فرمایا کہ استدراج بھی کبھی بواسطہ کبھی بلاواسطہ قوت خیالیہ کے ہوتا ہے اور وحی بالکل بلاواسطہ قوت اکتساب کے ہوتی ہے۔ مسمریزم مکتسب ہوتا ہے لیکن مدعی نبوت سے ممتنع ہے کہ خوارق ہو سکیں قوت اکتساب بھی اس کی باطل ہو جاتی ہے اس سے خوارق نہیں ہو سکتے یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مخلوق کو دھوکہ سے محفوظ رکھا البتہ

مدعی الوہیت سے خوارق ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دعوی کے بطلان کے بدیہی دلائل موجود ہیں۔ فلاں شخص مدعی نبوت مستقلہ نہیں تھا البتہ اہانت انبیاء کی وجہ سے میری رائے اس کے بارہ میں سخت ہے۔

ملفوظ (۱۳۶) ناسمجھ سے مؤاخذہ نہیں

بہ سلسلہ گفتگو فرمایا کہ بڑھیوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک بڑھیا کچھ اپنی تکلیفیں بیان کر رہی تھی پھر کیا کہتی ہے کہ مولوی جی میں زیادہ کہتی بھی نہیں۔ کہیں اللہ میاں کہیں کہ (نعوذ باللہ) میرے عیب کھولتی پھرے ہے۔ اپنی دانست میں اس نے یہ بہت ڈر کر کہا تھا۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ کہیں اللہ میاں کی شکایت نہ ہو جاوے اسکو اس بھدے عنوان سے بیان کیا ایک اور بڑھیا نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مولوی جی تمہیں تو اللہ میاں کے گھر کی سب خبر ہے میں تم نے یہ پوچھوں ہوں کہ اللہ میاں زندہ ہیں۔ سب عورتیں توبہ توبہ کرنے لگیں اس وقت وہ گھبرائی کہ کیا بات ہے اس بے چاری نے یہ سمجھا کہ بہت دنوں سے اللہ میاں کا ذکر سنتے چلے آرہے ہیں نہ معلوم اب تک زندہ بھی ہوں گے۔ اس کی سمجھ ہی اتنی تھی۔ عورتیں اس پر ہنسنے لگیں۔ میں نے منع کیا کہ نہیں میں سمجھاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتلا کہ کھانے کون دیتا ہے کہا اللہ میاں۔ میں نے کہا کہ اولاد کون دیتا ہے۔ پانی کون برساتا ہے کہا اللہ

میاں! پھر میں نے پوچھا کہ بھلا مرا ہوا بھی کوئی کام کر سکتا ہے۔ کہا کوئی نہیں۔ میں نے کہا کہ بس اگر اللہ میاں زندہ نہ ہوتے تو کھانے کو کہاں سے دے سکتے تھے اولاد کیسے دیتے۔ پانی کس طرح برساتے۔ یہ سن کر اس کی سمجھ میں آگیا بولی ہاجی ہاں زندہ ہیں۔ فرمایا کہ ایسوں کو مؤاخذہ نہیں۔ کیونکہ ان کی سمجھ ہی اتنی ہوتی ہے۔ جیسے کہ دیہاتی لوگ بڑے بڑے افسروں سے سخت سخت باتیں کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ناسمجھی کی وجہ سے اس سے کچھ باز پرس نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی شہری کہہ دے تو فوراً توہین عدالت میں ماخوذ ہو جاوے۔

ملفوظ (۱۳۷) سالکین کو پیش آنے والے

اکثر کچھ اعلان چھپا کرتے ہیں۔ عبداللہ کے نام سے جو روضۂ نبوی کا خادم بتلایا جاتا ہے کہا کہ اس کو حضور کا یہ ارشاد ہوا ہے کہ اس سال اتنے مسلمان مرے ہیں ان میں صرف اتنے باایمان مرے اور باقی بے ایمان ہو کر مرے ہیں اور کچھ وعیدیں درج ہوتی ہیں اور خیر خیرات صدقت وغیرہ کرنے کی ہدایت ہوتی ہے اسی قسم کا ایک اعلان جو ریلوے ملازمین کی طرف سے شائع ہوا تھا کسی نے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا فرمایا کہ یہ سب واہیات ہے۔ ہر سال یہی قصہ ہوتا ہے۔ میں نے تو اس کے متعلق ایک مضمون تردیدی کانپور میں شائع کرا دیا تھا اسی اعلان میں یہ قسم تھی کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو۔

فرمایا کہ ایسی قسم خود حرام ہے پھر فرمایا کہ ایک بڑی پہچان سچے اور جھوٹے ہونے کی یہ ہے کہ دیندار متقی صلحاء جس طرف مائل ہوں وہ حق ہے اور جس طرف عوام الناس جہلاء مائل ہوں وہ جھوٹ۔ اگر اس خبر میں شائبہ بھی سچا ہوتا تو اچھے لوگ کیوں نہ مائل ہوتے یہ کیا بات ہے ریلوے ملازم اور ایسے ہی عوام جہلاء ایسے اعلانوں کو ثواب سمجھ کر شائع کرتے ہیں کیونکہ اسی عبداللہ کی طرف سے یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کوئی اس خبر کو شائع کرے اس کو ایسے ایسے لمبے چوڑے ثواب ملیں۔

ملفوظ (۱۳۸) بعض واقعات قوت خیالیہ کے تصرف سے ہوتے ہیں

ملفوظ نمبر ۱۳۵ کے سلسلہ میں استفسار پر فرمایا کہ سالکین کو جو واقعات پیش آتے ہیں ان میں بھی بعض امور قوت خیالیہ کے تصرف سے ہوتے ہیں مثلاً سلب مرض، کشف قبور وغیر یا

بعضے انوار و اصوات وغیرہ۔

گو حضرت نے ضیاء القلوب میں بعض تصرفات کی ترکیبیں بھی لکھی ہیں لیکن بہت ناپسند فرماتے تھے ان میں ایک صورت دعویٰ کی سی ہے۔

نیز عوام کو ایہام ہوتا ہے ان کے کمال ہونے کا۔ پھر اہل باطل کے لوگ معتقد ہونے لگتے ہیں کیونکہ ان کے لئے بزرگی کی ضرورت نہیں بلکہ فاسق فاجر یہاں تک کفار، جوگی وغیرہ بھی مشق سے یہ قوت حاصل کر سکتے ہیں ان میں فتنہ بڑا ہے پھر تصرفات شان عبدیت کے بھی خلاف ہیں۔ پھر ان تصرفات کے وقت حق تعالیٰ کی طرف اتنی توجہ نہیں رہتی جس قدر غیر حق کی طرف ہوتی ہے وہ بھی قصداً۔ مجھ کو تو اس سے بڑی غیرت آتی ہے۔ چنانچہ اسی لئے توجہ متعارف یا تصور شیخ سے مجھ کو بہت ہی انقباض ہے یہ وجدان کی بات ہے گو میں اس کو جائز سمجھتا ہوں لیکن ذوقاً نفرت ہے۔ جیسے اوجھڑی کھانا گو جائز ہے لیکن بعض طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔ بلکہ بعضے معاصی کی نسبت بھی ان اشغال سے زیادہ نفرت ہے۔

(اس کے متعلق حضرت نے ایک بار مثال فرمائی تھی کہ گو شراب نجس ہے اور تھوک منک وغیرہ طاہر ہیں لیکن طبعی طور پر شراب سے اس قدر نفرت نہیں جیسی کہ تھوک منک وغیرہ سے گو شرعی نفرت شراب ہی سے زیادہ ہے) توجہ متعارف اور تصور شیخ میں ایک غیرت پیدا ہوتی ہے کہ جو توجہ تام کو خدا تعالیٰ کا حق ہے دوسری طرف اس کو منصرف کرنا نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

گو ہر وقت توجہ الی الحق کی بھی توفیق نہیں ہوتی لیکن قصداً تو دوسرے کی طرف ایسی توجہ اچھی نہیں لگتی جو خاص حق تعالیٰ کا حق ہے۔ بعضوں کے وجدان میں یہ مصلحت ہے کہ اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے۔

عرض کیا گیا کہ اس خاص طور سے نہ سہی لیکن ویسے تو توجہ سب کو ہوتی ہی ہوگی فرمایا کہ ایسی توجہ تو ہوتی ہی ہے کوئی اپنے مرید کو دیکھتا ہے یا شاگرد کو دیکھتا ہے کہ کام کر رہا ہے تو خود بخود توجہ ہوتی ہے یہ شفقت کے ساتھ جو توجہ ہوتی ہے وہ تو سنت ہے انبیاء کی گفتگو اس توجہ میں ہے جس میں تمام خیالات کو مجتمع کر کے ایک ہی طرف قصداً لگانا پڑتا ہے کیونکہ توجہ متعارف

میں جب تک ایسا نہ کیا جاوے نفع نہیں ہوتا عرض کیا گیا کہ کاملین کے قلب میں تو حق تعالیٰ کی یاد ایسی رچ جاتی ہے کہ گفتگو وغیرہ یا مخلوق کی طرف متوجہ ہونے میں ذہول نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں توجہ متعارف میں بھی مشغولی حق میں فرق نہ آتا ہوگا۔

فرمایا کہ رچنا تو ایک حال ہو گیا ہے مگر توجہ بقصد کا اب بھی مکلف ہے مزید توجہ سے توجہ اور زیادہ ہو جاتی ہے سو توجہ مصطلح میں اس کا تو وہ تارک ہو گیا رچنا کے صرف یہ معنی ہیں کہ ادنیٰ توجہ سے قلب منصرف الی الحق ہو جاتا ہے مثلاً استاد کو پڑھاتے پڑھاتے ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ ذرا متوجہ ہونے سے سارے مضامین پیش نظر ہو جاتے ہیں مگر یہ تو نہیں کہ دوسری کتاب پڑھاتے وقت بھی سب مضامین ذہن میں ہوں التفات کے لئے تو قصد ہی کی ضرورت ہے سو اس مرتبہ میں تو قلت التفات ہو ہی جائے گا چاہے ثواب زیادہ ہو کیونکہ نفع متعدی ہے لیکن حضور قلب میں تو فرق آ ہی جائے گا گو محبوب کو ناگوار نہ ہو لیکن افتراق کی ناگواری اس محب کو تو ہو ہی گی دوسرے جو حضور حال ہو گیا ہے اس سے آگے بھی تو حضور کے مدارج ہیں ان کو کیوں ضائع کرے اور یہ حاصل ترقی کا ہے کہ جو درجہ ہو اس سے آگے چلو مثلاً نماز میں جس کا حضور ایک خاص درجہ تک ہو رہا ہے اسے چاہیے اور آگے بڑھے ہاں اس میں مشقت ضرور ہو گی۔

عرض کیا گیا کہ کاملین کو تو عبادت میں تکلیف نہیں ہوتی فرمایا کہ تکلیف نہیں ہوتی کے یہ معنی ہیں کہ درجہ مزاحمت عمل میں نہیں ہوتا لیکن مشقت کچھ نہ کچھ ہوتی ہے اور مشقت میں لذت بھی تو ہوتی ہے کسی مزدور کو اگر ٹھیکہ دیدیا جاوے کہ بجائے ۴ کے ۸ ملیں گے اتنی دیر میں کام ختم کر دو تو وہ زیادہ محنت کے ساتھ کام کرتا ہے اس محنت سے اس کو مشقت ہوتی ہے مگر لطف آتا ہے شوق سے کام کرتا ہے۔

ملفوظ (۱۳۹) کاملین پر غلبہ حال نہ ہونے کا مطلب

استفسار پر فرمایا کہ جو کہا جاتا ہے کہ کاملین پر حال غالب نہیں ہوتا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ استقامت یعنی اعتدال شرعی سے نکل جاوے باقی غلبہ تو ہوتا ہے نفی اس غلبہ کی ہے کہ جس میں حضرت منصور سے انا الحق نکل گیا تھا ایسا غلبہ نہیں ہوتا دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے وقت غشی اور پسینہ کی کثرت ہوتی تھی البتہ ایسا غلبہ نہیں تھا جو کسی

مطلوب شرعی میں خلل واقع کردے وحی میں مثل نوم مغلوبیت ہوتی تھی لیکن کسی حالت شرعیہ سے تو خروج نہیں ہوتا تھاباقی حالت محمودہ کا مطلق غلبہ کیسے منفی ہو سکتا ہے جبکہ نوم کا بھی غلبہ انبیاءواولیاء پر ہوتا ہے۔

غرض کاملین پر بھی احیاناًکسی حال محمودہ کا غلبہ ہوتا ہے مثلاً بکا کا غلبہ کاملین کو بھی ہوتا ہے گواوروں سے کم ہوتا ہے وجد کسی نئی چیز کا ایک خاص اثر ہوتا ہے کامل کو بھی نئی چیز کا اثر پرانی سے زیادہ ہوتا ہے مثلاً کامل نئی شادی کرے تو شروع میں کیااس پر خاص اثر نہ ہوگا ہر نئی چیز کا اثر ہوتا ہے چنانچہ نیا شعر سن کر بہت اثر ہوتا ہے دوبارہ سننے پر وہ اثر نہیں ہوگا یہ سب امور طبعیہ میں سے ہیں سیدھی بات تو یہ ہے باقی تاویل ہے۔

مکرر استفسار پر فرمایا کہ سورہ نساء سن کر حضور آکرم صلی اللہ علیہ وسلم روئے تھے یہ کیا غلبہ نہیں ہے پھر فرمایا کہ یہ تو تمہارے سوالات کے جوابات تھے باقی انبیاء کے احوال کی بابت سوالات نہیں کرنے چاہئیں اولیاء کے احوال کی بابت کرنا چاہئیں انبیاء کے ذوق سے ہم لوگ بالکل عاری ہیں اس لئے جو کچھ ہم قیاس کریں گے وہ قیاساً علی احوالنا ہوگا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ انبیاء کے احوال گفتگو نہیں کرنا چاہیے بعض مصنفین نے اس کی ذرا پرواہ نہیں کی خواہ اور انبیاء کی تنقیص ہی ہو جاوے حالانکہ ادب کے بھی خلاف ہے مصنفین نے جہاں کمالات انبیاء کا موازنہ کیا ہے وہاں بڑی جرات سے کام لیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کلا ان معی ربی سیھدین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے لا تحزن ان اللہ معنا بعض مفسرین نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے معی پہلے کہابعد کو ربی اور حضورؐ نے اللہ پیشتر کہا پھر معنااور موسیٰ علیہ السلام نے معی کہا حضور نے معنا فرمایا تو حضور کا قول قول موسوی سے بڑھا ہوا ہے کیا نعوذ باللہ اس مفسر کو جتنا ادب ہے موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے کتنی سخت بے ادبی ہے بات یہ ہے وہاں ایسے ہی مقتضات تھے یہاں ایسے یہ تو مجملاً سمجھ لیجئے باقی ظناً ان کی کچھ تفصیل بھی ہو سکتی ہے ظناً سمجھئے موسیٰ علیہ السلام نے ایسوں کو خطاب کیا تھا جن میں اکثر گستاخ اور غیر متوکل علی اللہ تھے اس لئے معی افراد اور حصر کے ساتھ لائے اور حضور کا خطاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہے اس لئے معنا لائے مصنفین میں یہ

عام مرض ہے کہ تنقیص انبیاء سے باک نہیں کرتے یہی معاملہ معجزات کے مضمون میں بھی کرتے ہیں ایک شعر کسی نے کہا ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بہ یک پر تو صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسمے

یہ شاعر صاحب حضور کے ساتھ گئے تھے جو ان کو معلوم ہو گیا کہ حضور نے ذات ہی کا مشاہدہ کیا تھا۔

میں ایک ایسے محققوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرو کہ اگر تم ایسی مجلس میں ہو کہ جہاں سارے انبیاء ہوں کیا تم وہاں بھی یہ جرات کر سکتے ہو بلکہ خالی حضور کے سامنے بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں ناگوار نہ ہو اور اوروں کے سامنے تو کیا کر سکتے ہو۔

ملفوظ (۱۴۰) حجاز میں خلفت نبویؐ کی حکمت

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضور کو ایسوں میں مبعوث فرمایا جو سب سے کم سمجھے جاتے تھے ایسے ملک میں پیدا فرمایا جہاں کچھ نہیں تھا کشمیر میں حج ہوتا تو مخالفین کا یہ بھی شبہ ہوتا کہ بھائی جاتے ہیں سیر سپاٹے کے لئے لیکن حجاز میں کیا رکھا ہے۔

ملفوظ (۱۴۱) اہل بدعت کی طرف سے تنقیص انبیاء علیہ السلام

فرمایا کہ اہل بدعت کو تنقیص انبیاء کے وقت یہ خیال نہیں آتا اور انبیاء بھی تو حضور کے بھائی ہی ہیں خصوص حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تو بہت ہی گستاخانہ کلمات کہتے ہیں ؎

بر آسماں چہارم مسیح بیمار ست تبسم تو برائے علاج در کار ست

اور غضب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک بھی پہنچتے ہیں یہاں ایک شعر بطور نقل کے پڑھا ہے ؎

طواف کعبہ مشتاق زیارت کو بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

نعوذ باللہ منہ

ملفوظ (۱۴۲) استخفاف سوء اعتقاد سے بھی زیادہ سخت ہے

فرمایا کہ استخفاف سوء اعتقاد سے بھی زیادہ سخت ہے کہ سوء اعتقاد والا تو مصدق نہیں اور یہ مصدق ہو کر گستاخی کرتا ہے مطلق تصدیق معتبر نہیں تصدیق وہ معتبر ہے جو مقرون ہو عظمت کے ساتھ مثلاً بادشاہ کو مانتا ہو لیکن گستاخی کرتا ہو تو یہی سمجھا جاوے گا کہ یہ باغی ہے۔

ملفوظ (۱۴۳) عقائد میں تحقیق غیر مکلّف ہے

فرمایا کہ عقائد میں سادگی اسلم ہے بہت دقائق میں پڑنا نہ چاہیے بعض دقائق ایسے ہیں جن کی تحقیق کا انسان مکلف ہی نہیں مثلاً جنت میں حق تعالیٰ کس طرح دکھلائی دیں گے یہ بات اچھے اچھوں کے ذہن میں نہیں آتی بس اتنا ذہن میں آجاتا ہے کہ دیکھیں گے صحابہؓ نے کبھی ایسے دقائق پر گفتگو نہیں کی میرے خیال میں توحید کے معاملہ میں اکثر عوام کا عقیدہ مشابہ صحابہ کے ہے ان کو شبہ ہی نہیں ہوتا۔

ملفوظ (۱۴۴) آداب مہمانی و میزبانی

حضرت حضرت جس رکابی یا برتن میں سے کوئی چیز کھاتے ہیں تو جدھر کی طرف سے جہاں تک کھایا ہوا ہوتا ہے اس حصہ کو انگلی سے چاٹ کر اس قدر صاف کر دیتے ہیں کہ جیسے دھلا ہوا ہو۔

احقر کو دکھلا کر فرمایا کہ دیکھئے میں اس طرح کھاتا ہوں تاکہ بقیہ کے کھانے میں دوسرے کو گھن نہ آوے اگر برتن ادھر ادھر سے سنا ہوا ہو تو دیکھنے والے کو گھن معلوم ہوتی ہے۔

یاد آیا ایک بار فرمایا کہ طبیعت کی بات ہے مجھ کو دوسرے کا جھوٹا کھانے سے رکاوٹ ہوتی ہے ہاں ساتھ مل کر ایک ہی برتن میں کھانے سے مطلق نفرت نہیں ہوتی ایک بار احقر کے یہاں حضرت کی دعوت تھی حضرت کے ایک عزیز نے نوکر سے پانی اس طرح مانگا کہ پانی لاؤ حضرت نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میزبان کے نوکروں سے اس تحکم کے لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ذرا پانی دیجئے گا تھوڑا پانی عنایت فرمایئے گا۔

ایک بار حضرت کے مردانہ کمرہ میں چند مہمان حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کو پہنچے وہاں حضرت

کے ایک عزیز اپنے بچہ کو لیے چارپائی پر لیٹے تھے حضرت نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ یہ کیا بد تہذیبی کی بات ہے کہ چند بھلے آدمی تو نیچے بیٹھے ہوں اور تم چارپائی پر لیٹے رہو۔

پھر فرمایا کہ میں اپنے عزیزوں کو اپنے ساتھ بہت بے تکلف رکھتا ہوں کیونکہ ان کو میرے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کرنے کا حق ہے لیکن مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہوتا کہ میرے مہمانوں کے ساتھ بے تہذیبی کا برتاؤ کیا جاوے۔

ملفوظ (۱۴۵) استنجاء میں وساوس کا علاج

احقر نے عرض کیا کہ مجھے استنجاء میں بڑے وسوسے ہوتے ہیں بہت دیر میں بمشکل تمام خشک ہوتا ہے ملنے سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے فرمایا ایسا ہرگز نہ کیجئے معمولی طور سے استنجاء کر کے دھولینا چاہیے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ اس کا حال تھن کا سا ہے کہ جب تک ملتے رہیں کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی نہیں احقر نے عرض کیا کہ بعد کو قطرہ نکل آتا ہے فرمایا کہ کچھ خیال نہ کیجئے چاہے بعد کو نمازوں کا اعادہ کر لیجئے گا لیکن جب تک بہ تکلف جبر کر کے وسوسہ کے خلاف نہ کیجئے گا یہ مرض نہ جائے گا اس کی وجہ سے تو آپ بڑی تکلیف میں ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ رطوبت کی وجہ سے ایک وقت کے وضو میں دوسرے وقت کے وضو کے لئے شک پڑ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے رومال بھی دھونا پڑتا ہے فرمایا کہ نہ وضو کیا کیجئے نہ رومال دھویا کیجئے چند روز بہ تکلف بے التفاتی کرنے سے وسوسے جاتے رہیں گے۔

ملفوظ (۱۴۶) اعمال کا درجہ متعین کرنا بہت ذمہ داری کی بات ہے

فرمایا کہ اعمال کا درجہ متعین کرنا بہت ذمہ داری کی بات ہے حضرات فقہاء نے بہت احتیاط کی ہے جہاں ضروری ہوتا ہے متعین بھی فرماتے ہیں جہاں بچ سکتے ہیں بچنا چاہتے ہیں مثلاً اَحَبُّ اِلَیَّ فرمادیا امام صاحب اکثر مکروہ فرماتے ہیں اور بقدر ضرورت تو یہ بھی گویا فتویٰ ہی ہے جو سمجھنے والے تھے وہ سمجھ گئے مکروہ تحریمی اس کو قرار دیا۔

ملفوظ ۱۴۷ حق تعالیٰ نے ایسی ذات سے وابستہ فرمادیا جس نے ظاہر او

باطناً سب خرافات سے محفوظ کر دیا۔

ہولی میں ایک شخص کو بری حالت بنائے گدھے پر سوار دیکھا اور لوگ بیہودگیاں کرتے ہوئے ہمراہ تھے جیسا کہ ہندوؤں میں قاعدہ ہے۔

فرمایا الحمدللہ حق تعالیٰ نے ایسی ذات سے وابستہ فرمادیا کہ جس نے سب خرافات سے ظاہراً و باطناً محفوظ کر دیا کسی بے ہودگی کا گزر نہیں۔

ملفوظ (۱۴۸) کمال احتیاط در مشبہ بالکفار

احقر نے ایک نیا رومال استعمال کرنا چاہا جس کے کچھ حصہ پر کچا سرخ رنگ تھا ہولی کا زمانہ تھا فرمایا کہ سرخی کو چاک کر منہ پونچھے گا تاکہ منہ نہ رنگ جائے بالخصوص ہولی کے زمانہ میں۔

ملفوظ (۱۴۹) نکاح ثانی سے نفرت

کسی جماعت کے کسی عیب کا ذکر تھا فرمایا۔

علت ابلیس انا خیر بدست
ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

نکاح ثانی سے نفرت ہے لیکن خوب صورتی کے ساتھ عذر کرتے ہیں ورنہ ایک ہی تھانوے کے دونوں درخت ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ دیا سلائی کی نوک پر جو لگا رہتا ہے وہ سب میں موجود ہے ہم میں رگڑ نہیں لگی یہی اللہ کا شکر ہے اور بہتوں میں رگڑ لگ گئی ہے۔

ملفوظ (۱۵۰) جنتری میں تصاویر

جنتری میں تصویریں جا بجا بنی ہوئی تھیں سب کو روشنائی سے مٹا دیا ایک بار احقر نے ایسی ہی جنتری کی تصویروں پر کاغذ کے ٹکڑے چپکے ہوئے دیکھے۔

ملفوظ (۱۵۱) بڑائی کے وسوسے میں نہ آنے کی وجوہ

فرمایا کہ بڑائی کا وسوسہ بھی بڑوں کو نہیں آتا اور اس کے لئے صرف اعتقاد کافی نہیں مجاہدہ و صحبت کی ضرورت ہے جس سے وجدان ہو جاتا ہے بڑائی کے وسوسہ بھی نہ آنے کی دو وجہ ہوتی ہیں اول تو یہ کہ اوپر کا درجہ ان کے پیش نظر ہوتا ہے اس کے سامنے اپنا درجہ ظاہر ہے کہ

کم ہی ہوتا ہے دوسرے یہ کہ سب کمالات کو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تیز مزاج مشہور تھے مگر اپنے نفس کے لئے ذرا تیز مزاج نہ تھے ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا کو خطاب کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ حرام کی پیدائش ہیں ذرا تغیر نہیں ہوا بلکہ فرمانے لگے کہ میری والدہ کے نکاح کے تو گواہ اب تک موجود ہیں اگر کہیے ان سے شہادت دلوا دی جاوے پھر الولد للفراش کے قاعدہ سے جو اولاد نکاح کی حالت میں ہو وہ حرام کی نہیں سمجھی جاتی ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے پھر فرمایا کہ واقعی یہ کس قدر بے نفسی کی بات ہے کہ اتنی بڑی تہمت کو ٹھنڈے جی سے سن کر اس کو سمجھانے لگے۔

ملفوظ (۱۵۲) قابل وظیفہ اشعار

دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ یہ اشعار قابل وظیفہ بنانے کے ہیں۔

یا غیاثی عند کل کربتہ یا معاذی عند کل شدۃ

یا مجیبی عند کل دعوۃ یا ملاذی عند کل محنتہ

ملفوظ (۱۵۳) ہر شخص کا وجدان معتبر نہیں

مثنوی شریف کے درس میں غالباً یہ فرمارہے تھے کہ ہر شخص کا وجدان معتبر نہیں اس پر فرمایا کہ ایک نام کے مولوی نے لکھا تھا کہ تحقیقات جدیدہ کے دعاوی پر گو دلائل مسکت نہیں ہیں لیکن جی کو لگتے ہیں۔

مولوی محمد فاروق صاحب مرحوم نے جواب میں لکھا کہ کس کے جی کو لگتے ہیں تمہارے جی کو یا ہمارے جی کو اگر شق اول ہے تو صغریٰ مسلم مگر کبریٰ غلط اور اگر شق ثانی ہے تو صغریٰ ہی غلط۔

ملفوظ (۱۵۴) نسبت مع اللہ کی علت

فرمایا کہ نسبت مع اللہ کی علت کسب نہیں ہوتی محض فضل ہے لیکن کسب شرط ہے جیسے وضوء کی شرط نماز ہے مگر اس کی علت نہیں۔

ملفوظ (۱۵۵) آج کل کی ہمدردی

آج کل کی ہمدردی قومی کی بابت فرمایا کہ ہمدردی نہیں ہمہ دردی ہے۔

ملفوظ (۱۵۶) کرایہ کی چیز میں شرط کا حکم

احقر نے عرض کیا کہ اگر کسی کرایہ کی چیز میں یہ شرط ہو کہ اس کو دوسرا شخص استعمال نہ کر سکے تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ شرط وہاں معتبر ہے جہاں اختلاف استعمال کنندہ سے شئی مستعمل پر مختلف اثر پہنچے ورنہ شرط غیر مفید ہے مثلاً ٹٹو کی سواری میں یہ شرط معتبر ہے مکان وغیرہ میں معتبر نہیں ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

۱۶ / جمادی الاول ۳۴ھ

ملفوظ (۱۵۷) سوال کا جواب صاف دینا چاہیے

ایک مولوی صاحب بغرض بیعت حاضر ہوئے حضرت نے پوچھا آپ کتنے دن قیام کر سکتے ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ جتنا آپ کے نزدیک مناسب ہو حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پندرہ برس رہیے انہوں نے کہا کہ اتنا تو نہیں ہو سکتا پھر حضرت بہت ناراض ہوئے کہ یہ بھی کوئی جواب تھا کہ جتنا تمہارے نزدیک مناسب ہے اب جبکہ میں نے اپنے نزدیک مناسب کو ظاہر کیا تو عمل کیوں نہیں کرتے ایسی بات کہنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔

پھر دوران خطاب میں حضرت نے ان سے مختلف سوالات کئے لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی فرمایا کہ دیکھئے یہ حالت ہے یعنی عجیب طرح کا مذاق ہو گیا ہے ایک بات پوچھتے ہیں اس کا جواب نہیں ملتا جواب دینا چاہیے اس وقت تو بڑے مطیع بنے تھے کہ صاحب جتنا مناسب ہو ٹھہروں گا جب کہا گیا کہ بھائی اتنا مناسب ہے تو کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو نہیں ہو سکتا۔

یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ اتنی گنجائش ہے۔ مجھ کم بختی مارے کو کیا معلوم کہ دوسرے کو کتنی گنجائش ہے۔ کیسی الٹی بات ہے میں کیسے تعیین کر دوں۔ وہ صاحب برابر خاموش بیٹھے رہے اور باوجود طلب جواب کچھ جواب نہ دیا تب فرمایا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو بس اگر آپ کو پندرہ برس یہاں ٹھہرنا ہو تو رہیئے ورنہ تشریف لے جائیں اور بہت سے مشائخ ہیں ریل کا وقت ابھی باقی ہے یہ فرما کر ان کو اٹھا دیا سہ دری کے باہر پھر بیٹھنے لگے تو فرمایا کہ یہاں نہ بیٹھے آپ کو

دیکھ دیکھ کر اور مضامین کی اور آمد ہوتی ہے پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بس یوں جی میں کہیں گے کہ بڑا بد اخلاق ہے۔

اب میں کیا کروں جب وہ کوئی معقول جواب دیں ہی نہیں اگر یہ جواب دیدیتے تو کام شروع ہو جاتا بس اب یہ کروں گا کہ خوب سزا دوں گا اور وہ سزا ایسی ہے کہ دو تین دن تک ان سے بولوں گا نہیں اگر طالب صادق ہوں گے تو ٹھہریں گے اگر یوں ہی ہوں گے تو چل دیں گے اچھا ہے خس کم جہاں پاک۔

ایسے بے ہودوں کا میرے پاس نہ رہنا ہی اچھا ہے لوگ آتے ہی پریشانی سوغات میں دیتے ہیں میں تو اس لیے قیام کی بات پوچھا کرتا ہوں کہ اگر کم قیام ہو سکے تو اور طرز پر تعلیم ہوتی ہے اور اگر زیادہ قیام ہو تو اور طرز پر یہ قاعدہ کلیہ ہے لیکن لوگوں کو تکلفات نے خراب کیا ہے فیصدی شاید مشکل سے دو تین ایسے ہوں گے جو بلا تکلف صاف صاف جواب دیں خیر تربیت کے لئے آئے تھے سو تربیت تو شروع ہو گئی یہ پڑھے لکھے ہیں لیکن یہ سبق کسی کتاب میں نہیں لکھا حالانکہ سب انہیں درسی کتابوں میں موجود ہے معقول جواب دینا یہ تو حقوق مسلم میں سے ہے۔ انہیں یہ شکایت ہو گی کہ آتے ہی پریشان کیا بڑا بد اخلاق ہے اور مجھے بھی یہی شکایت کہ بڑے بد اخلاق ہیں معقول جواب ہی نہیں دیتے خواہ مخواہ پریشان کیا ہنس کر فرمایا۔

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

خیر اب عمر بھر کے لئے ایک تو اصلاح ہو گئی اب عمر بھر ایسی حرکت نہ کریں گے اب میں کوئی بات پوچھوں گا تو سیدھے سیدھے جواب دیں گے اب پریشان نہ کریں گے پہلے میں یہ کیا کرتا تھا کہ خود ہی بار بار پوچھ کر صاف جواب لیتا تھا لیکن سخت الجھن اور تعب ہوتا تھا جب سے یہ نکتہ سمجھ میں آگیا تب سے یہی کہہ دیتا ہوں کہ اچھا پندرہ برس ٹھہریئے اس جواب سے سیدھے ہو جاتے ہیں تکلفات کو لوگ نہیں چھوڑتے۔

ایک صاحب آئے سلام کیا لیکن بیٹھتے نہیں کھڑے ہیں مجھے سخت الجھن ہوئی تھوڑی دیر تو ضبط کیا جب نہ بیٹھے تو پوچھا کہ صاحب بیٹھتے کیوں نہیں آپ کیا جواب دیتے ہیں کہ بلا اجازت بھلا کیسے بیٹھ سکتا ہوں میں نے کہا کہ اچھا ایک ہفتہ تک اجازت نہیں کھڑے رہیئے یہ سنتے ہی بس

فوراً بیٹھ گئے میں نے کہا کہ اب تو تصریح حکم کے خلاف کیا پہلے ہی سے یہ کیوں نہ سوجھا۔

فائدہ :- جو سوال کیا جاوے اس کا بلا تکلف صاف صاف جواب دینا چاہیے پیچ دار الفاظ ہرگز نہ ہونے چاہئیں تکلف اور تصنع جو آج کل بطور عادت ثانیہ کے ہو گئے ہیں بالکل خلوص کے خلاف اور نہایت تکلیف دہ چیزیں ہیں۔

ملفوظ (۱۵۸) حسن انتظام اور تساوی حقوق

ایک دوسرے صاحب سے پوچھا کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہوں کہئے انہوں نے اپنا حال اس طرح کہنا شروع کیا کہ کچھ الفاظ تو زور سے کہیں اور کچھ آہستہ سے کہدیں جو سمجھ میں بھی نہ آویں حضرت نے فرمایا کہ دل کھول کر صاف صاف کہئیے ایک بات تو پکار کے اور ایک آہستہ یہ بھی کوئی صنعت ہے جیسے کہ ایک منقوط اور ایک غیر منقوط یہ صنعت تو ضرور ہے لیکن میں سمجھوں کس طرح پھر انہوں نے کچھ اپنے باطنی حالات کہے لیکن یہ نہیں بتلایا کہ چاہتے کیا ہیں حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ تو بتلانا چاہیے کہ آپ چاہتے کیا ہیں جب انہوں نے ذکر شغل کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ بعد عصر آپ ایک پرچہ پر اپنا نام لکھ کر دے دیجئے گا میں اس کے متعلق جو مناسب ہوگا بعد مغرب عرض کر دوں گا۔

بعد عصر دو اور صاحبان نے حسب معمول اپنے نام کے پرچے حضرت کے سامنے رکھ دیئے اور یہ صاحب اپنا پرچہ لئے رہے بعد کو پیش کیا فرمایا کہ میرا معمول صرف دو پرچے لینے کا ہے آپ لئے کیوں بیٹھے رہے اب آپ اگر ان دونوں صاحبوں میں سے کسی کو راضی کر لیں گے تو میں بجائے ان کے پرچہ کے آپ کا پرچہ لے لوں گا خود مجھے کوئی وجہ ترجیح دینے کی نہیں وہ ان دونوں صاحبوں سے کہنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ میری سفارش نہ سمجھی جاوے میں سفارش نہیں کرتا آزادی سے اپنی رائے پر عمل کریں محض میرے کہنے سے راضی نہ ہوں چنانچہ ان میں سے ایک صاحب تو بوجہ اس کے کہ ایک روز قبل اسی طرح وہ ایک اور صاحب کے کہنے سے راضی ہو گئے تھے اور پرچہ دینے سے محروم رہے تھے آج راضی نہ ہوئے دوسرے صاحب پرچہ دے کر تشریف لے جا چکے تھے چنانچہ ان کا پرچہ نہ لیا جا سکا اب دوسرے دن وہ صاحب اپنا پرچہ دیں گے دوسرے دن دیا تو پڑیہ کے رنگ سے لکھ کر حضرت بوجہ شبہ نجاست

کے ایسا پرچہ نہیں لیتے کیونکہ رومال میں باندھ لیتے ہیں یا جیب میں رکھ لیتے ہیں پھر نمازو غیرہ میں احتیاط رکھنی پڑتی ہے اس لئے وہ پرچہ واپس کر دیا کہ دوسری سیاہی سے لکھ کر لاؤ وہ اسی پرچہ پر دوسری سیاہی سے لکھ کر لائے اس پر خفا ہو کر فرمایا کہ اللہ ورسولؐ کے کام میں بھی دھوکہ دیتے ہو اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے اس وقت طبیعت بے لطف کر دی اب میں پرچہ نہیں لوں گا کیوں کہ بے لطفی کی حالت میں کچھ بتلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا جب یہ بے لطفی رفع ہو جاوے تب دینا چاہئے ان صاحب کے قریب مغرب دوسرے صاحب نے پرچہ دینا چاہا تو فرمایا کہ نہیں ان کا حق ہے اگر آپ کا پرچہ لے لوں گا تو ان کو رنج ہوگا مجھ سے گو اس کی کیا فکر ہے بہت سوں کو مجھ سے رنج ہے لیکن آپ سے ان کو رنج ہوگا ان صاحب نے اس موقعہ پر رنج کی نفی کرنی چاہی تو فرمایا کہ آپ حاشیہ نہ چڑھایئے آپ کے بولنے کی ضرورت نہیں اَنصِتُوا پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ کچھ پوچھتے ہیں تو بولتے نہیں اور بلا پوچھے بولتے ہیں (ان صاحب نے پوچھنے کے وقت ایسا ہی کیا تھا)

فائدہ۔ جو بات کہے نہایت صاف اور کھلی ہوئی آواز میں کہے کوئی بات زور سے اور کوئی بات آہستہ کہنے سے سننے والا کچھ مطلب نہیں سمجھ سکتا۔

جس صاحب کو پرچہ دینا ضروری ہو وہ پہلے سے حضرت کے قریب نماز میں شریک ہوں تاکہ سب سے پہلے اپنا پرچہ حوالہ کر سکیں اس واقعہ سے حضرت کا حسن انتظام اور تساوی حقوق کی نگہداشت خوبی ظاہر ہے۔

ملفوظ (۱۵۹) سفارشی خط کے بارے میں احتیاط

ایک صاحب نے حضرت سے کسی عہدہ دار کے نام سفارشی خط لکھنے کے لئے بذریعہ خط درخواست کی جواب میں تحریر فرمادیا کہ میں تمہارے بھائی کے لئے لکھ چکا ہوں اس کا کچھ نتیجہ نہیں ہوا اب تمہارے لئے لکھنے سے بھی یہی ہوگا اس جواب کو ان صاحب نے ان عہدہ دار کے پاس بھیج دیا ان عہدہ دار نے معذرت کا خط لکھا کہ حضرت یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس نے یوں ہی ٹال دیا۔

دراصل یہ بات نہیں بلکہ یہاں کے معاملات ہی ایسے ہیں کہ میں کچھ بھی ان کے لئے نہ کر سکا حضرت نے جواب میں ان کی پوری تسلی کر دی کہ مجھ کو آپ پر یہ گمان ہرگز نہیں ہوا پھر

اس واقعہ کا حوالہ دے کر فرمایا کہ دیکھئے ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں خواہ مخواہ دو مسلمانوں میں رنجش پیدا کراتے ہیں اپنے موہوم نفع کی امید پر وہ عہدہ دار تو بے چارے محبت کرنے والے بے تکلف شخص ہیں اس لئے انہوں نے صاف کر لیا ورنہ اگر وہ ظاہر نہ کرتے تو دل میں ضرور رنج رکھتے اور ان صاحب کا بھی اس حرکت سے کچھ نفع نہ ہوا البتہ اگر ہونے والا بھی ہوتا تو اب نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اب ایک اور تجربہ ہوا کہ درخواست سفارش کے جواب میں عذر بھی نہ لکھنا چاہیے بس جواب ہی نہ دے تاکہ وہ اس عذر ہی کو نہ پیش کر دے ایسے شخص کا خط آوے تو یہ کرے کہ اگر ٹکٹ نہ ہو تب تو خیر کوئی دقت ہی نہیں جواب نہ دے اور اگر ٹکٹ ہو تو خالی لفافہ پر لگا کر بند کر کے ڈالدے اور کچھ جواب نہ دے۔

عمر بھر دو خطوں کے ساتھ میں نے یہ معاملہ کیا ہے ایک شخص نے الہ آباد سے جوابی کارڈ گالیوں کا بھیجا تھا میں نے کارڈ سادہ ڈاک میں چھوڑ دیا اس کے یہ معنی تھے کہ؟

جواب جاہلاں باشد خاموشی

اسی طرح تبت سے ایک صاحب نے برا بھلا لکھا تھا ان کو بھی سادہ لفافہ بلا خط کے بھیج دیا تھا جب پہنچا ہوگا تو بہت خفا ہوئے ہوں گے مطلب یہی تھا کہ۔

جواب جاہلاں باشد خاموشی

فائدہ :۔ آج کل کی متعارف سفارش کو حضرت بالکل پسند نہیں فرماتے کیونکہ اس میں دوسرے پر خواہ مخواہ بار ہوتا ہے اور آج کل ایسے بے تکلف لوگ ہیں نہیں کہ سفارش کا کچھ اثر قلب میں نہ لیں اس لئے اکثر تو سفارش سے انکار فرمادیتے ہیں اور اگر کبھی کسی خاص شخص کی بے تکلفی پر اعتماد کر کے لکھ بھی دیتے ہیں تو صاف تحریر فرمادیتے ہیں کہ میری تحریر کی وجہ سے خلاف خاطر یا خلاف مصلحت ہرگز ہرگز نہ کیجئے گا۔

بعض لوگوں نے خواہ مخواہ تنگ کیا تو کبھی کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ ان سے خود کہہ دیا کہ تم جو چاہو میری طرف سے لکھ لاؤ وہی میں لکھ دوں گا چنانچہ ادھر تو وہ خط لکھ دیا ادھر دوسرا خط اپنی طرف سے لکھ بھیجا کہ ایسا ایسا خط آوے گا اس کا کچھ لحاظ نہ کرنا مجھ کو مجبور کر کے لکھوایا گیا ہے۔

ملفوظ (۱۶۰) سلسلہ امدادیہ والوں کا خاتمہ عجیب و غریب ہوتا ہے

ایک ضعیف العمر صاحب کا جو مرض الموت میں مبتلا تھے ہجوم وساوس کی شکایت کا خط آیا حضرت نے نہایت تسلی کا خط لکھا اور تحریر فرمایا کہ وساوس سے ہرگز پریشان نہ ہوں آپ دیکھیں گے کہ یہ آپ کے نامہ اعمال میں بطور حسنات کے درج ہوں گے ان صاحب کو پیشتر کے خطوط میں حضرت نے اسی شکایت کی بابت تحریر فرمایا تھا کہ آپ کو چندروز ایسی جگہ رہنا چاہیے جہاں طبیب ظاہری بھی ہو اور کوئی شیخ کامل بھی ہو جس سے آپ کو عقیدت ہو۔

فرمایا کہ چونکہ اب ان کا آخری وقت ہے اس لئے اب ان کو علاج کے فکر میں ڈالنا ان کو موت کے وقت پریشان کرنا ہے اور دراصل بھی وساوس کوئی مواخذہ کی چیز نہیں لیکن خاتمہ کے وقت پریشانی ہونا برا ہے پھر فرمایا کہ بریلی میں ایک بہت نیک شخص تھے جو عالم بھی تھے رئیس بھی تھے طبیب بھی تھے بہت ہی اچھے شخص تھے ایک عالم خوش عقیدہ تھے لیکن ایک وسوسہ میں مبتلا تھے مرض موت میں بھائی کی معرفت انہوں نے خواہش کی کہ میرا اخیر وقت ہے میں ملنا چاہتا ہوں میں گیا مجھ سے انہوں نے اس وسوسہ کو بیان کیا میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ وسوسہ کوئی فکر کی چیز نہیں بلکہ الٹا ثواب ہے غرض ان کی پوری تسلی کر دی وہ اس قدر شگفتہ ہوئے کہ دعائیں دیتے تھے کہ تم نے مجھ کو زندہ کر دیا۔ نہایت خوشی خوشی انہوں نے جان دی۔ غالباً میرے قیام ہی کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

احقر نے عرض کیا اگر کوئی مریض اور خاصکر اور وہ جو مر رہا ہو حضور کے دیکھنے کی خواہش کرتا ہے تو حضور غایت شفقت سے اس کی خواہش کو ضرور پورا فرماتے ہیں خواہ کیسا ہی حرج یا تکلیف ہو اس لیے احقر نے اپنے عزیزوں سے وصیت کر دی ہے کہ جو میرا وقت اخیر ہو تو حضرت کو ضرور بلوالیا جاوے۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ کہیں لوگ میری صورت یاسین نہ سمجھے لگیں جو مرتے وقت پڑھی جاوے ایک بار ایسی ہی گفتگو کے وقت فرمایا تھا کہ تعلق ایسی چیز ہے کہ متحابین چاہے

جہاں ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ان میں معیت ہی ہو گی۔

ایک بار حضرت کو مرزا علی نظیر بیگ صاحب کی اہلیہ نے اخیر وقت میں یاد کیا حضرت نے اطلاع ہوتے ہی باوجود نہایت درجہ قلت فرصت کے سفر کا تہیہ فرمادیا پہنچتے ہی حضرت گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ان خوش نصیب بی بی نے حضرت سے حسنِ خاتمہ کی دعا کی درخواست کی اور سورۂ یٰسین شریف پڑھوا کر سنی۔دوسرے دن نہایت شوق سے احوال آخرت سنے اور شب کو حضرت کے قیام ہی کے زمانہ میں انتقال فرماگئیں۔

یہ بی بی حضرت ہی سے بیعت تھی ۔ں حضرت اطلاع حال سے ایک ہفتہ بعد تشریف لے گئے تھے اس میں حکمت حق سے یہ مصلحت نکلی کہ مریضہ کا انتقال حضرت ہی کے سامنے ہو گیا جو کہ مرحومہ کی عین تمنا تھی۔انھوں نے حضرت کے پہنچنے سے دوچار دن پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک وسیع محل ہشت پہلو موتیوں کا ہے جس میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ اسی میں ایک مینار تھا جس میں چراغ جل رہا تھا۔(غالبًا)اس مینار پر وہ چڑھ گئیں پھر آنکھ کھل گئی۔ حضرت نے ان بی بی صاحبہ کے انتقال کے واقعات سے احقر کو اطلاع دیکر تحریر فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ یہ برکت ہے سلسلہ امدادیہ کی۔اکثر یہی دیکھا ہے کہ اس سلسلہ والوں کا خاتمہ عجیب وغریب ہوتا ہے۔

پیشتر بھی فرماچکے ہیں کہ اکثر دیکھا ہے کہ دنیا دار لوگ اس سلسلہ میں بیعت ہوئے اور پھر دنیا ہی میں مشغول رہے لیکن ان کا خاتمہ ولیوں کا سا ہوا۔احقر کے ایک بھوئی حضرت سے بیعت ہو کر انتقال کر گئے۔بہت دن احقر کے لوگوں نے انھیں خواب میں دیکھا کہ اچھل کود رہے ہیں اورر خوش ہورہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے کانپور جاکر حضرت مولانا سے مرید ہو گیا۔میں بہت آرام سے ہوں اور بہت سے واقعات ہیں لیکن یہ ملفوظ زیادہ بڑھا جاتا ہے۔ اس لیے ختم کرتا ہوں اور کسی موقعہ پر بشرط یاد عرض کروں گا۔

حضرت فرماتے تھے کہ مجھ کو مریض کے اوپر نہایت رحم آتا ہے وہ اگر کوئی خواہش کرتا ہے تو جہاں تک ہو سکتا ہے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔خواہ کتنی ہی تکلیف یا حرج ہو۔

ایک صاحب اطلاع کی بابت یہ سنا کہ وہ مرتے وقت میرے ملنے کی خواہش کرتے

تھے لیکن کسی نے مجھے اطلاں نہیں کی مجھ کو سخت قلق ہے ورنہ ضرور پہنچتا۔ حاجی محمد سعید صاحب نے جو کہ مدت سے مبتلائے مرض ہیں۔ ایک ماہ کے لئے تشریف لانے کی خواہش کی تو تحریر فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ اڑ کر پہنچوں لیکن مشاغل کی کثرت مانع ہے پھر بھی آٹھ نو دن کے لئے تشریف لے گئے اور حاجی صاحب کی درخواست پر ان کو بیعت بھی فرمالیا حالانکہ حضرت بیعت میں نہایت تشدد فرماتے ہیں لیکن فرماتے تھے کہ عورتوں اور مریضوں سے انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں امتحان لینے کے قابل نہیں پھر یہ شعر فرمایا۔

طالباں راکہ طلب باشد وقوت نبود
گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

حسن خاتمہ کے دو اور بھی واقعات حضرت کے فرمائے ہوئے یاد آئے فرمایا کہ مولوی مسیح الدین صاحب کے والد عبداللہ مرحوم مجھ سے تعلق رکھتے تھے بچارے دنیادار آدمی تھے۔ مولوی مسیح الدین نے ان کو خواب میں دیکھا حال پوچھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہہ کر بخش دیا کہ تم اس شخص سے (حضرت کا نام لے کر) تعلق رکھتے ہو ہم نے تم کو بخش دیا۔

اسی طرح فرمایا کہ ایک لڑکی جو مجھ سے بیعت تھی تھانہ بھون میں بیمار تھی۔ میں کانپور میں تھا اس نے یکایک میرا نام لے کر کہا وہ او نٹنی لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ چل۔ بس یہ کہہ کر انتقال کر گئی اور جس کو اس نے دیکھا وہ کوئی لطیفہ غیبیہ تھا جو پیر کی شکل میں نمودار ہوا۔ خود پیر نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ الحمد اللہ یہ مقبولیت عنداللہ کی علامات ہیں ان سے امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ میں مردود نہیں ہوں۔ ایک صاحب کو حضرت سے اعتقاد ہوا اور گو ابھی بیعت بھی نہیں ہوئے لیکن حالت درست ہونے لگی۔ احقر کے عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ یہ مقبولیت سلسلہ کی دلیل ہے اور جو سلسلہ مقبول ہوتا ہے اس سے جس قدر تعلق بڑھتا جاتا ہے اسی قدر توفیق اعمال صالحہ کی ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جب احقر فتح پور میں تھا۔ ایک معمار کی بابت ایک ذی فہم طالب علم صاحب نے مجھ سے کہا کہ جب سے حضرت کی خدمت سے آیا ہے بہت ہی محتاط ہو گیا ہے ٹھیکہ وغیرہ میں جائز ناجائز کا بہت خیال کرتا ہے۔ پھر ان طالب علم صاحب نے جن کو

حضرت سے کسی قسم کا تعلق بھی نہیں ہے کہا کہ یہ بات تو ہم نے ضرور دیکھی ہے کہ جو شخص حضرت مولانا سے بیعت ہو جاتا ہے اس کو شریعت اور جائز ناجائز کا بہت خیال ہو جاتا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

فائدہ : شفقت کا مادہ حضرت میں اس درجہ ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کے واقعات بیان کرنے لگوں تو بہت جگہ چاہئے۔

حضرت خود فرماتے تھے گو میں نے بچپن میں ایک قصائن کا دودھ پیا ہے اور میرا دل بہت نرم نہیں لیکن جب کسی کی بری حالت دیکھتا ہوں تو میرا دل بس پانی پانی ہو جاتا ہے۔ ایک بار احقر نے عرض کیا کہ حضور دعا سے ضرور یاد رکھا کریں فرمایا کہ آپ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ میں دعا سے غافل ہوں آپ سے تو خیر تعلق ہے۔ اب تو نہیں لیکن ایک زمانہ میں مدت تک میں نے جانوروں تک کے لئے دعا مانگی ہے کیونکہ ان کے بھی حقوق ہیں۔

ملفوظ (۱۶۱) مار پیٹ میں اعتدال

فرمایا کہ بعضے استاد بچوں کو بہت مارتے ہیں بعضوں کا فہم قدرۃً کم ہوتا ہے لہذا ان کو مارنا پیٹنا زیادتی ہے بچوں کو جو زیادہ مارتے پیٹتے ہیں ان سے مؤاخذہ ہوگا۔ غصہ میں اگر میرے ہوش بجا رہتے ہیں اور الحمد اللہ کہ رہتے ہیں تو میں رسی سے مارتا ہوں اس میں خطرہ ہڈی وغیرہ کے ٹوٹنے کا نہیں ہوتا۔ اعتدال سے مارنا پیٹنا چاہیے مجھے بچوں کے پیٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

ملفوظ (۱۶۲) نشست میں بے تکلفی

احقر ایک بار بوجہ جگہ نہ ہونے کے سہ دری میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جدھر کبھی کبھی حضرت پیٹھ بھی پھیر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ چونکہ حضرت کو کسی کے پیٹھ پیچھے سے بیٹھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے احقر نے عرض کیا کہ اگر تکلیف ہو تو میں کسی اور جگہ جا بیٹھوں۔ شاید حضور کو میری طرف پیٹھ کرنے میں تکلف ہو۔ فرمایا کہ جی نہیں میں ایسا موؤب نہیں ہوں۔ اگر ضرورت ہوگی تو میں پیٹھ کر کے بھی بیٹھ جاؤں گا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص قصداً اور خاص کر وظیفہ کے وقت پیٹھ پیچھے بیٹھا ہو وہ ناگوار ہوتا ہے۔ باقی اگر کوئی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھے تو وہ ناگوار نہیں ہوتا۔ (ہنس کر فرمایا) اور دوسرے آپ تو میرے پیٹھ پیچھے نہیں بیٹھیں گے میں آپ کے منہ

کے آگے بیٹھوں گا۔

ملفوظ (۱۶۳) مثنوی شریف کی حکایت

دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ ایک حکایت کسی کتاب میں دیکھی ہے کہ ایک شخص ایک عالم درویش کی زیارت کو گئے۔ وہاں مرغ مسلم تیار ہوا اور وہ عالم صاحب سب اڑا گئے اس شخص کے دل میں وسوسہ آیا کہ ارے ہم نے تو سنا تھا کہ بڑے بزرگ ہیں یہ تو سارا مرغ اڑا گئے۔ وہ صاحب کشف تھے۔ ان کو اس خطرہ پر اطلاع ہو گئی۔ اس کے بعد انھوں نے وعظ کہا جس میں عجیب و غریب موثر مضامین بہت دیر تک بیان کرتے رہے پھر اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بھائی ایسے شخص کو مرغ کھانا نامناسب نہیں جو کھا کر اتنا کام کرے۔

ملفوظ (۱۶۴) استغراق مشابہ نیند کے ہے

فرمایا کہ استغراق مشابہ نیند کے ہے اگر ہیت صلوٰۃ پر نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر وجد ہو اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جاہل فقیر اسی طرح ظالم بلا دو بارہ وضو کیے نماز پڑھتے ہیں۔

ساری عمر میں ایک صوفی نے یہ مسئلہ پوچھا میں نے کہا کہ وجد میں بے ہوش ہو کر گر پڑے تو وضو جاتا رہتا ہے۔ فرق استغراق اور نوم میں صرف یہ ہے کہ استغراق میں قلب بیدار بحق ہوتا ہے نہ کہ بیدار بخلق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوم نعاس کی حد تک ہوتی تھی نوم کی حد تک نہیں اس لئے حضور کے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ عرض کیا گیا کہ کیا نعاس سے سیری ہو جاتی ہے فرمایا کہ مجھے تو سیری ہو جاتی ہے۔ اکثر جب سونے کو نہیں ملتا تو بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر کے کچھ دیر اونگھ لیتا ہوں تو وہ جو دھواں سا دماغ میں ہوتا ہے وہ نہیں رہتا طبیعت شگفتہ ہو جاتی ہے۔

ملفوظ (۱۶۵) صاحب کشف بزرگ کا واقعہ

دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی کہتے تھے کہ میں مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا لوگ ان کی تعریف کرنے لگے اور وہ خوش ہو ہو

کر ہنس رہے تھے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جو اپنی تعریف سے خوش ہوتے ہیں ان بزرگ نے فوراً فرمایا کہ یہ تو خیال ہے میں اپنی تعریف سے کیا خوش ہو رہا ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف سے خوش ہو رہا ہوں۔ کیونکہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اگر جیم (ج) خوشخط لکھا ہوا ہو تو اس جیم کی تعریف کیا ہے۔ کاتب کی تعریف ہے جس نے ایسا خوب صورت جیم لکھا ہے۔

میرے دل میں پھر یہ وسوسہ آیا کہ جب سب چیزیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں تو میرے اس وسوسہ ہی کے دفع کی کیوں فکر میں پڑے۔ فوراً فرمایا کہ بری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسبت کرنا بے ادبی کی بات ہے تب مولوی صاحب گھبرائے کہ ایسوں کے تو پاس بیٹھنا بھی مشکل ہے پھر حضرت نے فرمایا ۔

پیش اہل دل نگہدارید دل
تانباشد از گماں بد خجل

پھر فرمایا کہ بعضوں کو فوراً کشف ہو جاتا ہے جیسے مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز انھیں بہت کشف ہوتا تھا۔

ملفوظ (۱۶۶) قبض وبسط کی حکمت

فرمایا کہ ایک ہی حالت میں طبیعت اکتا جاتی ہے۔ کامل کی بھی اکتا جاتی ہے کبھی کبھی ہنس بول لیں تو طبیعت تازہ ہو جاتی ہے۔ نشاط ہو جاتا ہے۔ تجدید نشاط کی مصلحت کے لئے ابو الوقت تو خود دوسری طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ ابن الوقت چونکہ مغلوب الحال ہوتا ہے اس لئے وہ خود تو جس حال میں ہے اس سے نکلتا نہیں لیکن خود اللہ تعالیٰ اس کے اوپر کوئی حالت قبض کی طاری فرمادیتے ہیں تاکہ غیبت ہونے کے بعد پھر حضور کی لذت محسوس ہو۔ اسی کو حضرت حافظ فرماتے ہیں ۔

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم
گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔

چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بیں
تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو
آں صلاح تست آیس دل مشو

ملفوظ (۱۶۷) شیخ وہی ہے جو خود طالب کے مقام پر نزول کرے

فرمایا کہ شخص وہی ہے جو کہ خود طالب کے مقام پر نزول کرے۔ نہ کہ اپنے مقام پر طالب کو لاوے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی دودھ پیتے بچہ کو گوشت کھلا دے تو سوائے اس کے کہ وہ ہلاک ہو اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً شیخ اپنی حالت کے مطابق مبتدی کو تعلیم کرنے لگے مثلاً توحید کا کوئی راز بیان کر کے اس سے کہے کہ تم یوں سمجھو تو وہ تو ہو جائے کافر! کیونکہ اس میں ابھی ایسے دقائق کے سمجھنے کی کہاں قابلیت پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ نزول تعلیم کی حالت تک ہے۔ پھر جب اس کی تعلیم سے فارغ ہو جاوے تب پھر اپنے مقام پر لوٹ آوے۔ مثلاً کسی مبتدی طالب علم کو کوئی منتہی استاد میزان پڑھائے اور اول ہی دن نکات ولغات عربیت کی تقریر کرنے لگے تو اس نے تو مارا غریب کی اوقات کو۔ پھر فرمایا کہ ابوالوقت اپنی حالت پر پورے طور پر قادر ہوتا ہے۔ جب چاہے نزول کرے جب چاہے عروج کر جاوے ذرا متوجہ ہونے سے عوج اور نزول ہو جاتا ہے۔ کوئی مانع پیش نہیں آتا۔ منتہی کے لئے یہ کمالات مثل ذاتی کے ہو جاتے ہیں جس تجلی کو چاہے اپنے اوپر وارد کرے۔

ملفوظ (۱۶۸) مثنوی کے سب مضامین الہامی ہیں

فرمایا سب مضامین مثنوی کے الہامی ہیں۔ وہبی ہیں وہمی یعنی خیالی نہیں۔

ملفوظ (۱۶۹) رشوت سے تعمیر شدہ مکان کا وعظ سے افتتاح ناجائز ہے

ایک قصبہ میں حضرت کے ایک دور کے عزیز نے ایک نیا مکان بہ صرف زر کثیر ہو لیا ہے ان صاحب کے کسی ملاقاتی نے زبانی حضرت سے اطلاع کی کہ ان کا قصد اس مکان میں سب سے پہلے حضور کا وعظ کہلوانے کا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ انھوں نے ایک عریضہ بھی لکھا

تھا لیکن جواب نہیں پہنچا جواب کے لیے ٹکٹ رکھنا بھول گئے تھے اس لیے شاید حضور نے جواب نہ دیا ہو۔ فرمایا کہ جی نہیں میرے پاس خط ہی نہیں پہنچا۔ اوروں کے لیے تو ٹکٹ کا قاعدہ ہے کیونکہ بے شمار خطوط آتے ہیں۔ کہاں تک ٹکٹ لگاؤں لیکن عزیزوں کے لئے یہ قاعدہ نہیں پھر فرمایا کہ وعظ سے ایسے مکان کا افتتاح ہونا مناسب نہیں کیونکہ اس میں احتمال قوی رشوت کی رقم لگنے کا ہے۔ ان کی تنخواہ تو تھوڑی ہے۔ پھر اس قدر روپیہ کہاں سے آیا۔ ایسے مکان کا افتتاح وعظ سے کر کے میں بھی گنہگار ہوں اور تمام دنیا کے لیے سند ہو کہ رشوت کوئی بری چیز ہوتی تو اس مکان کا افتتاح وعظ سے کیوں ہوتا۔

کم از کم خود ان صاحب کا تو یہی خیال ہوگا کہ وہ بھی صاد کر گئے رجسٹری کر گئے پھر فرمایا کہ ان کا خط ہی نہیں آیا اگر خط آیا تو یہی جواب دوں گا۔ عرض کیا گیا کہ ان کو خود ہی سمجھنا چاہیے کہ ایسے مکان میں وعظ کی فرمائش نہ کریں فرمایا کہ سمجھ دار ہوتے تو رشوت ہی کیوں لیتے۔

پھر فرمایا کہ لوگ رشوت کو چھوڑتے ہی نہیں۔ حالانکہ رات دن اس کی برائی سنتے ہیں۔ اب اللہ میاں تو خود آکر کہنے سے رہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ میاں تو کہہ چکے احکام مقرر فرما چکے یہی ان کا کہنا ہے پھر اس کا تذکرہ ہونے لگا کہ رشوت سے توبہ کرے تو معاف کس طرح کروائے فرمایا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ادا کرے یا معاف کرائے۔ اگر پتہ نہ چل سکے تو اشتہار چھپوا دے کہ میرے ذمہ جن کے حقوق ہوں لے لے یا چھوڑ دے۔ پھر فرمایا کہ بڑا مفتی قلب ہے جب خوف ہوتا ہے تو سب تدبیریں ادائے حقوق کی سوجھنے لگتی ہیں۔

ملفوظ (۱۷۰) طالب اصلاح کے لئے سختی

ایک درویش کی نسبت فرمایا کہ محقق تو تھے نہیں لیکن بددین بھی نہیں تھے ملفوظات میں لوگوں نے ہنسی وغیرہ کی باتیں بھی درج کرلیں۔ دوسرے یہ کہ محقق تو تھے ہی نہیں جو سب باتوں کو مانا جاوے ویسے بزرگ آدمی تھے لوگوں کو نفع تھا۔ اللہ کا نام بتلاتے تھے۔ میرے دو ماموں صاحب ان سے بیعت تھے۔ ایک ماموں صاحب نے ان کا ایک مقولہ نقل کیا جو مجھ کو بہت پسند آیا انھوں نے بیعت کے بعد پوچھا کہ کس طریقہ بیعت کیا کہا کہ میاں کیسا طریقہ شریعت میں بیعت کیا اور کاہے میں۔ پھر فرمایا کہ خیر اگر ان سے زیادہ نفع نہیں تھا تو ضرر بھی نہیں تھا۔

جب احقر قلمبند کرنے لگا تو فرمایا کہ نام نہیں لکھنا چاہئے۔ کیوں کسی کی دل آزاری کی اور جو میں یہاں سختی کرتا ہوں وہ دل آزاری کرنے کے لئے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ لوگ اپنے ہاتھوں سختی لیتے ہیں۔ اپنی اصلاح کا قصد ظاہر نہ کیا کریں ورنہ میرے پاس فاسق فاجر، رنڈی باز، شرابی، داڑھی منڈے، سبھی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہتا۔ ہاں جو اصلاح کے لیے آئے گا اس کے ساتھ تو سختی ہی برتی جائے گی۔

ایک صاحب نے غلط فہمی کی وجہ سے پوچھا کہ حضور کے پاس رنڈی تو کوئی نہیں آتی۔ فرمایا کہ رنڈے تو آتے ہیں۔ وہ تو ایک ہی ہیں چاہے رنڈے ہوں یا رنڈی ہوں۔

پھر فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ رنڈیوں کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کے آشناؤں کی تو نماز جنازہ پڑھتے ہو پھر دونوں میں فرق ہی کیا ہے۔

۱۸ / جمادی الاولیٰ ۳۴ھ

ملفوظ (۱۷۱) خط میں فروگذاشتوں پر تنبیہ

ایک صاحب نے کئی خط بھیجے۔ سب میں کچھ نہ کچھ فروگذاشتیں ہوتی تھی۔ جب تک کہ باضابطہ اور باقاعدہ طور پر صاف طریقہ سے کوئی بات نہیں پوچھی جاتی حضرت محض قیاس سے اس کا جواب نہیں دیتے۔ بلکہ پیشتر ان فروگذاشتوں کو رفع کرا لیتے ہیں تب جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ کئی خطوں کے بعد جو خط آیا اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا "السلام علیکم" سب خطوط دیکھے میں نے ہر خط کے جواب میں مناسب جواب دیا ہے کسی خط کے مضمون پر سکوت نہیں کیا اول خط میں ذکر کی استدعا ہے اس پر میں نے قویٰ و صحت کا حال دریافت کیا بدوں اس کے کیسے تعلیم کرتا۔ دوسرے خط میں آپ نے صحت و قوت کا حال لکھا۔ مگر اس میں درخواست تعلیم کا تذکرہ نہیں۔ پہلے خط کا مضمون مجھ کو کیسے یاد رہتا۔ تیسرے خط میں خواہ مخواہ کی شکایت ہی تھی۔ اب بتلایئے کس کی طرف سے بدانتظامی ہوئی۔

انھیں صاحب کا اب چوتھا خط آیا ہے ساتھ انھوں نے کل سابقہ خطوط بھیج دیئے اور لکھ دیا کہ میری سب حالت ان خطوط سے ظاہر ہو چکی اور قویٰ و صحت کا حال اوسط ہے۔ اب میری

درخواست پر معافی دی جاوے۔ تعلیم سے سرفراز فرمایا جاوے۔

اس پر حضرت نے حسب ذیل جواب تحریر فرمائی "مجھ کو انتخاب کی فرصت نہیں آپ خود انتخاب کیجئے یا بلا انتخاب لکھئے۔ حال لکھئے اور درخواست کیجئے" پھر حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے سارے سابق کے خطوط بھیج دیئے ہیں کہ میں ہی بیٹھ کر انتخاب کروں دیکھئے یہ ظلم و ستم ہو رہے ہیں۔ اپنا کام بھی میرے ذمہ ڈالتے ہیں۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ مگر میں بھی ان لوگوں کو ایسا ہی چچا ملا ہوں۔ انھیں بھی ایسا قانونی نہ ملا ہو گا۔

فائدہ: واقعی تحریر و تقریر میں اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو بات ہو صاف ہو۔ گنجلک نہ ہو جس کے پاس کثرت سے ڈاک آتی ہو اس کو پچھلے خطوط کا یاد رکھنا یا ان خطوط کا انتخاب کرنا ظاہر ہے کہ کس قدر مشکل ہے۔ نیز یہ مکتوب الیہ کا کام بھی نہیں۔ جیسا کہ حضرت کو خود بے انتہا اس کا اہتمام ہے کہ دوسرے کو ذرہ برابر مجھ سے تکلیف نہ ہو۔ اس طرح یہ بھی چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص بھی اس کا اہتمام رکھے۔ اخلاق کی درستی تو اس زمانہ میں خاص طور سے حضرت ہی کے سپرد ہے جیسا کہ حضرت کے ایک عزیز نے جو اپنے ہی حضرات میں سے ایک بزرگ سے بیعت ہیں۔ حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تم کو نسبت باطنی تو حاصل ہی ہے اگر اخلاق کی درستی چاہتے ہو تو اپنے ماموں کے پاس جاؤ۔

ملفوظ (۱۷۲) مقبولیت نہ ہو تو اصول طریق کو چھوڑنا نہ چاہیے

ایک صاحب نے ایک شخص کی بابت داخل سلسلہ کر لینے کی سفارش لکھی اور اپنی ترغیب دینے کا بھی حال لکھا۔ حضرت کو یہ بات نہایت ناگوار ہوئی ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے بیعت ہونے کی ترغیب دی جاوے چنانچہ جواب میں تنبیہ فرمائی گئی۔ پھر انھوں نے حسب ذیل لکھا "ایک دوست مسمی فلاں کے بابت عرض کیا تھا کہ وہ تعلیم طریق کے طالب ہیں لیکن لفظ ترغیب پر عتاب فرمایا گیا۔ اور بس جناب والا میں نے خاص جناب کی تعلیم کی ترغیب نہیں دی۔ صرف اتنی بات ہے کہ جب کبھی کوئی شخص جناب کے متعلق یا اور کسی بزرگ کے متعلق دریافت کرتا ہے تو امر واقعی سائل کا اخلاص دیکھ کر بیان کر دیا کرتا ہوں۔ یہی مضمون ترغیب کے لفظ سے خطاءً ادا ہو گیا جس کی معافی کا خواستگار ہوں۔ اگر امر واقعی کا اظہار بھی جہاں کسی مفسدہ کا احتمال بھی

نہ ہو ممنوع ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ یہ بھی نہ ہو گا۔

غرض مکرر عرض ہے کہ سائل مذکور نہایت منت کے ساتھ تعلیم طریق کا طالب ہے اس کو محروم نہ فرمایا جاوے۔ کیا حضور کی طرف سے کسی بزرگ سے بیعت ہو جانے کی کبھی ترغیب واقع نہیں ہوئی۔"

حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا" تمام خط معذرت کا لکھ کر آخر میں ایسا جملہ آپ نے تحریر کیا کہ اس تمامی معذرت کا اثر منسوخ ہو گیا وہ یہ ہے کیا حضور کی طرف سے کسی بزرگ کی بیعت حاصل ہو جانے کی کبھی ترغیب واقع نہیں ہوئی آپ اس کے پوچھنے والے کون ہوتے ہیں۔"

پھر زبانی فرمایا کہ اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فکر نہیں۔ مجھ کو یہ سخت ناگوار ہوتا ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے بیعت ہونے کی ترغیب دی جاوے اور اثر بھی اس کا خراب ہے۔ اس سے طریق بے وقعت اور گندہ ہوتا ہے ان بھلے مانس نے معذرت کی لیکن یہ دو فقرے بھی بڑھا دیئے دونوں فقروں میں میرے معمول پر چوٹ کی گئی ہے۔ اگر معذرت ہی کرنی تھی تو ان کی کیا ضرورت تھی۔ صرف یہ لکھ دیتے کہ اب آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ اور اگر میرا معمول پسند نہیں ہے تو پھر ایسے مہمل شخص سے بیعت کرنے کی ترغیب ہی کیوں دیتے ہیں۔

اور ایک یہ عجیب بات ہے کہ جس شخص کی سفارش ہے خود اس کا کوئی خط بھی نہیں آیا۔ مدعی ست گواہ چست۔ اگر وہ ناخواندہ تھا تو انھیں سے لکھاتا لیکن اپنی طرف سے لکھاتا۔ اس کا کہیں پتہ نہیں یہ خود سفارشیں کر رہے ہیں۔ وہ خود اپنی طرف سے کیوں نہیں لکھاتا کیا وہ مر گیا ہے لوگوں نے کچھ ایسے طریق بگاڑ رکھے ہیں۔

فائدہ: حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طالب کو مطلوب نہیں بنانا چاہئیے اس سے بجائے نفع کے نقصان ہے امر دین میں ایک درجہ تک استغناء چاہیے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

ہاں دین کی ترغیب عموماً دے اور کسی خاص شخص کا نام نہ لے بلکہ متعدد بزرگوں کا نام

بتلا دے کہ جہاں قلب رجوع ہو ان میں چاہے اس خاص شخص کا بھی نام شامل کر دے۔ ورنہ خصوصیت سے تو بدگمانی گروہ بندی اور پارٹی بندی کی ہوئی ہے اس معاملہ میں مجھے تو بہت ہی زیادہ غیرت آتی ہے پھر یہ ہے کہ اپنے شیخ ہی کی ترغیب دینا ہے تو اس کا یہ طریق ہے کہ خود اپنی حالت کو درست کرے اور اپنے آپ کو نمونہ بناوے پھر لوگ خود ہی پوچھیں گے کہ بھائی تم کو کس نے گھڑا ہے کس شخص کا یہ اثر ہے جب کوئی شخص خود ہی دریافت کرے تب اپنے شیخ کا پتہ بتلا دیوے باقی از خود ترغیب دینا تو استخوان فروشی ہے۔

احقر کو بارہا اس بارہ میں تنبیہ فرمائی احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں خود ذکر نہیں کرتا البتہ اگر کسی کو حضرت کا خود ہی مشتاق دیکھتا ہوں تو پھر مجھ سے نہیں رکا جاتا اور پھر حضور کے تذکروں کے پل باندھ دیتا ہوں اس پر ہنس کر فرمایا کہ پھر تو آپ کی یہ حالت ہو جاتی ہے ۔

قلم بشکن سیاہی ریزو کاغذ سوز ودم درکش
حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمی گنجد

(لفظ حسن میں لطافت ہے کہ احقر کے نام کی طرف اشارہ ہے) ایک بار یہ بھی فرمایا کہ اگر محبت کے غلبہ میں بلا قصد ترغیب دوران گفتگو میں ذکر کرنے لگے تو اس کا برا اثر مخاطب پر نہیں پڑتا لیکن نیت خراب نہ ہو، ترغیب کا مطلق خیال نہ ہو۔

احقر کے ذکر کرنے کی بابت فرمایا کہ میرے جی کو یہ بات نہیں لگتی کہ آپ کے ذکر کرنے میں ترغیب کی نیت نہیں ہوتی اس لئے آپ احتیاط رکھیں۔

ایک بار یہی فرمایا کہ آپ پر شفقت غالب ہے اور مجھ پر استغناء اپنا اپنا حال ہے جیسا حال حق تعالیٰ نے جس پر غالب فرما دیا اس کو مغلوبیت کے وقت اسی کے موافق کرنا چاہیے ایسے حال کو بدلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے یہ سرکاری وردی ہے اس کا بدلنا جرم ہے فوجی وردی اور ہے پولیس کی وردی اور ہے ایک دوسرے کی وردی بدل لینا جرم ہے لیکن جب مغلوبیت نہ ہو تو اصول طریق کو نہ چھوڑنا چاہیے ایک بار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ایک خلیفہ مکہ معظمہ میں تھے ان کا مذاق یہ تھا اگر کوئی شخص حضرت سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو اس سے کہتے کہ میاں یہاں کیا رکھا ہے فلاں بزرگ ہیں فلاں بزرگ ہیں ان کے پاس جاؤ لوگوں نے

اعتراض کیا کہ یہ کیا حرکت ہے تم فیض سے لوگوں کو محروم کرتے ہو انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ میاں جو اصلی طالب ہے وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا سب جگہ پھر پھرا کر پھر یہیں آوے گا اور سب بزرگوں کو دیکھنے کے بعد اس کو ہمارے حضرت کی قدر ہو گی اور اگر کوئی ایسا ویسا ہی ہے تو اچھا ہے وہ اور جگہ چلا جاوے میں نہیں چاہتا کہ ہمارے حضرت کے یہاں ہجے جمع ہوں بلکہ جو آئیں منتخب ہو کر آئیں بیکار آدمیوں کا یہاں کیا کام۔

اپنی بابت ایک بار فرمایا کہ الحمد للہ اللہ میاں کو نیک نام کرنا ہے وہ میرے پاس ایسے ہی بھیج دیتے ہیں جو پہلے ہی سے سدھرے سدھرائے ہوتے ہیں ایک بار اپنے معمولات اور امتحانات طالب کا ذکر فرما کر فرمایا کہ الحمد للہ میرے یہاں ایسا ویسا ٹھہر نہیں سکتا چھٹے چھٹائے خالص لوگ ہی رہ جاتے ہیں پھر وہ حدیث پڑھی جس میں ہے کہ مدینہ طیبہ بھٹی ہے جس میں طیب ہی رہ سکتے ہیں جو غیر طیب ہوتے ہیں۔ وہ نکال دیئے جاتے ہیں۔

ملفوظ (۱۷۳) دو سوالوں یا زائد کو جمع کر کے ہرگز پیش نہ کرنا چاہیے

ایک صاحب نے مسئلہ دریافت کیا اور دو صورتوں کو ایک ہی سوال میں جمع کر دیا کہ اگر یہ کیا یا یہ کیا حکم ہے فرمایا کہ اس طرح دو سوالوں کو جمع کر کے نہ پوچھئے یعنی یا کر کے نہ پوچھئے پھر انہوں نے دوبارہ تقریر کی تو فرمایا کہ دیکھئے کتنا مجمل سوال ہے مجمل سوال نہیں چاہیے پوری صورت بیان کرنی چاہیے۔

ہمیشہ یاد رکھئے بہت سوال میرے پاس لفظ یا کے ساتھ آتے ہیں جہاں یا ہو واپس لکھ دیتا ہوں کہ علیحدہ علیحدہ سوال قائم کر کے بھیجئے پھر فرمایا کہ لوگوں کو طریقہ بتلانا چاہیے کوئی نہیں بتلاتا ہے سائل کے تابع ہو کر جواب لکھ دیئے جاتے ہیں اسی وجہ سے تمام طریقے خراب ہو رہے ہیں اگر دو باتیں پوچھنی ہوں الگ الگ کر کے پوچھے مجھے تو دو باتوں کا ذہن میں رکھنا بھی بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

بعض دفعہ ایک صورت ذہن سے نکل جاتی ہے اور غلطی ہو جاتی ہے جواب میں اور اصل وجہ یہ ہے کہ اگر ایک ایک صورت کا علیحدہ علیحدہ سوال ہو تو مختصر جواب ممکن ہے اور جو کئی صورتیں ایک ساتھ جمع کر دیں اور ان میں ہر ایک کا جدا جدا حکم ہوا تو جواب میں تفصیل کی

تطویل ہوتی ہے اور مجیب کو تمام سوالات کا علیحدہ اعادہ کرنا پڑتا ہے جس سے بچنا سائل کی تھوڑی سعی سے ممکن ہے کہ وہ ہر صورت کو علیحدہ پوچھ لے مجیب ہر سوال کا ایک متعین جواب دے سکے۔ (فائدہ) دو سوالوں کو جمع کر کے ہرگز پیش نہ کرنا چاہیے۔

ملفوظ (۱۷۴) بجائے سلام کے آداب کہنا یا لکھنا بدعت ہے

فرمایا کہ بجائے سلام کے آداب کہنا یا لکھنا بدعت ہے کیونکہ تغییر ہے مشروع کی البتہ بعد سلام کے اس قسم کے ادب کے کلمات لکھنے کا مضائقہ نہیں۔

ملفوظ (۱۷۵) حسن تعلیم اور طریقت میں شان اجتہاد

ایک پنجابی صاحب حسب معمول پرچہ دے کر بعد مغرب طالب تعلیم ہوئے حضرت ان کو تخلیہ کے وقت اپنے قریب بلاتے تھے وہ مارے ادب کے قریب نہ آتے تھے فرمایا کہ پنجاب کا ادب ہمارے یہاں نہیں ہے ہم اس کو خلاف سنت سمجھتے ہیں مخترع ادب کوئی چیز نہیں اطاعت چاہیے پاس آیئے تاکہ سنائی دے یہ صاحب پہلے دو بزرگوں سے بیعت ہو چکے تھے جو انتقال فرما گئے۔

انہوں نے ہجوم وساوس کی شکایت کی فرمایا کہ جو وسوسہ آوے اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے بلکہ بتکلف ذکر وغیرہ کی طرف اپنے قلب کو متوجہ کر لے خواہ کلفت ہو اس وقت تو تھوڑی بہت کلفت ہوتی ہے لیکن دیکھئے گا کہ ذرا دیر بعد کیسی طبیعت شگفتہ ہوتی ہے ہمت سے کام لینا چاہیے جو اپنے اختیار اور قابو کی بات ہے اس میں تکلیف اٹھاوے اور ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے کے بعد بھی اگر وسوسہ آئے تو چونکہ اس پر اختیار اور قابو نہیں اس کا ذرا بھی مواخذہ نہیں اس لئے مطلق پروانہ کرے چاہے کفر کا وسوسہ ہو یا کسی معصیت کا بلکہ مشقت پر ثواب ہے بس ذکر میں برابر مشغول رہے وسوسے آتے رہیں جاتے رہیں کچھ خیال نہ کرے۔

اگر ذکر میں مزا نہیں آتا جی نہیں لگتا بلا سے نہ لگے پھر کرتے کرتے اللہ کا فضل ہو جاوے گا اگر شروع ہی سے اس کا طالب ہوا کہ مزا آنے لگے جی لگنے لگے تو یہ تو ایسی مثال ہو گئی کہ روٹی تو کھاؤں گا پیچھے پہلے پیٹ بھر جاوے جب اچھا ہو جاؤں تب دوا پیوں ارے جب اچھا ہی ہو گیا تو پھر دوا کی کیا ضرورت رہی اچھا ہونے کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ پہلے کڑوی کڑوی

دوائیں پینی پڑتی ہیں۔

یہ بات ہمیشہ پلہ باندھنے کی ہے برا خیال اگر آیا تو کیا نہ آیا تو کیا اس کی مطلق پرواہ نہ کرے جتنا اپنے اختیار میں ہے اتنا کیے جاوے غیر اختیاری امور کے پیچھے ہرگز نہ پڑے یہ دو باتیں اپنے ذمہ لازمی کر لینا چاہیے ایک اتباع شریعت اور جو شیخ نے ذکر تعلیم کر دیا اس پر دوام تیسرے یہ کہ شیخ کو حالات سے اطلاع کرتا رہے اور اس اطلاع کے بعد جو وہ کہے کرے بس رستہ یہ ہے باقی پہنچ جانا یہ خدا کے قبضہ میں ہے شیخ کا کام صرف رستہ بتلا دینا ہے باقی کام کرنا طالب کا کام ہے اور ثمرہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے شیخ کوئی مدت نہیں بتلا سکتا لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص راستہ پر پڑ جاتا ہے اس کو حق تعالیٰ محروم نہیں رکھتے اگر کوئی طبیب مدت معین کر دے کہ اتنے دن میں اچھے ہو جاؤ گے تو سمجھ لو کہ وہ محض دوکاندار ہے یہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے کہ کتنے دن میں صحت ہو جائے گی۔

اس تقریر کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا کہ ابھی تک کون سا ذکر اور کس طریقہ سے کرتے رہے انہوں نے نہایت کھینچ تان کر اور گردن موڑ ماڑ کر ذکر اسم ذات کر کے بتلایا فرمایا کہ نہیں اتنی مشقت کی ضرورت نہیں اس سے دماغ خراب ہو جائے گا راحت کے ساتھ کرو پھر حضرت نے ذکر نفی اثبات اور ذکر دو ضربی اس کو بذات خود کر کے تعلیم فرمایا کہ گردن اور بدن کو توڑو موڑو نہیں اللہ نے سیدھا سیدھا بتایا توڑ مروڑ کر کیوں مشقت میں پڑے یہ سب واہیات ہے صرف الا اللہ اور اللہ پر قدرے زور ڈال کر مخرج سے نکالنا چاہیے باقی بدن اور گردن کو قصداً بالکل حرکت نہ دینا چاہیے نہ قلب پر ضرب کی ضرورت ہے ہاں خود ہی بدن ہلنے لگے تو مضائقہ نہیں آلتی پالتی مار کر آرام سے بیٹھنا چاہیے اور جب ذکر نفی اثبات کی تعداد پوری ہو جاوے تھوڑا سانس لے کر دوسرا ذکر شروع کرے تعب برداشت کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

ہم لوگوں کا ایسا ناپاک نفس ہے کہ بغیر آرام کے ہم کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہوتی اس لئے ہمیشہ یہ کرنا چاہیے کہ آرام سے رہیں لیکن حرام سے ڈریں اب پیروں نے آرام کو چھڑایا اور حرام سے نہ بچایا۔

(اس پر احقر کو یاد آیا کہ ایک متعارف پیر کی بابت ذکر تھا کہ اپنے مریدوں سے بڑی

محنت لیتے ہیں لیکن کوٹ پتلون وغیرہ کی کچھ روک ٹوک نہیں فرمایا کہ دو چار گھنٹہ ضربیں لگا لینا کیا مشکل ہے آخر لوگ محنت کے کام کرتے ہی ہیں یہ بھی سہی دو گھنٹے بیٹھ کر ضربیں لگا لیں پھر دن بھر آزاد ہیں جو چاہیں کریں جس طرح چاہیں رہیں یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میرے یہاں تو وہ آوے جس کو ہر وقت اپنے اوپر آرے چلانے ہوں قدم قدم پر یہ خیال ہو کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہر وقت یہی فکر رہے) ان صاحب نے بیعت کی درخواست بھی کی تھی فرمایا کہ اب رہا بیعت کا قصہ سو ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جب دل خوب مل جاتا ہے تب بیعت کرتے ہیں بیعت سے انکار نہیں لیکن جب ہمارا دل قبول کرے گا تب بیعت کریں گے جب دیکھیں گے کہ ہاں تم اپنے کام میں مشغول ہو اور تم کو مجھ سے اور مجھ کو تم سے مناسبت ہو گئی ہے تب بیعت کا بھی مضائقہ نہیں بغیر دل ملے بیعت کا لطف بھی نہیں نہ کچھ فائدہ اور یہ بھی سمجھ لو کہ بیعت کی ضرورت بھی نہیں بس اتباع اور محبت بالکل کافی ہے یہ وہم ہرگز نہ کرنا کہ بیعت نہ ہوں گے تو فائدہ نہ ہو گا خوب سمجھ لو کہ بیعت کرنے سے باطن کا کچھ نفع بڑھ نہ جاوے گا بس یونہی ایک تسلی سی ہے عمر بھر بھی بیعت نہ ہو تب بھی فائدہ میں ذرہ برابر کمی نہ ہو پھر ان صاحب نے عرض کیا کہ ان کو پیشتر پیر سابق سے مسجد کے اوپر چڑھ کر ذکر کرنے کی تعلیم کی گئی تھی۔

فرمایا کہ نہیں مسجد پر چڑھنا بے ادبی ہے فقہاء نے منع لکھا ہے پھر انھوں نے شاید یہ مصلحت بتلائی کہ کسی کو خبر نہ ہو گی فرمایا کہ اگر کوئی ذکر کرتے دیکھ بھی لے گا اور معتقد ہو جائے گا تو کیا حرج ہے یہ سب واہیات ہے اپنی طرف سے معلوم کرانے کی فکر نہ کرے اور نہ کسی کے اعتقاد کا اپنے دل میں خیال لاوے اپنا کام خالص اللہ کے واسطے کرتا رہے پھر اگر حق تعالیٰ کسی کے دل میں نیک گمان ڈال دیں تو اس کو بھی نعمت سمجھے اپنی طرف سے اس کا قصد نہ کرے۔

اور دوسرے یہ بھی ہے کہ مسجد کے اندر ذکر کرنے سے تو صرف مسجد والوں ہی کو معلوم ہو گا کہ ذکر کر رہے ہیں اور جب گنبد پر کرو گے تو سارے محلہ میں خبر ہو جائے گی کہ بڑے عابد زاہد ہیں نئی نئی باتیں نہیں کیا کرتے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ نے بھی گنبد پر چڑھ کر ذکر کیا ہے کبوتر جنگلی گنبد پر رہا کرتے ہیں آدمی نہیں رہا کرتے آدمی ہو کر کبوتر کیوں ہو۔

فائدہ : اس سے حضرت کی حسن تعلیم اور طریقت میں شان اجتہاد خوبی ظاہر ہے وساوس کوئی چیز قابل التفات نہیں دوران وعظ میں ایک بار وساوس کا بیان فرما رہے تھے کہ یہ شیطان کی رہزنی ہے۔

اگر کوئی شخص دربار شاہی میں جارہا ہو اور اس کا کوئی دشمن یہ کرے کہ دق کرنے کے لئے اور راستہ کھوٹا کرنے کے لئے اس کو سنا کر بادشاہ کو گالیاں راستہ بھر سناتا آوے تو اس کو یہ ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ اس سے الجھنے لگے اور اس کو جواب دینے لگے اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ اسی میں رہے گا اور ادھر حاضری دربار کا وقت بھی ختم ہو جاوے گا اس کو چاہیے کہ گو ناگوار ہو لیکن ضبط کئے ہوئے چپ چلا آوے اور جب سرکار میں پہنچے تو کہہ دے کہ دیکھئے حضور یہ راستہ بھر مجھ کو تنگ کرتا ہوا آیا ہے پھر فرمایا کہ یہ وساوس شیطان کے القا کئے ہوئے ہوتے ہیں خود قلب کے اندر سے نہیں پیدا ہوتے جس طرح کسی کوٹھڑی میں غلہ بھرا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ غلہ کوٹھڑی کے اندر پیدا نہیں ہوا بلکہ باہر سے لاکر ڈالا گیا ہے پیدا تو وہ کھیت میں ہوا ہے اس پر احقر کے قلب میں وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے سمجھیں کہ یہ وسوسے باہر سے ڈالے گئے ہیں ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قلب کے اندر ہی سے پیدا ہوتے ہیں اس وسوسے کے آتے ہی معاً فرمایا کہ گو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وسوسے قلب ہی کے اندر سے پیدا ہوئے ہیں لیکن یہ بات نہیں ہوتی بلکہ ہوتے تو وہ باہر ہی ہیں لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اندر ہیں اور جب قلب میں عقائد حقہ مرکوز ہیں تو ان کے خلاف خود قلب سے کیوں پیدا ہوگا خارج ہی سے آوے گا لیکن عکس کی وجہ سے دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔

یہی حال وسوسہ کا ہے کہ گو ہوتا قلب کے اوپر ہی اوپر ہے لیکن عکس کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ گویا قلب کے اندر پیوست ہے الحمد للہ اس لطیف تقریر سے احقر کو بالکل اطمینان ہو گیا ایک بار فرمایا کہ وسوسوں کا کچھ خیال نہ کیا کیجئے اس میں گناہ نہیں ہوتا یہ تو شیطان قلب میں القاء کرتا ہے تو اسی کو گناہ ہوتا ہے اگر کوئی شخص سڑی سڑی گالیاں آپ کے کان میں کہے تو اس میں آپ کا کیا قصور وہ گالیاں دینے والا مجرم بلکہ جو کلفت ان گالیوں کے سننے سے آپ کو ہوگی اس پر اور اجر ملے گا۔

ملفوظ (۱۷۶) سلامتی فطرت

فرمایا کہ جو کام آسانی سے ہو سکے اس کو دشواری کے طریقہ سے نہیں کرنا چاہیے حدیث میں ہے ماخیر صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما یہ سلامت طبیعت کی دلیل ہے کہ ہمیشہ آسانی کی طرف جاوے جب دونوں شقیں برابر ہوں یعنی ہر طرح ثواب میں بھی مصلحت میں بھی غرض ہر طرح یکساں ہوں تو آسان شق کو اختیار کرنا چاہیے باوجود تساوی کے پھر بھی مشکل میں پڑنا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے دوسری بات تجربہ کی ہے کہ جو خود آسانی پسند ہوتے ہیں وہ دوسروں کے لئے بھی آسانی پسند کرتے ہیں اس سے حضور کی سلامتی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔

تیسری یہ بات ہے کہ حضور کی امت بھی آسانی کو اختیار کرے کہ حضور باوجود اس قدر عالی ہمت ہونے کے پھر بھی آسانی کو اختیار فرماتے تھے تو ہم تو بیچارے کون ہیں کہ مشکل شق کو اختیار کریں۔ (جناب مولوی حبیب احمد صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضور نے بعض صحابہ کو قریب مسجد مکان لینے سے منع فرمایا کیونکہ دور سے آنے میں زیادہ ثواب ہے اس کے متعلق بعد کو ایک اور تحقیق جو اس سے زیادہ واضح ہے فرمائی مجملاً یہ کہ یہ آسانی کا اختیار کرنا جو مسنون ہے یہ طریق میں ہے مقصود میں نہیں جس مشقت پر شریعت نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ تو بوجہ مقصود ہونے کے مستثنیٰ ہے اور جس پر کوئی ثواب نہیں اور محض مشقت ہی مشقت ہے پھر دشوار شق کو اختیار کرنا لایعنی اور فضول ہے جو بروئے حدیث قولی منع ہے جیسے کسی نے کہا پانی وضوء کا لاؤ وہ جلال آباد سے جا کر لائے حالانکہ حوض سے بھی لا سکتا تھا یا مثلاً مکان سے بہت چکر کھا کر مسجد میں آنا)

مثلاً کوئی عبارت پیچ دار ہی لکھنے کے فکر میں رہتے ہیں بھلا فضول اپنے آپ کو غور و فکر کی مشقت میں ڈالنے سے کیا حاصل بعض خطوط ایسے آتے ہیں کہ مطلب سمجھ میں نہیں آتا مطالعہ کراتا پھرتا ہوں۔

اب ایک خط آیا ہے ظالم نے پتہ ہی نہیں لکھا رکھا ہے قرابت داروں میں پوچھتا پھرتا ہوں لیکن پتہ نہیں چلتا کئی دن سے رکھا ہوا ہے اب دیکھئے کتنا حرج ہوا ان کو پتہ لکھ دینا کچھ مشکل

نہ تھا مگر لوگوں کو اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو مشکل نہ پیش آوے انہوں نے ٹکٹ بھی جواب کے لئے بھیجا ہے وہ انتظار میں جواب کے ہوں گے کہتے ہوں گے کہ ملا بڑے چور ہوتے ہیں ٹکٹ بھی رکھ لیا اپنی حماقت نہیں معلوم کہ پتہ ہی نہیں لکھا تھا وجہ صرف اس کی یہ ہے کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اور کوئی کام تو ہے نہیں ہم جب ملے اور اپنا پتہ بتلایا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے جیسے قرآن کا بھولنا بعد حفظ کر لینے کے منع ہے اب میں کیسے کیسے یاد رکھوں۔

آپ یقین کیجئے کہ اپنے بھائی کی اولاد کو بے گنی نہیں بتلا سکتا میرے اور مظہر کے تو اولاد ہی نہیں سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے تو بے اولاد اور درمیان والوں کے اولاد بھائی اختر کی اولاد کو تو گن کر بھی نہیں بتلا سکتا کیونکہ یاد ہی نہیں کہ کتنے بچے ہیں گو بہت زیادہ نہیں ہیں جس شخص کے حافظہ کی یہ حالت ہو وہ کہاں تک یاد رکھے طبیعت کی بات ہے۔

بعضوں کو تعلقات سے مناسبت ہوتی ہے وہ یاد رکھتے ہیں مجھے وحشت ہوتی ہے میرے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ جو کام جس کے ذمہ ہے وہ اس کے ذمہ ہے میں بلاضرورت کیوں یاد رکھوں چنانچہ پتہ لکھنا اس کے ذمہ ہے بس یہ بات جمی ہوئی ہے کہ میں کیوں یاد رکھوں۔

مجھے کیا غرض پڑی ہوئی ہے اس لئے قصد ہی یاد رکھنے کا نہیں کرتا اگر قصد کروں تو غالباً اتنا نہ بھولوں اور پھر حافظہ بھی بہت قوی نہیں بعضوں کا قوی ہوتا ہے ایک عالم حافظ محمد عظیم صاحب پشاور کے تھے عالم تھے اور سنا ہے صاحب نسبت بھی تھے نابینا تھے اور خود قصداً نابینا ہوئے تھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسرے یہ کہ آپ کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے لیکن حضور کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہتے تھے۔

ایک میرے ہمنام تھے مولوی اسحاق علی صاحب کے نانا وہ وہاں صوبہ دار تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اگر ان سے کوئی دس برس بعد ملتا تو ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی پہچان لیتے کہ فلاں شخص ہے اس قدر قوی حافظہ تھا یا اسے کرامت کہیے حضرت مولانا گنگوہی مسجد میں دیا سلائی نہ رگڑنے دیتے تھے کسی ناواقف نے مغرب کے وقت دیا سلائی مسجد میں رگڑ کر چراغ جلا دیا ثلث شب گذر جانے کے بعد وہاں عشا کی نماز ہوتی تھی باوجود اتنا وقت گذر جانے کے اس وقت ہوا میں جو کچھ اثر

باقی تھا اس کو فوراً محسوس فرما کر ناراض ہوئے کہ کس نے دیا سلائی رگڑی ہے اسی طرح حافظہ بھی قوی تھا فراست بھی اعلیٰ درجہ کی تھی اجی غضب کرتے تھے۔

نابینائی کے بعد کا ذکر ہے کہ ایک چہ دبے پاؤں آکر چپکے سے بیٹھ گیا فرمانے لگے چہ کا سانس اس جلسہ میں معلوم ہوتا ہے ایک بار شیخ فضل حق کے لڑکے چپکے سے آبیٹھے فرمایا کہ فضل حق کی بو آتی ہے ایسا ہی حضرت حاجی صاحب کا قصہ ہے کہ آپ کی خدمت میں مولوی معین الدین صاحب نے تھانہ بھون میں ایک ہرن شکار کر کے اس کی کھال بھیجی جن کے ہاتھ بھیجی تھی ان سے مولوی صاحب نقل کرتے تھے کہ جب وہ کھال آپ کے روبرو رکھی گئی تو یوں فرمایا کہ اس میں سے تو بوئے وطن آتی ہے سو واقعی وہ تھانہ بھون کا ہرن تھا۔

حاجی اللہ رکھا خود بیان کرتے تھے اور وہ ہر کسی بزرگ کے معتقد نہ تھے اس لئے ان کی روایت بہت معتبر ہے وہ کہتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ گیا تو حاضر خدمت ہوا مجمع میں پاس جا کر ملنا خلاف ادب تھا اس لئے چپکے سے جا کر الگ ایک کنارہ بیٹھ گیا کہ مجمع متفرق ہونے کے بعد مل لوں گا فوراً فرمایا کہ اس وقت بوئے وطن آتی ہے کوئی تھانہ بھون کا تو اس مجلس میں نہیں ہے اس وقت میں نے عرض کیا کہ میں ہوں حضرت نے ان کو کہیں بچپن میں دیکھا ہو باقی اس عمر میں تو بالکل نہیں پہچان سکتے تھے حضرت نے ان کو سینے سے لگا لیا اور پوچھا کہ کس کے لڑکے ہو میاں کہیں اس طرح بے ملے بیٹھ جایا کرتے ہیں اطلاع تو کر دیتے یہ قصہ وہ خود مجھ سے بیان کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ خیر یہ تو کرامتیں ہیں لیکن اہل اللہ کا خود دماغ بھی لطیف بہت ہوتا ہے اللہ کا نام لینے سے نورانیت اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے حضرت مولانا گنگوہی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بیان فرماتے تھے کہ قاضی نجابت علی خاں صاحب تھانوی جو بہت بڑے رئیس تھے وہ زیارت کے لئے گئے ان کے ایک مصاحب بھی ساتھ تھے وہ ناک صاف کرنے اٹھے تو ان کی پشت ہوئی کرتہ میں سے پاجامہ کی سلوٹیں نظر پڑیں قاضی صاحب سے فرمایا کہ قاضی صاحب ان کے پاس رہنے سے آپ کا جی نہیں گھبراتا۔

دیکھئے پاجامہ کی سلوٹیں ایک طرف کم ہیں ایک طرف زیادہ ان کو پاجامہ بھی پہننا نہیں

آتا دونوں طرف برابر سلوٹیں ہونا چاہئیں میرے تو سر میں دیکھ کر درد پیدا ہو گیا۔

ایک شخص کھانا بہت کھاتے تھے وہ حضرت مرزا صاحب کے خادموں میں تھے سفر کر کے زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے ایک بار چلتے وقت عرض کیا کہ جی چاہتا ہے کہ حضرت کچھ فرمائش کریں حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھائی تم آتے ہو محبت سے ملتے ہو بس یہی کافی ہے انہوں نے دوبارہ اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ نہیں حضرت جی چاہتا ہے کچھ تو فرمائش کیجئے۔

فرمایا کہ برا نہ مانیو بھائی تم سال میں دو دفعہ ملنے آتے ہو اگر ایک دفعہ آیا کرو تو بہت اچھا ہو عرض کیا کہ حضرت میں تو بہت محبت سے حاضر ہوتا ہوں آخر اس میں حکمت کیا ہے فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ جب تم آتے ہو تو مجھ کو یہ تصور ہوتا ہے کہ تم کھاتے بہت ہو مجھ کو اس تصور سے اتنی گرانی ہوتی ہے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد مسہل لینا پڑتا ہے سال بھر میں دو دفعہ تم آتے ہو اور دونوں دفعہ مجھ کو مسہل لینا پڑتا ہے سال میں دو دفعہ مسہل لینا ہر چھٹے مہینے ایک مسہل بڑا مشکل ہے اگر ایک دفعہ آیا کرو تو خیر ایک ہی مسہل لینا پڑے باقی تمہیں اختیار ہے میں تو تمہارے کہنے سے کہتا ہوں ورنہ آخر اتنے دن سے اس کلفت کو برداشت ہی کر رہا ہوں۔

پھر فرمایا کہ یہ ذکاء حسن ہے اطباء نے تو اس کو مرض لکھا ہے پھر احقر کے چھیڑنے پر اپنے بچپن کا حال بیان فرمایا یاد تو نہیں لیکن تائی صاحبہ کہتی تھیں کہ ننگا پیٹ دیکھتے ہی تجھ کو قے ہو جایا کرتی تھی لڑکے مجھے تنگ کیا کرتے تھے جہاں کرتہ اٹھا کر پیٹ دکھلایا اور مجھے قے ہوئی مگر اب تو کوئی سامنے گوہ بھی کھالے تب بھی کچھ نہیں پھر سلسلہ

مضامین میں فرمایا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی پوتی کا نکاح تھا لوگ جمع ہوئے تو کیا پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی آج زیادہ کیوں جمع ہیں عرض کر دیا گیا کہ حضرت صاحبزادی کا نکاح ہے تھوڑی دیر بعد جب لوگوں کو آتے جاتے دیکھا تو پھر پوچھا کہ یہ لوگ کیوں آرہے ہیں عرض کیا گیا کہ حضرت نکاح ہے فرمایا کہ ہاں جی ابھی تو کہا تھا ابھی بھول گیا پھر فرمایا کہ انہیں استغراق بہت تھا ایسے واقعات کبھی کبھی ہم لوگوں کو بھی تو پیش آتے ہیں کہ اذان ہو گئی اور مشغولی میں بیٹھے ہوئے پتہ بھی نہیں چلا۔

پھر فرمایا کہ کانپور میں ہمارے مدرسہ میں ایک طالب علم تھے بجور ضلع لکھنو کے رہنے

والے کچھ طالب علم مل کر گئے کہ ریل دیکھیں گے مغرب کی نماز پڑی کے قریب پڑھ رہے تھے کہ ریل نکل گئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولوی صاحب ریل دیکھنے کے لئے چلے طالب علموں نے کہا کہ ریل تو نکل بھی گئی لیجئے انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

یہ تو خیر سنی ہوئی بات ہے میرے سامنے عشاء کی نماز میں ان کی ران میں سوا چبھ گیا لیکن کچھ خبر نہیں ہوئی نماز کے بعد احساس ہوا کہنے لگے کہ نہ جانے میرے کیا چبھ رہا ہے روشنی سے دیکھا گیا تو تمام پاجامہ خون سے تر تھا نماز میں اس قدر استغراق ہوتا تھا حالانکہ اس وقت بالکل بچے تھے سترہ اٹھارہ برس کی عمر تھی ان سے اسی وقت میں خوارق و مکاشفات بہت کثرت سے ظاہر ہوتے تھے وہ اب بھی موجود ہیں بہت نیک متقی شخص ہیں۔

احقر نے عرض کیا کہ اب بھی وہی حالت ہے فرمایا کہ خبر نہیں لیکن طالب علمی میں تو سب خوارق بند ہو گئے تھے کشف چاہے ہوتا ہو اس کی صورت یہ ہوئی کہ وہ ایک مزار پر گئے تو ایک نور محیط انہوں نے دیکھا اور فوراً گر گئے جب افاقہ ہوا تو حق تعالیٰ سے دعا کی کہ بڑی رسوائی ہوتی ہے اب تو ان باتوں کو بند فرما دیجئے چنانچہ اس کے بعد سے خوارق بند ہو گئے یہ حال خود انہوں نے مجھ سے بیان کیا مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے تھے میں نے ان کی مصلحت کے لئے کہہ دیا تھا کہ مجھ سے مت چھپایا کرو بھولے آدمی تھے مجھ سے سب باتیں کہہ دیا کرتے تھے اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ باتیں اختیاری تو ہیں نہیں فرمایا کہ جی نہیں اللہ تعالیٰ جو جس کو چاہے دیدے اختیاری نہیں ہیں غیر اختیاری ہیں۔

فائدہ: اس طویل ملفوظ سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو صاف ظاہر ہیں تفصیل کی حاجت نہیں مکرر تنبیہ کے لائق ضروری امر یہ ہے کہ اگر دو شقیں ہر حیثیت سے یکساں ہوں اور ایک ان میں آسان اور دوسری مشکل ہو تو آسان شق کو اختیار کرے کیونکہ سنت یہی ہے اور سلامتی فطرت کی دلیل ہے ہمارے حضرت بے انتہا سہولت پسند ہیں فرمایا کرتے ہیں کہ میرے ذہن میں مشکل سے مشکل کام کی ہمیشہ سہل سے سہل صورت آتی ہے پاس رہنے والوں کو رات دن اس کا مشاہدہ ہے۔

ملفوظ (۱۷۷) ان پڑھ ہو کر بھی طبیعت کی تیزی

فرمایا کہ صوفی محمد علی ہیں تو ان پڑھ لیکن بڑے تیز آدمی ہیں۔ وعظ میں میں نے یہ قصہ بیان کیا تھا کہ شاہ ابو لمعالی صاحب کے ایک خادم روضہ نبوی پر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا تھا کہ اپنے پیر سے ہمارا اسلام کہہ دینا۔ اس کو دعوات عبدیت میں دیکھ کر فلاں مولوی مدعی اجتہاد نے اعتراض کیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر ایسا ممکن ہوتا تو سارے شیعہ سنی وغیرہ کے قصے اسی طرح مزار شریف سے طے ہو جاتے۔ صوفی صاحب نے ان کو یہ لکھ کر بھیجا ہے کہ پہلے آپ مجھے اس کا جواب دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا ساحرین کے اژدہوں کو نگل گیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اژدہا فرعون ہی کو نہ نگل جاتا کہ سارا قصہ ہی پاک ہو جاتا۔ اس کا آپ کیا جواب دیں گے اور میں نے کہا کہ میرا کوئی مقصود تو اس قصہ پر موقوف نہیں وہ غلط ہی سہی۔

ملفوظ (۱۷۸) تحقیقی باتوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان میں ظاہری آب و تاب نہیں ہوتی

فرمایا کہ کج طبیعت کج فہم ہمیشہ کج بات کو پسند کرتا ہے راست بات کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے ایک نئے تعلیم یافتہ کو کتے کے پالنے کی ممانعت کا یہ جواب دیا تھا کہ سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ خدا اور رسول نے منع کیا ہے۔ لیکن یہ جواب تو ان کو پسند نہیں آیا۔ دوسرا جواب میں نے یہ دیا کہ کتے میں ایک عیب ایسا سخت ہے کہ جس نے اس کے سارے اوصاف کمال کو مٹا دیا کہ وہ یہ کہ اسی میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ اپنے ہم جنس کو دیکھ کر کس قدر برافروختہ ہو جاتا ہے اس جواب پر وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ محض ایک لطیفہ تھا۔ دیکھئے تحقیقی جواب ان کو پسند نہ آیا لطیفہ کو اس قدر پسند کیا۔ اسی موقعہ پر یا کسی اور موقعہ پر فرمایا کہ تحقیقی باتوں کو یہی شان ہوتی ہے کہ ان میں ظاہری آب و تاب نہیں ہوتی۔ حکیم محمود خاں اور حکیم عبدالمجید خاں کے نسخوں پر آج تک کسی کو وجد نہیں آیا۔ اور غالب اور مومن کے شعر سن کر کیسی واہ واہ ہوتی ہے پھر دیکھ لیجئے ان دونوں میں کون سی چیز زیادہ قابل قدر ہے۔

ملفوظ (۱۷۹) ریاء غیر مذموم

درس مثنوی میر ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید کی بابت فرمایا کہ اس مقولہ میں اصطلاحی ریاء مراد نہیں۔ بلکہ لغوی ریاء مراد ہے۔ یعنی کسی کام کو کرنا بقصد مراعات خلق گو بغرض ارضاء الحق ہو یعنی قصد تو مراعات خلق کا ہے لیکن غرض ارضاء الخالق ہے جیسے نیک کام کی کسی دوسرے کو ترغیب دینا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے کام محض بغرض تعلیم کئے۔ تاکہ حکم تشریعی معلوم ہو جائے۔ تاکہ دیکھ کر لوگ ویسا ہی کریں تو یہ ریاء مذموم نہیں ہے کیونکہ مقصود اس میں ارضاء الحق نہیں۔

ملفوظ (۱۸۰) اپنے زمانے کے لوگوں کی قدر

غالباً یہ تذکرہ تھا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی قدر نہیں ہوتی فرمایا کہ مولوی فلاں نے بھی اس عقیدے کے اندر مبتلا تھے۔ حضرت حاجی صاحب سے اتنے قریب تھے لیکن معتقد نہیں تھے۔ اعتراض کیا کرتے تھے۔ پھر اخیر میں معتقد ہوئے میاں جی صاحب اتنے بڑے شخص تھے لیکن مولوی فلاں اعتراض کیا کرتے اخیر میں معتقد ہوئے ایسا ہوتا ہے کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی قدر نہیں ہوتی۔

ملفوظ (۱۸۱) حضرت حاجی صاحبؒ کی شان جامعیت

مثنوی شریف پر بحر العلوم کا حاشیہ ہے۔ فرمایا کہ بحر العلوم محقق شخص تھے حضرت حاجی صاحب سے تعریف سنی ہے لیکن ظاہریت غالب تھی کہیں وہ فن سے نکل جاتے ہیں۔ اور ولی محمد ایک محشی ہیں وہ فن سے بہت مناسبت رکھتے ہیں لیکن غلو کرتے ہیں شریعت سے نکل جاتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب جامع ہیں مسئلہ کے خاص مرکز پر بھی رہتے ہیں پھر شریعت کے خلاف بھی نہیں ہوتا یہ جامعیت کی بات ہے۔

ملفوظ (۱۸۲) اہل دنیا کون ہیں

فرمایا کہ ایک مشہور قول ہے ۔

اہل دنیا کافران مطلق اند

روز وشب و رزق زق و دربق بق اند

ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل دنیا کو کافر کہا۔بلکہ یہ مطلب ہے کہ کافران مطلق کو اہل دنیا کہا ہے یعنی پورے اہل دنیا وہی ہیں جو بالکل کافر ہیں خلاصہ یہ کہ اہل دنیا خبر اور کافران مطلق مبتداء ہے نہ کہ عکس۔

ملفوظ (۱۸۳) مریخ میں جانے کا شوق

فرمایا کہ پچھلے دنوں سنا تھا کہ بعض نے زمین کو آر پار کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ ہے لقلوا فی البلاد بلا تاویل ان سے بڑھ کر کسی کو مریخ میں جانے کا شوق ہے۔دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہاں پر بھی آدمی آباد ہیں اور وہ زیادہ عقلمند ہیں اور وہ بھی ہم سے ملنا چاہتے ہیں۔ واہیات یہ انکل پچو گھڑ لیا ہے کہ وہ بھی یہ چاہ رہے ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت مریخ اپنے دورہ میں زمین کے قریب کو گزرتا ہے زمین کو ایک دھکا سا لگتا ہے اس کے معنی یہ کہے گئے ہیں کہ وہم کو متنبہ کرتے ہیں کہ کوئی سلسلہ پیدا کرو ہم سے ملنے کا۔ اسی طرح قطب کے نیچے پہنچنے کی کوششیں ہیں لیکن بوجہ سخت سردی کے وہاں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ صدہا ہلاک ہو چکے ہیں قطب تک جانے میں لیکن پھر بھی شوق ہے بھلا کیا حاصل تضیع اوقات کرنے سے۔

ملفوظ (۱۸۴) عیب گوئی و عیب جوئی

فرمایا کہ بعض لوگ اچھے ہی لوگوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں عیب گوئی سے عیب جوئی سے انھیں ستاتے رہتے ہیں۔

ملفوظ (۱۸۵) منافع صحبت

صحبت کے منافع کا تذکرہ تھا۔ فرمایا واقعی صحبت کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی صحبت میں بعضے ایسے لوگوں کو جو حرف شناس بھی نہیں تھے ایسا نفع ہوا کہ مولانا کے وعظ انھیں لفظاً لفظاً یاد تھے گو وہ خود سمجھتے تک نہیں تھے کیونکہ معقول و منقول کے باریک مضامین ہوتے تھے۔بعض علماء بھی ایسے لوگوں سے وعظ کہلا کر سنتے تھے۔ قصہ سنبھل میں

میں نے یہ سنا تھا۔ ایسے ہی ایک شخص لوہاری میں آئے تھے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بابت اور جمعہ ہونے نہ ہونے کی بابت گفتگو تھی۔ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے بھی مولانا سے کبھی ہندوستان میں جمعہ کے جواز کی بابت کچھ سنا ہے کہا کہ ہاں ایک شخص نے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے فرمایا کہ بھائی جیسا جمعرات میں نماز پڑھنا۔

پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایک ان پڑھ آدمی تھے لیکن ایسی ایسی لطیف باتیں کیا کرتے تھے۔ کہ سبحان اللہ! حاجی عبداللہ ان کا نام تھا۔ شین قاف بھی درست نہیں تھا لیکن ایسی سمجھ کی باتیں کیا کرتے تھے کہ کیا کہوں بہت ہی نیک آدمی تھے۔ انھوں نے مجھے ایک چوغہ بھیجا تھا بھائی جب میں اسے پہن لیتا ہوں تو جب تک اسے پہنے رہتا ہوں گناہ کا وسوسہ تک بھی نہیں ہوتا۔ بارہا آزمایا مجھ سے انھوں نے مرید ہونے کو کہا تو میں نے تو چپکے سے مرید کر لیا کہ جو پیر بنانے کے قابل ہو ایسا مرید کہاں ملے گا۔ ایسے دو چار بھی ہو گئے تو قیامت میں انشاء اللہ امید نجات کی ہو گی۔ مجھ سے ہزار لاکھ درجے اچھے ہیں۔

پھر فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ میں کیا چیز ہوں یہ کہنا بھی بے ہودگی ہے کہ مجھ سے اچھے ہیں اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ گویا میں بھی کچھ اچھا ہوں پھر فرمایا کہ ہمارے ملنے والوں میں!

ایک بزرگ اور اسی طرح کے ہیں ملا شمس الدین بالکل ان پڑھ مگر بزرگوں کی برکت سے ان میں خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے مولوی اسی ناز میں ہیں کہ ہم قال و قیل خوب جانتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے مقصود اور ہی چیز ہے۔

ملفوظ (۱۸۶) بزرگوں کا رعب

فرمایا کہ ہم نے دیکھا ہے بعضے بزرگوں کا ایسا رعب پڑتا ہے کہ بڑے بڑے دنیا دار عظمت والے ان کے سامنے بول بھی نہیں سکتے۔

ملفوظ (۱۸۷) بزرگوں کے کلام میں اثر

فرمایا بزرگوں کے کلام میں اثر ہوتا ہے بعض معمولی باتیں کرتے ہیں ان میں بھی اثر ہوتا ہے۔

ملفوظ (۱۸۸) حصول برکت

مثنوی شریف کے دفتر دوم کا درس ختم ہوا فرمایا کہ تیسرے دفتر کے بھی کچھ شعر پڑھ لو تا کہ برکت ہو جاوے بندھ تو جاؤ۔

ملفوظ (۱۸۹) مثنوی کے دفتر دوم پر اختتام کا تقاضا

درس میں دفتر دوم جب ختم کے قریب ہوا تو بہت بہت اشعار پڑھانے لگے فرمایا کہ ختم کے قریب ذرا تقاضا زیادہ ہوتا ہے۔

ملفوظ (۱۹۰) غلطی کی تاویل

فرمایا کہ اپنی غلطی کی تاویل سے مجھے سخت نفرت ہوتی ہے عذر کے ساتھ خطا چاہے پچاس دفعہ کرے لیکن وہ اتنا برا نہیں معلوم ہوتا جتنا کہ ایک مرتبہ کی تاویل۔

۱۹ / جمادی الاول ۱۳۳۳ھ یوم جمعہ

ملفوظ (۱۹۱) ہدیہ کی توسع

فرمایا کہ ہدیہ میں توسع ہرگز مناسب نہیں

ملفوظ (۱۹۲) حرص و کبر

فرمایا کہ دو چیزیں اہل علم کے واسطے بہت ہی بری معلوم ہوتی ہیں حرص اور کبر یہ ان میں نہیں ہونا چاہئیں

ملفوظ (۱۹۳) نماز میں غفلت پر سزا

ایک طالب علم نماز عشا کی جماعت میں حضرت کے پیچھے ہی کھڑا تھا اور الحمد پڑھ رہا تھا حضرت نے سن لیا بعد سلام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں امام کے پیچھے کھڑا ہوں بہت خفا ہوئے فرمایا کہ میں تو پہاڑ سا آگے کھڑا تھا داہنے بائیں اتنی بڑی جماعت پھر بھی آپ اس خیال میں ہیں کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہوں نماز میں اس قدر غفلت چنانچہ اس کو سزا دی گئی

ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کان پکڑوا کر اس کو چلایا گیا بعد کو فرمایا کہ نماز میں ایسی غفلت کہ یہی پتہ نہیں کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں یا تنہا قطع نظر اس مسئلہ کے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے یا نہیں کہ یہ تو اختلافی مسئلہ ہے تم تو غفلت سے پڑھ رہے تھے پھر ایک تو ہم ہیں ہی بدنام کہ یہ لوگ غیر مقلد ہیں اگر کوئی تم کو الحمد پڑھتے سن لے تب تو رجسٹری ہو جائے یہی سمجھا جاوے کہ اس کی تعلیم کی ہو گی۔

پھر فرمایا کہ مولوی فلاں ہوتے تو ضرور یہ کہتے کہ اس کو غیر مقلدوں سے بغض ہے الحمد پڑھنے پر کان پکڑوائے ان کا خیال ہے کہ اہل حدیث سے مجھ کو رنج ہے مہمل بات بے سمجھے جو چاہیں کہہ دیں۔

ملفوظ (۱۹۴) ایک خط پر اظہار برہمی

ایک خط آیا کہ رسالہ الامداد میرے نام جاری کرا دیجئے فرمایا کہ دیوانے مجھ کو لکھتے ہیں پھر چاک کر کے فرمایا کہ جاری ہو گیا وجہ یہ ہے کہ کسی معاملہ سے متوسط بننا بعض اوقات مفاسد کثیرہ کا سبب ہو جاتا ہے اہل تجربہ پر مخفی نہیں اس لئے اس کو پسند نہیں کرتے۔

ملفوظ (۱۹۵) زنانی خصلت

ایک طالب علم کوئی چیز لایا حضرت غالباً ڈاک دیکھ رہے تھے حضرت کے فارغ ہونے کے انتظار میں اس چیز کو وہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا حضرت نے کچھ دیر بعد فرمایا کہ رکھ کیوں نہیں دیتے یہ زنانی خصلت ہے کہ لوٹا بھی مانگو تو ہاتھ میں لا کر دیں اسی طرح ایک صاحب نے بعد عصر پرچہ ہاتھ میں دینا چاہا تو ان کو تنبیہ فرمائی کہ جب سامنے رکھ سکتے ہو تو ہاتھ ہی میں دینا کیا فرض ہے۔

ملفوظ (۱۹۶) طالب علم کی حرکت پر خفگی

ایک طالب علم کی کسی حرکت پر خفگی فرمائی فرمایا کہ چونکہ یہاں طالب علموں کی اور جگہ کی طرح بے قدری نہیں کی جاتی اصلاح کے لئے جو چاہے کیا جاوے لیکن بے آبروئی نہیں کی جاتی اس لئے مستی سوار ہے۔

ملفوظ (۱۹۷) فتوٰی اغراض کی آڑ

کسی فتوے پر فرمایا کہ لوگوں نے آڑ بنائی ہے اغراض کی فتووں کو۔

ملفوظ (۱۹۸) امیروں کے بیمار ہونے میں مصلحت

فرمایا کہ امیروں کے بیمار ہونے میں بھی مصلحت ہے ایک حکیم صاحب کی جو کانپور میں انتقال کر گئے تعریف فرمائی کہ غریب مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے تھے کہ بس ایک موٹا ظالم بیمار رہا کرے گزر کے لئے کافی ہے۔

ملفوظ (۱۹۹) بزرگوں کی سیدھی سچی باتیں

فرمایا کہ مولوی فتح محمد صاحب فرماتے تھے کہ ایک میاں جی نے مجھ سے جب میں نے ان سے فارسی کا سبق پڑھنا چاہا یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ بھائی تم مجھ کو عالم الکل سمجھ کر پڑھنا چاہتے ہو یا عالم البعض ؟ اگر عالم الکل سمجھتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ میں عالم الکل نہیں ہوں مجھ کو معاف رکھو اور اگر عالم البعض سمجھتے ہو تو جو بات مجھے معلوم ہوگی وہ بتلادوں گا نہ معلوم ہوگی کہہ دونگا کہ مجھے نہیں معلوم یہ نہ کہنا کہ جب یہ پڑھاتے ہیں تو سب باتیں ضرور بتلادیں پرانے بزرگوں کی باتیں کیسی سچی اور سیدھی ہوتی ہیں۔

بھوپال میں مولوی عبدالقیوم صاحب تھے پرانے محقق عالم تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کو دیکھے ہوئے تھے کسی نے مسئلہ پوچھا انہوں نے بتلادیا سائل نے پوچھا کہ کون سی حدیث میں ہے فرمایا کہ بھائی میں تو مسلم نہیں ہوں جو حدیث سے مسئلہ معلوم کیا ہو میرے باپ دادا سب مسلمان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ دین لینے کا چلاآتا ہے بس باپ دادا سے اس مسئلہ کو یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں۔

پھر فرمایا کہ عامل کے لئے بس مجتہد کی تقلید کافی ہے تحقیق کی حاجت نہیں اور نہ صلاحیت پھر فرمایا کہ مجھے سائل کی نسبت جب تک یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو استفادہ منظور ہے تب تک تو تقریر کرتا ہوں ورنہ کہہ دیتا ہوں کہ بھائی میں نہیں جانتا کون پڑے فضول قال و قیل میں۔

۲۰ / جمادی الاول ۴۳ھ

ملفوظ (۲۰۰) بیماری بھی مجاہدہ ہے

احقر کو سخت درد شکم کی تکلیف ہو گئی تھی فرمایا کہ بیماری بھی مجاہدہ ہے یہ بھی انشاء اللہ نفع سے خالی نہیں مجاہدہ اضطراری بھی نافع ہوتا ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

درد از یارست ودر ماں نیز ہم
دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

جو ادھر سے ہو وہ ٹھیک ہے۔

ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

صحت کی قدر بیماری سے ہے اس سے بھی معرفت بڑھتی ہے یہ بھی ایک شان ہے عرض کیا گیا کہ بیماری میں پختہ ارادہ کر لیتا ہوں کہ اب صحت کی بہت قدر کروں گا اور شکر کرتا رہوں گا لیکن بعد اچھا ہو جانے کے پھر کچھ نہیں فرمایا کہ وعدے توڑ دیئے جاتے ہیں خلق الانسان ضعیفا تاکہ عجز معلوم ہو جاوے کہ انسان کچھ بھی نہیں کہ وعدے بھی پورے نہیں کر سکتا۔

ملفوظ (۲۰۱) عملیات کچھ ہیں توکل اصل چیز ہے

کسی تذکرہ میں فرمایا کہ عملیات وغیرہ کچھ نہیں قسمت ہے توکل اصل چیز ہے کوئی لاکھ تدبیر کرے لیکن جب قسمت میں نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں ہوتا جاجمؤ ضلع کانپور میں تین شخصوں نے بیٹھ کر ایک عمل شروع کیا جس کا یہ اثر تھا کہ ایک جنیہ مسخر ہو کر آوے گی اس سے جو کچھ مانگا جاوے گا وہ دے گی۔

ایک صاحب پر تو شروع عمل ہی میں پتوں کے کھڑے سے ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے دوسرے صاحب کو نیند آگئی تسبیح ہاتھ سے گر گئی شمار جاتا رہا وہ بھی اٹھ گئے تیسرے صاحب اخیر تک جمے بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہوتے وہ جنیہ بڑے زور و شور سے آئی اور ڈانٹ کر کہا کہ بول کیا مانگتا ہے ان کے ہوش جاتے رہے اور منہ سے نکلا کہ ڈھائی روپیہ چنانچہ وہ ڈھائی روپیہ دے کر الٹی چلی گئی لیجئے قسمت میں ڈھائی روپیہ تھے اس لئے

اور کچھ مانگ ہی نہ سکے۔

ملفوظ (۲۰۲) چلتے وقت فرمائش

ایک شخص نے بہت دیر تک مقیم رہنے کے بعد عین رخصت کے وقت کسی چیز کا سوال کیا شاید دن بھر موجود رہ کر قبل مغرب یا قبل عصر رخصت ہونے لگا تب سوال کیا فرمایا کہ خدا جانے اکثر لوگ ساری فرمائشیں چلتے وقت کے لئے کیوں رکھ چھوڑتے ہیں دوسرے کو بھی تو گنجائش ملنی چاہیے اگر پہلے سے کہتے تو سوچ کر کچھ فکر کرتا۔

ملفوظ (۲۰۳) امراء سے از خود تعلق نہیں چاہئے

فرمایا کہ میں امراء سے از خود تعلق نہیں پیدا کرتا۔ اگر وہ خود تعلق پیدا کریں تو اعراض بھی نہیں کرتا امراء کو اگر ان سے تعلق کی ابتداء کی جاوے یوں خیال ہوتا ہے کہ کسی غرض سے ہم سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ غریبوں سے اکثر شیریں کلام سے بولیئے تو نثار ہونے لگتے ہیں۔

ملفوظ (۲۰۴) شدت حرص

فرمایا کہ لالچ ایسی بری چیز ہے کہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ سرائے میں ایک صاحب ان کے ساتھ کھانا کھارہے تھے ایک کتا آکر کھڑا ہو گیا انھوں نے فوراً اٹھ کر جھک کر سلام کیا ان سے پوچھا گیا یہ کیا نامعقول حرکت ہے فرمانے لگے کہ سنا ہے جن کبھی کتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ممکن ہو کہ وہ کتا نہ ہو بلکہ جن ہو اور ممکن ہے کہ یہ جنوں کا بادشاہ ہو اور سلام سے خوش ہو کر ممکن ہے کہ مجھے بہت سارو پیہ دے جاوے بھلے مانس نے شدت حرص سے کتنے احتمالات بعید نکالے۔

ملفوظ (۲۰۵) فضول نقصان

ایک صاحب نے ایک مسئلہ کے جواب کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجا حالانکہ صرف دو پیسے کے ٹکٹ میں نہایت آسانی سے جواب جا سکتا تھا۔ حضرت نے حافظ جی کے پاس وہ ٹکٹ بھیجدیا کہ ان کو قیمتی ٹکٹ سے بھی کام پڑتا رہتا ہے ان کے کام آجائے گا اور کہا کہ اس کے عوض دو

ٹکٹ دو دو پیسے کے لے آؤ۔ حافظ جی نے اس ٹکٹ کو رکھ لیا مگر چونکہ صرف ایک ہی ٹکٹ دو پیسے والا ان کے پاس موجود تھا اس لئے وہ ٹکٹ بھیج دیا اور دو پیسے نقد بھیج دیئے۔

اتفاق سے حاضرین میں سے ایک صاحب کے پاس ایک ٹکٹ تھا انھوں نے وہ دے دیا اور پیسے لے لئے۔ فرمایا کہ دیکھئے لوگ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ اگر یہی احتمال تھا کہ شاید جواب وزنی ہو جائے تو دو ٹکٹ دو دو پیسے کے بھیجتے نہ کہ ایک ہی آنہ کا ایک ٹکٹ بھیج دیا ان کو بہت آسان تھا۔ مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے فضول! اور اس کو جی گوارا نہیں کرتا کہ ایک مسلمان کا فضول نقصان دو پیسے کا ہو۔ ان کے نزدیک معمولی بات تھی مجھے کیسی تکلیف ہوئی کہ ڈھونڈتا پھروں۔ پوچھتا پھروں اور اگر اس وقت کسی کے پاس نہ نکلتا تو کیسی الجھن ہوتی۔ لوگ الزام لگاتے ہیں کہ بہت قانون بگھارتا ہے ان تجربوں کو کیسے مٹادوں اگر میں قانون پر آتا یہی ٹکٹ ایک آنہ کا لگا دیتا ان کے دو پیسے بلاوجہ ضائع ہوتے۔

ملفوظ (۲۰۶) قوانین مقرر مصلحت سے ہونا چاہئے، تکبر سے نہیں

کسی صاحب نے خط میں جواب کے لئے ٹکٹ نہیں رکھا تھا بلکہ یوں لکھ دیا تھا کہ جواب بیرنگ بھیجدیئے گا۔ فرمایا کہ میں بیرنگ جواب نہیں بھیجتا۔ بعضے لوگ کیا کرتے ہیں کہ بیرنگ جواب مانگتے ہیں اور خود کہیں چلدیتے ہیں وہ واپس آکر مجھ کو دام دینے پڑتے ہیں ایسا ہو چکا ہے۔

عرض کیا گیا کہ قوانین مقرر کرلینا ہے بڑی راحت کی چیز۔ کیا ایسے ہی قوانین ہم لوگ بھی مقرر کرلیں تو کچھ حرج تو نہیں فرمایا کہ قوانین مقرر کر لینے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا تو اپنی عافیت تنگ ہونے لگے یا اپنے کام میں فرق پڑے اس کو دیکھ لے۔ ہر شخص کو قوانین مقرر کرنا ضروری نہیں کوئی ثواب تو ہے نہیں۔ جتنا جس کو نفع پہنچ سکے اچھا ہے استفسار پر فرمایا کہ اگر قانون مقرر کرے تو گناہ کچھ بھی نہیں مگر تکبر اس کا سبب نہ ہو۔ بلکہ مصلحت اور ضرورت اس کا سبب ہو۔

ملفوظ (۲۰۷) سلام مکتوب کا احترام

ایک صاحب نے کچھ خانگی حالات لکھ کر درخواست کی تھی کہ پڑھ کر چاک کر دیجئے

گا چنانچہ حضرت نے چاک کر دیا لیکن وہ حصہ چاک نہیں کیا کہ جس پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تحریر تھا فرمایا کہ اس کو کیوں پھاڑوں اس طرح نیچے ختم پر جہاں نام اور پتہ لکھا وہ نہیں پھاڑا جتنا کاغذ اس طرح پر بچ رہا اس پر جواب لکھ کر روانہ فرمادیا۔

ملفوظ (۲۰۸) ابتداء تعلیم کے لئے تناسب عمر

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ ضروری چیز کے لئے کہ نماز ہے سات برس قرار دیئے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لئے بھی مناسب ہے البتہ زبانی تعلیم اور یاد کرا دینا یہ پہلے ہی سے جاری رکھے چار برس چار دن چار مہینے اپنی طرف سے تجویز کر کے لوگوں نے اب رسم مقرر کرلی ہے۔

ملفوظ (۲۰۹) علم دین برائے خدمت دین

فرمایا کہ میرے بھائی بڑے سمجھ دار ہیں۔ اپنے لڑکے کے متعلق کہتے تھے کہ مولوی ہونے کی مجھے کوئی زیادہ خوشی نہیں۔ ہاں خادم دین بنے تو خوشی کی بات ہے چونکہ ابتداء میں انھوں نے کسی خدمت کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اس لئے انھوں نے بار بار خط میں دریافت کیا کہ تم نے اپنے لئے معاش کا کیا ذریعہ تجویز کیا ہے میں نے لکھ دیا کہ میں نے علم دین معاش کے لئے نہیں پڑھا ہے میں نے خدمت دین کے لئے پڑھا ہے باقی رزق کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس جواب پر وہ قانع ہو گئے۔

ملفوظ (۲۱۰) شیر خوار بچے پر تربیت کا اثر

فرمایا کہ حرف شناسی کے اعتبار سے جاہل محض بھی ہو لیکن تربیت ہو تو وہ بھی کافی ہے اگر تربیت نہیں تو کتنا ہی بڑا عالم ہے لیکن کچھ نہیں۔ تربیت وہ چیز ہے کہ ایک شخص لکھنو کے بادشاہ کا ذکر کرتے تھے گھر سے ماں شیر خوار بچہ لائی جو نہ بول سکتا تھا نہ کچھ سمجھ سکتا۔ جس وقت بادشاہ پر اس کی نظر پڑی فوراً جھک کر سلام کیا۔ بادشاہ نے لینے کے لئے ہاتھ پھیلا دیا۔ اس توجہ پر دوبارہ پھر سلام کیا۔ ماں پاس لے آئی۔ بادشاہ نے گود میں لے لیا۔ گود میں پھر سلام کیا۔ پھر گود میں وہی بچوں کی طرح کھیلنا کودنا شروع کر دیا۔ دیکھنے والوں کو حیرت تھی کہ ایک شیر خوار بچہ کی یہ حالت۔

ملفوظ (۲۱۱) بادشاہ یا غلامان غلام

فرمایا کہ جہانگیر بادشاہ حضرت سلیم چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے تعظیم نہیں کی۔ وزیر نے اعتراض کیا کہ یہ بادشاہ ہیں فرمایا کہ بادشاہ تمہارے ہوں گے ہمارے تو غلامان غلام ہیں اس لئے کہ یہ ہوا و ہوس کے غلام ہیں اور وہ یعنی ہوا و ہوس میرے غلام ہیں۔

ملفوظ (۲۱۲) استعداد سلب نہیں ہوتی

فرمایا کہ استعداد سلب نہیں ہوتی۔ سب میں رہتی ہے مرتے وقت تک رہتی ہے کفار میں بھی رہتی ہے کیونکہ اخیر تک انھیں حکم ہے کہ (یعنی ایمان لاؤ) اور وہ موقوف ہے استعداد پر۔ استعداد ہی نہ رہتی تو وہ ایمان لانے کے مکلف نہ رہتے اس لئے فرمایا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبھم یعنی استعداد تو ہے لیکن مہر لگی ہوئی ہے۔ جب کوئی چیز اس کے اندر ہوگی تب ہی تو اس پر مہر کریں گے۔ مہر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی چیز اندر تو ہے کہ جس پر مہر کی گئی۔

ملفوظ (۲۱۳) مسئلہ وحدۃ الوجود

فرمایا کہ میں جب مکہ میں تھا ہمارے مطوف نیک آدمی تھے۔ ہندوستان سے تحصیلداری چھوڑ کر ہجرت کر گئے تھے۔ عرصہ تک وہاں جلد باندھ باندھ کر گذر کرتے تھے عالم تھے نیک شخص تھے گو علم متبحر نہیں تھا ذہول ہو گیا تھا مجھ سے تصوف کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔

ایک دن کہا کہ مسئلہ وحدت الوجود میری سمجھ میں نہیں آیا اسے میں کفر سمجھتا ہوں بہت لوگوں سے اس مسئلہ کو پوچھ چکا ہوں لیکن تسلی نہیں ہوئی میں نے کہا کہ میں دعوی تو تسلی کا نہیں کر سکتا۔ لیکن میں اس کے متعلق آپ سے تقریر کروں گا۔ سننے کے بعد آپ یہ کہیں گے کہ بدوں اس کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

میں نے کہا جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد آجایئے۔ لیکن کسی کو ساتھ نہ لایئے گا ان کے بھتیجے بہت خشک اور ضدی آدمی تھے انھیں کی وجہ سے میں نے یہ شرط لگائی تھی لیکن انھوں نے کہا کہ صرف وہ شخص آوے گا۔ میں نے کہا کہ انھیں کا تو آنا خار ہے جب انھوں نے اصرار کیا

تو میں نے کہا اچھا آمیں نیکن بولیں نہیں کچھ ایسا دیکھا ہے کہ جو طالب نہ ہو اس کے سامنے گفتگو میں طبیعت رکتی ہے مگر میں نے اقرار لے لیا کہ وہ بولیں گے نہیں۔

جمعہ کے دن بعد نماز وہ آئے میں نے کہا کہ میری ایک تقریر سن لیجئے وہ کہتے تھے کہ پہلے میرے شبہات سن لو میں نے کہا کہ نہیں میری تقریر کے بعد شبہات کیجئے گا۔ چنانچہ میں نے تقریر کی۔ اب تو وہ تقریر حاضر نہیں لیکن ایک گھنٹہ میں وہ تقریر ختم ہوئی میں نے اس کی کوشش کی کہ علوم درسیہ کے اصطلاحات و قواعد پر ان کے استبعادات و شباہت کا ازالہ کیا پھر بعد تقریر کے انھوں نے شبہات پیش کئے میں نے کہا کہ فلاں شبہ کا فلاں تقریر سے جواب ہو گیا۔ اور فلاں شبہ کا فلاں تقریر سے۔

غرض ایک بھی شبہ نہ رہا وہ یہ کہہ کر اٹھے کہ واقعی بدوں اس کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ بڑی دعائیں دیں اور حضرت سے جاکر عرض کیا کہ حضرت آج ایک بڑی چیز حاصل ہوئی اس کی بدولت یہ مسئلہ حل ہو گیا حضرت نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا کہ ہاں جی ہاں ان پر یہ مسئلہ خوب منکشف ہو گیا ہے۔

یہ واقعہ بیان فرما کر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اس قدر باریک مسئلہ ہے کہ مدتوں تک خواہ عقیدت سے سنے۔ لیکن کم از کم جب تک خالی الذہن ہو کر نہ سنے تب تک سمجھ میں نہیں آسکتا۔

بہت سے بزرگوں کی تکفیر ہوئی ہے اسی کی بدولت اسی لیے سب کے سامنے دقائق کے ظاہر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ منع ہے۔ گفتگو کرنا تو نرا قال ہے۔ اس سے حال تھوڑا ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایک ذوقی مسئلہ ہے جب تک حال طاری نہ ہو سمجھ نہیں آتا۔ البتہ اگر کسی کو انکشاف ہوا ہو اجمالی اس کے سامنے واجب ہے ظاہر کرنا تاکہ وہ مجمل مفصل ہو جاوے جب تک کہ اجمالی سے غلطی کا اندیشہ ہو۔

ملفوظ (۲۱۴) حق تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے روز زمین کی دعوۃ

بروایت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ چھلنیوں کا وعظ کہا تھا۔ ہر چیز کے لیے ایک چھلنی ثابت کی تھی۔ اس کے متعلق مولانا

محمد یعقوب صاحب نے ایک نہایت لطیف مضمون فرمایا تھا۔ حدیث پڑھنے والوں کے سمجھنے کے لائق محقق سمجھتا ہے۔ قرآن حدیث کا وہ مضمون یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن اس زمین کا پیڑا بنا کر اس کی روٹی پکا کر اوّل غذا جنتیوں کو یہ دیں گے۔

اب اس میں ظاہر میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا اہل جنت کو خاک پتھر کھلادیں گے یہ اچھا انعام جنتیوں کو ملے گا تو اس کو اسی قاعدہ پر متفرع کر کے سمجھو کہ تم اپنے مہمان کو بے چھانے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھلاتے تو حق تعالیٰ بلا چھانے ہوئے کیوں کھلانے لگے۔ چنانچہ زمین اس طرح چھانی جائیگی کہ مٹی پتھر سب نکل جائیں گے اور صرف اجزاء لطیفہ رہ جاویں گے۔ باقی یہ بات کہ اس میں اجزاء لطیفہ کہاں ہیں۔

سو اس کو یوں سمجھو کہ جتنی نعمتیں کھانے پینے کی نکلتی ہیں ظاہر ہے کہ وہ سب زمین ہی سے نکلتی ہیں۔ اور وہ زمین ہی کے اجزاء ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس میں ایسے ایسے اجزاء لطیفہ مبطن ہیں۔ اور بس ان اجزاء کو حق تعالیٰ علیحدہ کر دیں گے اور وہ ان کی غذا بنے گی سو وہ توالد جمیع الاشیاء ہوگی اور غالباً حکمت اس میں یہ ہوگی کہ بہت سے بندگان خدا مجاہدات وریاضات میں دنیا کی لذتوں سے منتفع نہیں ہوتے ان کو اگر پیشتر یہ غذا نہ کھلائی جائے تو وہ جنت کی غذاؤں کا موازنہ نعماء دنیا سے کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور بدوں موازنہ کے حظ کم ہوگا۔ اس لئے ان کو وہ غذا کھلا کر دکھلا دیا جاوے گا۔ کہ دیکھو دنیا کی نعمتوں کا خلاصہ یہ ہے پھر اس کے بعد فرمائیں گے کہ اب کھاؤ یہ ہے جنت کی چیز تو اصل تو اس کے کھلانے سے مقصود یہی ہوں گے۔ مگر ان کے طفیل میں اور سب کو بھی یہ غذا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ مضامین ہمارے اساتذہ کے الہامی اور کشفی ہیں۔

ملفوظ (۲۱۵) طالب سے لذات چھڑوانے کی مثال ترک معاصی کی ترکیب

مثنوی شریف میں غالباً شیخ کے طالب سے لذات چھڑوانے کی مثال یہ آئی کہ اگر چہ کو پستان نہ چھوڑوائی جائے تو وہ عمر بھر دودھ پیتا رہے گا۔ اور اسکا معدہ کبھی اور مقویات کے کھانے کا متحمل نہ ہو سکے۔

اسی طرح شیخ اگر لذات جسمانیہ نہ چھوڑاوے تو غذائے روحانی کا کبھی متحمل نہ ہو اس پر عرض کیا گیا کہ حضور تو پستان بھی نہیں چھوڑواتے یعنی لذات جسمانیہ کو نہیں ترک کرواتے بلکہ صرف انہماک کو منع فرماتے ہیں اس پر فرمایا کہ میں پستان تو نہیں چھڑواتا لیکن سپستان چھڑواتا ہوں یعنی سگ پستان یعنی معاصی۔ سپستان دراصل سگ پستان چونکہ لسوڑے کے موٹے موٹے دانے ایسے ہوتے ہیں جیسے پستان سگ اس لئے اس کو سگ پستان کہتے ہیں سگ پستان کا مخفف سپستان کر لیا۔ سپستان میں لزوجت ہوتی ہے اس کی مثال معاصی سے بہت ہی مناسب ہے۔

کیونکہ بعض معاصی کا بھی چھٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آگے چل کر مثنوی شریف میں غالباً یہ مضمون تھا۔ کہ شیخ مباحات کو قلیل چھڑواتے ہیں یعنی رفتہ رفتہ۔ اس پر فرمایا کہ شیوخ مباحات میں تو بے شک قلیل قلیل چھڑاتے ہیں مگر معاصی میں قلیل قلیل کسی نے نہیں چھوڑایا لیکن میں تو وعظ میں یہ کہہ دیا کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ معاف کرے نیت بری نہیں) کہ ایک گناہ تو وہ ہیں کہ جن کو اگر چھوڑ دیا جاوے تو آپ کو کافی تکلیف نہ پہنچے۔ مثلاً ڈاڑھی منڈانا ٹخنہ ڈھکنا۔ اگر ان کو چھوڑ دے تو کوئی کام تو نہیں اٹکتا۔ ایسوں کو تو فوراً چھوڑ دینا چاہیے اور بعضے ایسے ہیں کہ جن کو چھوڑنے کے بعد کچھ کلفت و تنگی ہو مثلاً رشوت لینا کہ صاحب بال بچے بہت ہیں اتنی تنخواہ میں گزر ہو نہیں سکتی تو ایسے گناہوں کے بارہ میں میں تو کہہ دیتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ہی چھوڑ دو۔

اور میں یہ کہتا ہوا ڈرتا بھی ہوں لیکن میری نیت بری نہیں ہوتی۔ نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح چھوڑ تو دیں جن سے ایک دم چھوڑنے کی امید نہیں اور یہ کہ اگر ان پر اس کا زور ڈالا جاوے تو وہ تمام عمر بھی نہ چھوڑیں۔ سو میں گناہ کی اجازت نہیں دیتا۔ چھڑاتا ہی ہوں لیکن یوں کہہ دیتا ہوں کہ سب کو ایک دم سے نہ چھوڑو تھوڑا تھوڑا کر کے چھوڑ دیں۔

مگر رہیں اسی فکر میں ایک طریقہ بقیہ گناہوں کے چھوڑنے کا یہ بتلایا کرتا ہوں کہ مکان میں کواڑ بند کر کے سوتے وقت روز حق تعالیٰ سے اس طرح دعا کیا کرو کہ یا اللہ میں بڑا کمبخت ہوں۔ نالائق اور پاجی ہوں۔

غرض خوب سخت سخت الفاظ اپنے لئے استعمال کر کے کہو کہ یا اللہ میری ہمت توان

کے ترک کے لئے کافی نہیں آپ ہی مدد فرمائیں۔ یہ ترکیب کر کے تو دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی دو ہفتہ میں سب گناہ ختم۔ مگر کوئی کرتا ہی نہیں جیسے کوئی لڑکا بالکل سبق یاد نہ کرے اور میاں جی سے کہے کہ تمہی سبق یاد کر لیا کرو۔

ملفوظ (۲۱۶) جمعیت کا نفع میں دخل

ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ سرسری توجہ کافی ہے زیادہ کاوش نہ کرے اس میں تعب اور پریشانی ہوتی ہے اور نفع کم ہوتا ہے۔ جمعیت کو نفع میں بڑا دخل ہے پریشانی نفع کے لئے مزاحم ہو جاتی ہے۔

ملفوظ (۲۱۷) آسان اصلاح

ایک صاحب تشریف لاتے تکلف بہت فرماتے۔ جس سے حضرت کو سخت نفرت ہے اب کی بار انہوں نے تکلف نہیں برتا رخصت کے وقت فرمایا کہ میرا جی اب کی مرتبہ آپ سے خوش ہوا لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مجھ میں محبت نہیں۔ اب آپ دیکھ لیجئے مجھ میں بے حد محبت ہے۔ مگر کوئی محبت کے قابل تو ہو اور میری محبت کے لئے کوئی لمبی چوڑی شرطیں نہیں۔ بس صرف یہ ہے کہ جس طرح میں چاہوں اس طرح چلے۔ اور میں کوئی دشوار کام بھی نہیں بتلاتا۔ میں کوئی مجاہدہ نہیں کراتا رات کو جگاتا نہیں کھانا پینا کم نہیں کراتا۔ بس تھوڑا سا ذکر بتلا دیتا ہوں اس کو دوام کے ساتھ کرے اور معاصی کو بالکل چھوڑ دے اور عادات کی اصلاح کرے۔ اور عادات کا بس خلاصہ یہ ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ کسی کو اس کے کسی قول یا فعل سے کوئی تکلیف یا الجھن نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر میں کہتا ہوں کہ جو شخص اتنا کر لے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہ سکتا۔

اب یہ بھی کوئی مشکل کام ہے ....

ملفوظ (۲۱۸) شریعت کا معیار ہی ٹھیک ہے

بعد مغرب ایک صاحب سے حضرت تخلیہ میں گفتگو فرما رہے تھے ایک شخص آ کر بیٹھ گئے اور کچھ کہنا چاہا حضرت نے فرمایا کہ جہاں دو آدمی بیٹھے تخلیہ کی باتیں کر رہے ہوں وہاں بلا اجازت آ کر بیٹھ جانا شرعاً گناہ ہے۔ یہ سن کر سلام کر کے اٹھ کر چلے گئے فرمایا کہ لیجئے یہ کہا تھا کہ

اس طرح آبیٹھنا شرعاً گناہ ہے۔ بس سلام کر کے اٹھ کر چلے گئے یہ نہ ہوا کہ ان کے فارغ ہونے کے بعد پھر ملتے اب مجھے بد اخلاق کہتے ہوں گے حکم شرعی سے بھی اطلاع نہ کرتا۔ ایسی خوش اخلاقی تو نہیں کر سکتا۔ اگر منع نہ کرتا تو دوسرا جو باتیں کر رہا تھا وہ بد اخلاق کہتا کہ یہاں بھی عجب بد انتظامی ہے۔ میں باتیں بھی پوری نہ کر سکا۔ یہ لقب تو قسمت میں ہے پھر وہی کیوں نہ اختیار کیا جاوے جو حکمت کے موافق ہو بس شریعت کا معیار ٹھیک ہے۔

۲۱ / جمادی الاولیٰ ۳۴ھ

ملفوظ (۲۱۹) سفر سے عزر

ایک صاحب نے اصرار سفر کا کیا فرمایا کہ یہاں کام بہت ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ بعضے جو یہاں مقیم ہیں وہ میرے چلے جانے سے سب سے زیادہ پریشان ہوتے ہیں وہ یہاں میری ہی غرض سے پڑے ہوئے ہیں۔

ملفوظ (۲۲۰) اس لالچ میں بڑوں کا ادب کرتا ہوں

مزاح میں فرمایا کہ اس لالچ میں بڑوں کا ادب کرتا ہوں کہ مجھ کو بھی تھوڑے دن بعد یہ مصیبت آنے والی ہے۔

ملفوظ (۲۲۱) ہر عمر کا اقتضاء جدا ہے

فرمایا کہ ہر عمر کا اقتضا ایک جدا ہے اب گھی اچھا معلوم ہوتا ہے پہلے نفرت تھی کیونکہ اب قوت کی زیادہ ضرورت ہے پیشتر بکری کے گوشت سے نفرت تھی۔ کانپور میں کبھی بکری کا گوشت نہیں کھایا دعوتوں میں بھی کوئی فرمائشی چیز پکانے کو پوچھتا تو گائے کا گوشت بتا دیتا تھا۔ اب بہ نسبت گائے کے بکری کا گوشت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ خدائی انتظام ہے پیشتر چھاچھ سے بہت رغبت تھی اب جاتی رہی۔ بس یہ قدرتی انتظام ہے جس چیز کی ضرورت جس عمر میں ہوتی ہے۔ اس کی رغبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

ملفوظ (۲۲۲) حضرۃ حکیم الامتؒ کے والد ماجد کا انداز تربیت

فرمایا کہ والد صاحب نے بہت شفقت کے ساتھ رکھا بچپن میں گھی سے چپڑ کر روٹی اپنے ہاتھ سے بٹھلا کر کھلاتے تھے۔ ہمیں مصیبت معلوم ہوتی تھی کہ یہ کہاں سے مسلط ہو گئی بڑے منتظم تھے اس کا بہت اہتمام تھا کہ تعلیم و تربیت ہو عاقلانہ محبت تھی مدتوں میرٹھ میں رہنا ہوا۔ رمضان شریف کے زمانہ میں ختم میں کہیں نہیں جانے دیتے تھے کہ اس سے نیت خراب ہو جاتی ہے پھر اس کی اس قدر رعایت کرتے تھے کہ بازار سے مٹھائی خوب فراغ کی منگاتے تھے اور کہتے تھے کہ مٹھائی کے لئے وہاں جاتے ہیں لو ہم اس سے زیادہ تمہیں کھلائے دیتے ہیں لیکن وہاں مٹھائی کے لالچ میں جانا ہمیں برا معلوم ہوتا ہے اس کا اثر اب تک یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز لیتے ہوئے بھی غیرت آتی ہے ہر جگہ دعوت میں بھی ذلت سی معلوم ہوتی ہے۔ بجز بے تکلفی کی جگہ کے۔ اور طالب علموں کو تو کسی دعوت میں بھیجنا پسند ہی نہیں کرتا۔

جب ہم پٹتے تھے تو روٹھتے تھے۔ ہمارا خفا ہونا یہی تھا کہ کھانا نہیں کھاتے تھے کھانے کو کہتے تو یہ کہدیتے کہ بھوک نہیں لگی۔ والد صاحب فرماتے کہ چونکہ ہم نے تم کو مارا تھا اس لئے بھوک نہیں لگی۔ اچھا صندوقچہ لاؤ ایک ایک روپیہ نکال کر دیتے پھر ہم کھانا کھا لیتے فرماتے کہ اب کیسے بھوک لگ گئی ادنیٰ ادنیٰ بات پر روک ٹوک کرتے تھے۔

ایک دفعہ عید کے واسطے انگرکھے سلے ذرا تکلف کے تھے چمک وغیرہ لگی ہوئی تھی بچے تو تھے ہی عید سے ایک دن پہلے کا قصہ ہے درزی سے تقاضا کر کے سلوایا عصر کے بعد ملا میں دوڑا ہوا خوش خوش یہ کہتا ہوا آرہا تھا کہ آہاہا جی کل پہنیں گے۔ والد صاحب وہاں بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے تھے اٹھ کر ایک چپت لگائی کہ بڑے نالائق ہو کوئی سنے تو یوں سمجھے کہ ان کو کبھی کپڑا پہننے کو نہیں ملا۔ جو ایسے خوش ہو رہے ہیں۔

ہم دونوں بھائی کھانا کھا رہے تھے بھائی نے پوچھا آج کون سا روزہ ہے کہا فلانا ہے میں نے کہا ہاں سنا تو ہے ایک چپت لگائی کہ یہ کیا سنا ہے میں نے کہا کہ صاحب مجھے کیا معلوم کہا جواب دیتے ہو۔ ان باتوں کا اب تک اثر ہے غلطی کی تاویل بری معلوم ہوتی ہے غلطی کا قرار پسند ہے۔ ان کی باتیں ذرا ذرا سی تھیں لیکن دل میں گھس گئیں وہی تو زمانہ تربیت کا ہوتا ہے اللہ ان کی

مغفرت کرے میرے ساتھ تو ایسا احسان کیا کہ چار حروف دین کے پڑھا دیئے۔ اگر چار گاؤں چھوڑ جاتے تب بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہ تھا۔ ویسے دنیادار کہلاتے تھے اکثر دنیادار علم دین کو مؤخر رکھتے ہیں۔ مگر والد صاحب مجھے بھائی پر ہر بات میں مقدم رکھتے تھے۔

ایک دفعہ تائی نے کہیں کہدیا کہ چھوٹے بیٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو کما کھاوے گا بڑا بیٹا کہاں سے کھاوے گا یہ سن کر والد صاحب کا منہ سرخ ہو گیا۔ غصہ ہو کر کہا کہ بھالی تم نے اس وقت مجھ کو بہت پریشان کیا میں قسم کھا کر کہتا ہوں روپے اس کی جوتیوں سے لگے رہیں گے اور یہ ان کی طرف منہ بھی نہ کرے گا۔ اگر کوئی درویش یہ بات کہتا تو کرامت سمجھی جاتی۔ لیکن وہ دنیادار آدمی تھے۔ میری شادی میں ایک شخص سے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بڑا خوش قسمت ہے ہمیشہ فراغت و آرام میں رہے گا جب سے پیدا ہوا ہے بسم اللہ سے لے کر شادی تک میں نے اس کے کاموں میں بہت ہی روپیہ صرف کیا ہے۔

دیکھئے ان کی خوش فہمی کہ انھوں نے کبھی میرے لئے یہ فکر نہیں کی کہ اس کے لئے معاش کی کیا صورت ہو گی۔ جب ہم لوگ پاجامہ بھی نہیں پہنتے تھے تب ہی سے انھوں نے یہ تجویز کر رکھا تھا کہ اس کو انگریزی پڑھائیں گے۔ اس کو عربی۔ خدا نے پہچان ان کو ایسی دی تھی۔ طبیعتوں کے انداز کی۔ یہ بڑی دانش مندی کی بات ہے۔

ایک بادشاہ نے اپنے دو غلاموں کو تعلیم دینا چاہی ایک کو تیراندازی کی ایک کو خوشنویسی کی۔ مگر دونوں میں ناکامی ہوئی۔ ایک ماہر سے مشورہ لیا کہ کس کو کون سی تعلیم دی جائے وہ ان دونوں کی طبیعتوں کے انداز سے پہچان گیا کہ خلاف تجویز بادشاہ اس کو تیراندازی سے مناسبت ہے اور اس کو خوش نویسی سے۔ چنانچہ اسی طرح تعلیم دی گئی۔ دونوں اپنے اپنے فن میں کامل ہو گئے۔

ملفوظ (۲۲۳) وقف مسجد کی ایک شرط

فرمایا کہ مسجد کا مسجد ہونا اس پر بھی موقوف ہے کہ اس کا رستہ بھی وقف ہو۔

ملفوظ (۲۲۴) خواہ مخواہ وعدہ کر کے خود کو تنگی میں ڈالے

بہلی کے سفر میں سواریوں کی تعداد شمار کی جارہی تھی۔ عرض کیا گیا کہ چڑھتے، اترتے

چلے جائیں گے فرمایا کہ میں چاہے اتروں سب سے زیادہ لیکن وعدہ نہیں کرتا۔ خواہ مخواہ وعدہ کر کے اپنے آپ کو تنگی میں کیوں ڈالوں۔

ملفوظ (۲۲۵) ہر طرف محل شکایت بنتا پڑتا ہے

فرمایا کہ امیر غریب کی مہمانی میں کچھ تفاوت ہونا ضروری ہے لیکن پھر بھی یہاں امیروں کی ان کی حیثیت سے بہت کم خاطر کی جاتی ہے اس سے غریب تو سمجھتے ہیں کہ یہ امیروں کی بڑی خاطر کرتا ہے اور بعضے امیر سمجھتے ہیں کہ ہماری کچھ بھی خاطر نہیں کی گئی غرض دونوں طرف سے محل شکایت ہی بنتا پڑتا ہے۔

ملفوظ (۲۲۶) طالب علم کے ساتھ ابتداء میں سختی کا راز

فرمایا کہ میں جو طالب کے ساتھ ابتداء میں نہایت سختی کرتا ہوں کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بولنا چلنا بھی مشکل پڑ جاتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ اس کے قلب میں اہتمام اصلاح کا پیدا ہو جاوے ویسے غلطی ہونا بشر سے تو لازمی ہے لیکن اگر اہتمام اور فکر قلب میں پیدا ہو جاوے تو اول تو اس سے اس قدر غلطیاں نہ ہوں گی۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ جب دوسرے کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخص کو اہتمام غلطیوں سے بچنے کا ہے تو پھر اس کی بے عنوانیاں اتنی ناگوار بھی نہیں ہوتیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی میری سختی کو جھیل لے اور مناسبت پیدا کر لے پھر میرے یہاں کی برابر کہیں بھی وسعت نہیں پھر اس کے لئے کوئی بھی قانون نہیں رہتا الا نادرا۔

۲۳ / جمادی الاول ۴۳ھ

ملفوظ (۲۲۷) سفارش کے خط میں طعن

ایک صاحب نے کئی خط کسی کی بیعت کی سفارش کے لئے لکھے جس میں کوئی نہ کوئی بے ہودہ فقرہ اور طعن ضرور ہوتا تھا اور اس بیہودگی کی اطلاع حضرت جواب میں اس شخص کو کرتے رہے علاوہ اس کے خود سفارش ہی بیعت کے معاملہ میں حضرت کو نہایت درجہ ناپسند ہے۔ اخیر میں ان صاحب کا یہ خط آیا۔

"یہ تیسرا عریضہ روانہ خدمت والا درجت ہوتا ہے گذشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط

براہ کرم گزشتہ نافرمانیوں سے درگزر فرما کر برادرم فلاں کو تعلیم طریق سے سرفراز فرمایا جائے بجائے دو پیسے کے چھ پیسے میری بیوقوفی سے صرف ہوئے"

جواب تحریر فرمایا کہ

"اس خط میں بھی آپ نے الزام طعن سے نہ چھوڑا۔ خدارا مجھ کو مکاتبت سے معاف فرمایئے اور اپنے پیسے ضائع نہ فرمایئے۔

ملفوظ (۲۲۸) غضب کی غلط شہرت

فرمایا کہ بھائی اکبر علی نے جو نیا مکان بنوایا تو اس میں حضرت حاجی صاحب کا مکان بھی ہے۔ انجینئر نے آزادی سے بدوں رعایت کسی مکان کے سالم رکھنے کے نقشہ تیار کیا۔ لیکن حضرت حاجی صاحب کا مکان بالکل اسی طرح اس نقشہ میں بھی باقی رہا۔ اسی طرح اس مدرسہ کی عمارت کے نقشہ میں بھی حضرت کی سہ دری اور حجرہ محفوظ رہے واقعی ؎

اگر گیتی سرا سر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

مدرسہ میں جہاں حضرت کا بیت الخلا تھا اب میں نے اس جگہ ایک حجرہ بنوادیا ہے اور غضب یہ ہے کہ ایک جگہ لوگوں نے یہ مشہور کیا تھا کہ جہاں حضرت کا حجرہ تھا اس کو پاخانہ بنا لیا ہے۔

ایک صاحب اسی کی تحقیق کے لئے آئے تھے۔ میں نے کہا دیکھئے کیسی الٹی بات مشہور کی گئی ہے۔ اول تو اگر میں ایسا بھی کرتا تب بھی شرعاً مجھ پر کوئی الزام نہیں تھا گو آداب کے خلاف ہوتا۔ اور پھر میں نے تو پاخانہ کی جگہ حجرہ بنوایا۔ اور مشہور یہ کیا گیا کہ حجرہ کی جگہ پاخانہ بنوالیا ہے کیسے غضب کی بات ہے۔

ملفوظ (۲۲۹) اچھے موقع کا شعر

یاد نہیں آتا ایک نہایت اچھے موقع پر یہ شعر پڑھا ؎

بروئے خود در طماع باز نتواں کرد
چو باز شد بہ درشتی فراز نتواں کرد

ملفوظ (۲۳۰) خط لکھنے کا ادب

فرمایا کہ خط لکھنے والوں کو چاہیے کہ آدھا کالم جواب کے لئے خالی چھوڑ دیا کریں۔ ورنہ بعض اوقات جواب لکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۳۱) تحقیق طلب سوال پر گرانی نہیں ہوتی

فرمایا کہ اگر کسی کے سوال سے یہ معلوم ہو جاوے کہ تحقیق منظور ہے تو چاہے سارا دن سمجھاتے گزر جاوے لیکن طبیعت بشاش رہتی ہے ورنہ سوال کرتے ہی میرے تو واقعی سر میں درد ہو جاتا ہے اس قدر تنگی ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۳۲) شیخ کی خدمت میں کسی کا سلام پہنچانا

فرمایا کہ شیخ کی خدمت میں کسی کا سلام بھی نہیں پہنچانا چاہیے اپنے کام میں لگنا چاہیے۔

ملفوظ (۲۳۳) غلط پیر کے منہ سے صحیح بات

فرمایا کہ جو شخص اپنے اظہار کمالات میں کاوش کرے اور کوشش کرے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مخدوش ہے کیونکہ کامل کو اس قدر کوشش اور کاوش کی کیا ضرورت۔ اس میں استغناء کی شان ہوتی ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا۔ میاں مظہر میرے چھوٹے بھائی ہیں جوان آدمی ہیں۔ عربی پڑھی ہے پھر شوق ہوا ملازمت کا۔ پولیس میں سب انسپکٹر ہو گئے۔ بہت ذہین ہیں۔ ایک دفعہ علی گڑھ میں لائن حاضر تھے ایک اور اہلکار بھیلائن حاضر تھے وہ ایک بزرگ سے بیعت تھے انھوں نے ان کو دعا کے لئے خط لکھا۔ میاں مظہر نے بھی کہہ دیا کہ میرے لئے بھی دعا کرنے کو لکھ دینا۔ وہاں سے عجیب جواب آیا کہ چند روز سے پولیس پر حق تعالیٰ کا عتاب ہے اور آجکل دو سو میل کے اندر اندر کا عزل و نصب میرے متعلق کر دیا ہے۔ ہر جمعرات کو کمیٹی پیران کلیر شریف میں ہوتی ہے۔ تمام اقطاب، ابدال اور غوث جمع ہوتے ہیں۔ بھلے مانس نے میری نسبت بھی لکھا کہ وہ بھی شریک ہوا کرتا ہے۔ میاں مظہر نے مجھ کو لکھا اللہ! مجھے مطلع فرمایئے کہ اب کی جمعرات کو میرے واسطے کیا حکم ہوا۔ میں نے لکھا تمہیں کیا ہو گیا علم دین پڑھ کر آدمی کو اس قدر سست اعتقاد نہیں

ہونا چاہیے وہ یوں سمجھے کہ میں سنکر خوش ہوں گا اور ان کی تعریف کیا کروں گا۔اس وجہ سے میرا نام بھی انھوں نے ٹھونسا کہ ؎

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

یہ سمجھا کہ اس طرح میری دکان زیادہ چمکے گی مگر ناحق میرا نام لکھا۔اور بھی بھانڈا پھوٹا۔

انھیں کا ایک اور قصہ ہوا۔ایک نوجوان شخص انگریزی پڑھتے تھے۔یکایک ان کو حق تعالیٰ کی طرف کشش ہوئی۔ان کی اطراف میں وہی بزرگ تھے ان سے انھوں نے پوچھا کہ کس بزرگ سے رجوع کروں کیونکہ یہ کسی کو نہ جانتے تھے محض خالی الذہن تھے۔اب دیکھئے خدا تعالیٰ کی حفاظت جس کے ساتھ ہو کہ وہ بزرگ باوجودیکہ طریق میں میرے خلاف مگر انھوں نے یہی کہا اور خدا نے ان کے منہ سے کہلوایا کہ اگر سیدھا راستہ چاہتے ہو تو تھانہ بھون چلے جاؤ۔چنانچہ وہ میرے پاس آئے تھوڑی عمر تھی بہت اچھی حالت تھی۔پھر میں نے انھیں دیوبند پڑھنے کے لئے بھیجدیا تھا وہاں حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے بیعت بھی ہو گئے پھر بیمار ہو گئے اب گھر پر ہیں۔

ملفوظ (۲۳۴) میرے یہاں کوئی چیز مخفی نہیں

حضرت کے پاس نوٹ بک کے طور پر ایک کتاب ہے جو سہ دری میں چوکی کے اوپر رکھی رہتی ہے۔اس میں حساب زکوٰۃ اور قرضہ وغیرہ کا رہتا ہے۔

احقر نے اس کو دیکھنا چاہا فرمایا کہ میرے سامنے دیکھنا مجھ کو بار معلوم ہوتا ہے میری غیبت میں چاہے دیکھ لیں کیونکہ آپ اس وقت مجھ سے تو کچھ اس کے متعلق نہ دریافت کر سکیں گے یہ کتاب یہاں رکھی رہتی ہے۔میری ممانعت اگر اس کے دیکھنے کی ہوتی تو یہاں اسے کیوں رکھتا میرے یہاں کوئی چیز مخفی نہیں جو کچھ بھلائی برائی ہے وہ سب طشت ازبام ہے تاکہ کسی کو کوئی دھوکہ نہ رہے۔

ملفوظ (۲۳۵) حسن مشورہ

مدرسہ کے متعلق ایک مکان ہے اس کے کرایہ پر لینے نہ لینے کے متعلق احقر نے

مشورہ کرنا چاہا فرمایا کہ مولوی فلاں .... صاحب سے مشورہ کر لیجئے وہ دانشمند شخص ہیں اول تو میں مشورہ سے اباء کرتا ہوں۔ پھر خصوص ایسے امور میں جن میں میرا تعلق بھی ہو (مثلاً مدرسہ کے مکان کی بابت)

ملفوظ (۲۳۶) تصوف میں خلط

فرمایا کہ لوگوں نے مخلوط کر دیا ہے تصوف کے فنون کو۔ اشغال کا فن الگ ہے سلوک کا فن الگ ہے۔

ملفوظ (۲۳۷) بیہقی ہند

فرمایا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بوجہ غایت درجہ کے محدث ہونے کے بیہقی کہا کرتے تھے۔

ملفوظ (۲۳۸) عجیب دستور العمل

فرمایا کہ بھائی اکبر علی بڑے سمجھدار ہیں ایک عیسائی سے انھوں نے ایک عجیب سوال کیا کہ اگر کوئی شخص دنیا کو ترک کر کے ۲۴ گھنٹے یاد خدا میں گزارنا چاہے تو آپ کے یہاں کوئی ایسا دستور العمل ہے جو محیط ہو ۲۴ گھنٹوں کو اس نے کہا کہ ایسا دستور العمل تو کوئی نہیں۔ بھائی نے کہا کہ ہماری شریعت میں ایسا دستور العمل موجود ہے۔ ہر ہر حالت کے لیے آداب اور اذکار بتلا دیئے گئے ہیں کہ اٹھو تو یہ پڑھو بیٹھو تو یہ پڑھو لیٹو تو یہ اور کھاؤ تو یہ پاخانہ جاؤ تو یہ' نکلو تو یہ۔

غرض کوئی ایسی حالت نہیں جس کے لیے ذکر کے متعلق دستور العمل مقرر نہ ہو پھر حضرت نے فرمایا کہ واقعی یہ عجیب سوال ہے اور واقعی ایسا دستور العمل صرف شریعت ہی نے سکھلایا ہے اور ہر حالت کے لیے ایک جداگانہ عبادت تجویز کی گئی ہے جس سے طبیعت میں نشاط رہے اور شاق نہ ہو۔

ملفوظ (۲۳۹) حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت

کسی تذکرہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب ہی کی بدولت حق واضح ہوا حضرت حاجی صاحب ہی کی بدولت یہ علم ہوا کہ شریعت ہی کی حقیقت کا نام درویشی ہے جیسے کوئی حسین محبوب

گھونگھٹ نکالے بیٹھی ہو اگر کوئی اس کے گھونگھٹ کو اٹھادے تب اس کے حسن و جمال کی کیفیت یہ ہو کہ جو دیکھ لے وہی اس پر نثار ہونے لگے۔

ملفوظ (۲۴۰) نرا اہل ظاہر

فرمایا کہ نرا اہل ظاہر نرے اہل باطن سے اچھا ہے۔

ملفوظ (۲۴۱) اہل اللہ کا ادب

فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے گو ان سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالانکہ میں صاحب فتویٰ ہوں مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا۔ سب اہل اللہ سے میں نے دعالی ہے۔

ملفوظ (۲۴۲) مسمریزم سیکھنے کا کلمہ

فرمایا کہ مسمریزم سیکھنا ٹھیک نہیں۔ لوگ اس قوت کو ناجائز کاموں میں استعمال کرتے ہیں ایک چور نے اس کی مشق کی تھی۔ ایک جگہ چوری کر رہا تھا لوگ جاگ اٹھے اس نے توجہ کی سب وہیں کے وہیں رہ گئے اور وہ اطمینان سے چوری کر کے چلتا ہوا۔

ملفوظ (۲۴۳) عارف سے زیادہ گوئی ممکن نہیں

فرمایا کہ ایک شیخ بہت ہی کم گو تھے حضرت حاجی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں لوگوں کو فیض سے محروم کرتے ہیں۔ خبر بھی ہے کہ شیخ زبان ہوتا ہے اور مرید کان اس پر ان کو تنبہ ہوا پھر کلام فرمانے لگے ان کے مریدین حضرت حاجی صاحب کو بہت دعائیں دیتے تھے۔

پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عارف سے زیادہ گوئی کہاں ہو سکتی ہے کیونکہ اسرار لامتناہی ہیں ان کو جتنا بھی بیان کیا جاوے زیادہ گوئی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ہمیشہ کمی ہی رہے گی۔ پس زیادہ گوئی کے عذر سے شیخ کو چپ نہیں رہنا چاہیے۔

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۴۴ھ یوم چہار شنبہ

ملفوظ (۲۴۴) مسلمانوں سے اظہار محبت

کسی مسلمان کی ماخوذی کی خبر سن کر نہایت افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ خدا جانے مسلمان کوئی ہو کہیں کا ہو رائی برابر بھی اسے گزند پہنچے تو دل پگھل جاتا ہے مسلمان کی تکلیف سے بڑا دل دکھتا ہے پانچوں وقت دعا دل سے مانگتا ہوں۔

ملفوظ (۲۴۵) آجکل تقویٰ بڑا مشکل ہے

ایک اہلکار نے دورہ کی مشکل لکھی تھی کہ اور دو مسلمان ہیں وہ مشتبہ چیزیں استعمال کرتے ہیں اس لیے وہ ان سے علیحدہ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں لیکن ایک ہی جگہ رہ کر دو مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر کھانا کھانا برا معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا واقعی! آج کل تقویٰ بڑا مشکل ہے آدمی خود اپنا ہی دشمن ہے کیونکہ اپنے اندر بھی بعضے قویٰ ایسے ہیں کہ جن کا مغلوب کرنا مشکل پڑ جاتا ہے کم از کم تکلیف تو ضرور ہی ہوتی ہے گو وہ قویٰ اپنے مصرف پر محمود ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً اس صورت میں ہی صاحب واقعی مشکل ہے کہ دو مسلمان ایک جگہ کھا رہے ہوں اور آپ تنہا الگ بیٹھا ہوا کھا رہا ہو اول تو خود ہی برا معلوم ہوتا ہے دوسرے شروع شروع میں لوگ بناتے بھی ہیں گو کچھ دن بعد تقویٰ کی وجہ سے وقعت ہونے لگتی ہے۔

ملفوظ (۲۴۶) تسلی کے لئے ہنسنا

ایک صاحب معہ اہل وعیال کے ایک سال یہاں رہ کر رخصت ہونے لگے گھر بھر رونے لگا حضرت ہنستے رہے فرمایا کہ دل تو میرا بہت کڑھتا ہے کسی کے رونے سے۔ لیکن ایک تو یہ ضروری بات ہے کہ مجھ کو رونا نہیں آتا۔ دوسرے میں ہنسا اس لئے کرتا ہوں کہ رونے والوں کو تسلی ہو جاوے۔ بھائی کی لڑکیاں تفسیر پڑھتی ہیں آج قیامت کا ذکر تھا۔ ایک لڑکی بہت روئی پہلے تو میں کچھ نہیں بولا کہ اچھا ہے دل کا غبار نکل جائے لیکن بعد کو میں نے ہنسانا شروع کیا مگر میرا بڑا جی خوش ہوا کہ ان کا قلب بہت پاک صاف ہے۔ عورتوں کا قلب بہت اچھا ہوتا ہے ان کو شک

شبہات نہیں ہوتے۔

ملفوظ (۲۴۷) پیر زادوں کا روگ

ایک کالج کے طالب علم نے اپنے وساوس و شبہات کا خط لکھا تھا اس کو حسب معمول حضرت نے یہ لکھ دیا ہوگا۔ ایسے امور بالمشافہ طے ہو سکتے ہیں اس پر کچھ شکایت آمیز خط انہوں نے لکھا لیکن یہ بھی لکھا کہ جب سے خط لکھا ہے وساوس خود بخود کم ہو گئے ہیں اور شبہات میں بھی کمی ہونے لگی ارادہ حاضری کا بھی ظاہر کیا حضرت نے فرمایا کہ مریض یوں چاہتا ہے کہ میری رائے کے موافق طبیب علاج کرے کبھی یہ نہ ہوا کہ اسکول میں پڑھنے نہ گئے ہوں بلکہ پرائیویٹ طور پر امتحان دیدیا ہو۔

پھر فرمایا کہ چونکہ آنے کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق رکھنا چاہتے ہیں اس لئے ان کا خط رکھ چھوڑا ہے۔ دکھلاؤں گا اور مطلب پوچھوں گا۔ انھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کا بہت شہرہ ہے کہ آپ بیعت بڑی مشکل سے کرتے ہیں۔

اس پر فرمایا کہ پیر زادوں نے قصداً لوں میں یہ بٹھلا رکھا ہے کہ بدوں (مرید کو شیخ کی تجویز میں ہرگز پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے اگر وہ چند روز بعد بیعت کرنے کو کہے تو اسی میں مصلحت سمجھے۔ اصل چیز محبت اور اتباع ہے ہمارے حضرت نے تو اس مسئلہ کو آفتاب کی طرح روشن کر کے دکھلا دیا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ تعلیم پر کاربند رہا اور اس قابل بھی ہوا کہ خود اس کو اجازت اخذ بیعت کی دی گئی۔ اور بعد کو یاد دلانے پر اس کو بیعت کیا۔) بیعت کے نفع ہی نہیں ہوتا۔ تاکہ پھنس جاوے اور کہیں نہ جا سکے۔ یہ عجیب بات ہے کہ مریض طبیب کے پاس جاوے اور وہ کہے کہ میں علاج کے لیے تیار ہوں لیکن وہ مریض کہے کہ نہیں صاحب میں تو جب تک علاج نہ کراؤں گا جب تک کہ آپ ایک دستاویز میں نہ لکھ دیں کہ میں علاج کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ بھلا اس کی کیا ضرورت ہے جبکہ طبیب ویسے ہی ہر طرح توجہ کے ساتھ علاج کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔

اصل میں بیعت اسی قسم کا ایک معاہدہ ہے مرید کی جانب سے یہ عہد ہوتا ہے کہ میں آپ کا اتباع کروں گا اور پیر کی طرف سے اس کا وعدہ ہوتا ہے کہ ہاں میں تمہاری نگرانی اور اصلاح

کروں گا ہاتھ میں ہاتھ دینا اسی معاہدہ کے تاکد کے لیے ہے اگر زبانی بھی ہو جاوے تو بالکل کافی ہے اور نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں۔

میں تعلیم کے لیے ہر مسلمان کے واسطے حاضر ہوں لیکن بیعت نہیں کرتا تاکہ آزادی رہے کہ اگر اور جگہ سے کوئی مقصود حاصل کرنا چاہے تو کر سکے خواہ مخواہ پابند نہ ہو جاوے۔ ہاں جب باہم مناسبت پیدا ہو جاوے اور دل مل جاویں تو اس کا بھی مضائقہ نہیں بغیر دل ملے اور مناسبت ہوئے بیعت سے کچھ فائدہ بھی نہیں۔

پھر ہنس کر فرمایا کہ حضرت حاجی ب اگر مجھ سے یہی بات فرماتے تو میں تو نہ مانتا۔ لیکن بے ہودگی بھی نہ کرتا وہی کرتا جو ہمارے حضرت حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ حضرت میاں جی صاحب نے ان سے بیعت کا انکار کر دیا تھا لیکن یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہے اصرار مطلق نہیں کیا دو تین مہینہ جب گزر گئے تو میاں جی صاحب نے پوچھا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے۔ عرض کیا کہ حضرت میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں ویسے اصرار بھی نہیں۔ کیونکہ میں تو دل میں مرید ہو گیا ہوں۔ اس لئے خلاف مزاج بیعت کے لیے بھی اصرار نہیں کرتا۔ حضرت میاں جی صاحب نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر آؤ اور دو نفل پڑھوا کر بیعت کر لیا۔

پھر حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ خیر شکر ہے قانونی شیخ نہیں ملا تھا لیکن تعجب نہیں اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ بیعت کے بغیر بھی پورا نفع ہو سکتا ہے اور حضرت حاجی صاحب یہ سمجھا دیتے تو بیعت کا بھی خیال نہ کرتا۔

احقر نے عرض کیا کہ اس طالب علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ وساوس و شبہات حضور والا کے نامہ کے بعد سے خود بخود کم ہو گئے فرمایا کہ بعض علاج مختصر سا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی وقعت نہیں ہوتی۔

حکیم عبدالمجید خاں اکثر مفردات سے علاج کرتے تھے۔ بھائی کو بخار ہو گیا اول سے آخر تک کاسنی ہی استعمال کرائی صرف ترکیبیں بدل بدل دیتے تھے اس سے سب عوارض جاتے رہے۔ یہ بڑی مہارت کی بات ہے۔ بعضے اناڑی ہر شکایت کے لیے ایک ایک دوا تجویز کرتے چلے

جاتے ہیں پھر وہ نسخہ کیا ہوگا۔ ہندوستانی دوائی خانہ کی فہرست ہوگی۔

میں نے مکہ معظمہ میں ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ ضیاء القلوب کے کل اشغال اول سے آخر تک کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا وہ سبق ہیں کہ آج وہ پڑھ لو۔ کل وہ پڑھ لو' پرسوں وہ پڑھ لو۔

ملفوظ (۲۴۸) صحت وحیات کی حفاظت کی اہمیت

احقر نے عرض کیا کہ بعد نماز فجر مجھ پر نیند کا بہت غلبہ ہوتا ہے فرمایا کہ نیند کا علاج ہے سو رہنا۔ سو رہا کیجئے عرض کیا کہ اس وقت سب اپنے اپنے کام میں مشغول اور پڑھتے پڑھاتے ہیں فرمایا آپ پڑتے پڑاتے رہیں صرف (ھ) کا فرق ہے۔

پھر فرمایا کہ جس آرام کی اجازت دی ہے اس کو ضرور کرنا چاہئے صرف یہ خیال رکھے کہ انہماک نہ ہونے پاوے باقی اپنے اوپر سختی اور تعب نہ ڈالے اس سے بعضے لوگ مرض میں مبتلا ہوگئے ہیں بعضے مجنون ہوگئے۔

بعضے مرگئے صحت وحیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہئے یہ وہ چیز ہے کہ پھر کہاں میسر۔

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں ؂

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت

کنار آب رکنا باد گلگشت مصلی را

میں نے اس کی توجیہہ یہی کی ہے کہ اعمال جن سے درجات بڑھتے ہیں جنت میں کہاں میسر ہوں گے یہ اس زندگی میں ہو سکتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آیا آپ کو یہ زیادہ پسند ہے کہ آپ بچپن میں انتقال کر جاتے اور جنت یقیناً ملتی یا یہ پسند ہے کہ بالغ ہو کر خطرہ میں پڑے فرمایا کہ بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے۔ اگر بچپن میں انتقال ہو جاتا تو اس وقت معرفت تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی نہ ہوتی۔ اب گو خطرہ میں ہیں لیکن معرفت تو حق تعالیٰ کی نصیب ہوئی آگے جو محبوب کی مرضی ہو۔ واقعی یہ زندگی بڑی قدر کی چیز ہے۔ ؂

عمر عزیز لائق سوز وگداز نیست

این رشتہ رامسوز کہ چندیں دراز نیست

اسی واسطے میرے نزدیک صحت کی حفاظت نہایت ضروری چیز ہے میں کہتا ہوں چاہے توفیق اعمال نافلہ کی بھی نہ ہو لیکن جب راحت اور آرام میں رہے گا تو محبت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوگی۔ انسان عبد احسان ہے۔ جب مشاہدہ کرے گا کہ مجھے چین دیا۔ آرام دیا ضرور کشش پیدا ہوگی۔ ویسے اگر کوئی ناشکر اور شریر النفس ہی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اگر ذرا بھی بھلا مانس ہوگا اور اس میں ذرا بھی شائستگی ہوگی تو گو اعمال زائد کی توفیق نہ ہو لیکن اس سے تو ضرور متاثر ہوگا کہ مجھے صحت دی چین آرام دیا۔

ملفوظ (۲۴۹) آجکل ہادی پر اعتماد نہیں

ایک خط میں ہجوم وساوس وخیالات کی شکایت تھی احقر نے عرض کیا کہ یہ خیال بھی بڑے پریشان کرنے والے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ جہاں اور خیالات آتے ہیں وہاں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ یہ سب خیال ہیں۔ پھر فرمایا کہ بات یہ ہے کہ آج کل ہادی پر اعتماد نہیں رہا۔ بدوں وثوق کے کوئی کام دنیا کا بھی تو نہیں ہو سکتا ہر بات کو سمجھ کر کرنا چاہے تو مشکل پڑ جاوے۔

توحید ورسالت تو سمجھنے کی چیز ہے باقی اور امور میں آنکھ بند کر کے اس شخص کے پیچھے ہولے جس کو محقق سمجھے۔ اول تقلید ہی ضروری ہے پھر تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ اگر کسی لڑکے کو الف 'ب' ت پڑھائی جاوے اور وہ پوچھنے لگے کہ میں اس کو الف کیسے سمجھ لوں اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے یہ ب نہیں ہے تو بس وہ پڑھ چکا اس کو چاہئے کہ وہ استاد کی تقلید کرے جو وہ کہے اس کو مان لے پھر اس کو سب حروف کے فرق خود ہی معلوم ہو جائیں گے بعد کو اگر اس کو کوئی لاکھ دھوکہ دینا چاہے کہ نہیں یہ جیم نہیں ہے الف ہے تو وہ ہرگز دھوکہ میں نہیں آسکتا۔

آج یہ تحقیق کا درجہ اس کو اسی کی بدولت حاصل ہوا ہے کہ شروع میں استاد کی تقلید کی تھی۔ ایک میرے عزیز جو کہ طبیب بھی تھے مریض ہوئے اپنے معالج طبیب کے ہر نسخہ میں وہ اصلاح دیتے تھے۔ طبیب نے کہا کہ یہ اچھے نہیں ہو سکتے یہ مر جائیں گے۔ مریض چاہے فن دان بھی ہو لیکن اپنے علاج میں دخل نہ دے۔ یہی حال اس طریق میں ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں کو زیادہ بوجھ کا بھی تحمل ہو جاتا ہے اور اگر بالکل

بوجھ نہ رکھا جاوے تو وہ بھی گوارا لیکن تھوڑے بوجھ کا تحمل نہیں مثلاً اگر مہینہ بھر کا مجاہدہ بتلا دیا جاوے کہ ایک وقت کھانا کھانا اور رات کو کم سونا اور بہت سے وظیفے بتلا دیئے جائیں تو یہ سب منظور۔ اور اگر کچھ بھی نہ بتلایا جاوے تو اس پر بھی راضی۔ لیکن اگر تھوڑا بتلایا جاوے تو منظور نہیں۔ عجب نفس کی شرارتیں ہیں۔

ہمارے ساتھ جہاز میں ایک درویش تھے وہ کبھی تو فاقہ کرتے اور کبھی بے حد کھاتے تھے۔ ان پر اعتراض کیا گیا تو کہا کہ نفس شریر ہے اس کی مخالفت کرنا چاہئے اور اس کو تنگ کرنا چاہئے۔ سو ایک طریقہ تنگ کرنے کا کم کھانا ہے اور ایک طریقہ بہت زیادہ کھانا جس میں وہ پریشان ہو جاوے اس لئے اس کو بہت زیادہ کھلاتا ہوں کہ خوب تنگ ہو۔

پھر فرمایا کہ نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی خاص چیز ہو جس میں امتیاز حاصل ہو شریعت کو تو سمجھتے ہیں کہ یہ عام چیز ہے۔ ایسے عام سے اگر احتراز ہے تو ایسی جگہ رہیں جہاں ہوا نہ ہو۔ کیونکہ ہوا تو بھنگی چمار سب کے لیے عام ہے۔ تصوف میں بھی لوگ چاہتے ہیں کہ ایک خاص چیز ہو جس میں امتیاز ہو۔ حالانکہ عام چیز ہی زیادہ نافع ہوا کرتی ہے۔ جو چیز زیادہ نافع ہوتی ہے وہ عام ہوتی ہے۔ عام ہونا دلیل زیادہ نافع ہونے کی ہے۔ تصوف میں اچھے لوگ بھی امتیازات کو چاہتے ہیں۔ جس سے درجے بڑھیں۔ ہم تو خدا دل سے کہتے ہیں کہ اللہ عذاب سے بچا لے چاہے جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ دیدے اور وہ بھی استحقاق کی رو سے نہیں۔ بلکہ اس لیے کہ عذاب کا تحمل نہیں۔

حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے فرمایا کہ بھائی تمہارے بڑے حوصلے ہیں۔ ہم تو حضورؐ کے گنبد شریف کی زیارت کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ حضورؐ کی تو بڑی شان ہے ہمیں تو گنبد شریف ہی کی زیارت بہت غنیمت ہے ہمارا تو اس سے زیادہ کی طرف خیال بھی نہیں جاتا تم بڑے لوگ ہو جو حضورؐ کی زیارت کی تمنا ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عجیب و غریب بات ہے کیوں آدمی اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھے۔ بعض صحابہؓ کی عمر بھر گزر گئی آنکھ بھر کر حضورؐ کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھا ان سے حلیہ شریف پوچھا گیا تو کہا کہ ہم نے تو عمر بھر کبھی آنکھ بھر کر حضورؐ کو نہیں دیکھا ۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم

گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

اگر خود حضورؐ اپنی زیارت کسی کو کروادیں تو حضورؐ کی عنایت ہے ورنہ ہم اس قابل کہاں۔

خود بخود آں شہ ابرار بہ بر می آید
نہ بزور ونہ بزاری نہ بزری آید

پھر فرمایا کہ اس کا مصرعہ اول تو یہ تھا۔

خود بخود آں بت عیار بہ بر می آید

لیکن بت عیار کہنے کی شریعت سے اجازت نہیں گستاخی ہے اس لئے میں نے "شہ ابرار" کردیا۔ اسی طرح بہت سے اشعار میں میں نے تصرف کئے مثلاً۔

فارغ از دغدغہ جیب وگریباں کردی
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی

اس میں جیب وگریباں کے بجائے گبرو مسلماں تھا۔

ملفوظ (۲۵۰) خیالات کفریہ کی اصلاح

ایک خط میں تحریر تھا کہ وساوس وخیالات کفریہ کا سخت ہجوم ہے۔ کلام مجید میں اللہ کا لفظ جب آتا ہے تو قلب میں کراہت پیدا ہوتی ہے فرمایا کہ یہ کراہیت لفظ اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ لفظ اللہ سن کر وساوس کا ہجوم ہوتا ہے اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ پر نعوذباللہ کراہیت ہوئی حالانکہ ایسا نہیں بے فکر رہیں۔

ملفوظ (۲۵۱) قرأت کا خبط

فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نہایت جامع بزرگ تھے۔ محدث بھی مفسر بھی صوفی بھی قاری بھی۔ ایک بار حضرت حبیب عجمی شب کو نفل نماز پڑھ رہے تھے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ادھر کو گزرے خیال ہوا کہ ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ پھر ان کا قرآن سن کر ان کی اقتداء نہیں کی۔ کیونکہ وہ عجمی تھے رات کو خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت کی عرض کی۔

دلني على عمل يقربني اليك. جواب ملا

الصلوة خلف الحبيب العجمی

قاریوں کو بڑا ناز ہو جاتا ہے۔ ایک خبطی نے اشتہار دیا تھا کہ جو تجوید سے نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ ظالم نے ساری امت محمدیہ کو بے نمازی ٹھہرایا خبط ہے حدیث شریف میں ہے اقرؤا فکل حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ایک قوم پیدا ہوگی۔ جو قرآن اینٹھ مروڑ کر پڑھیں گے۔ مگر ان کے حلق کے نیچے بھی نہ اترے گا حروف کی تصحیح تو ضروری باقی غلو ہے۔ دوسرے کو سمجھے کہ نماز ہی نہیں ہوتی بڑی زیادتی ہے۔ صحابہ میں عربی عجمی سبھی تھے۔ بعض بعض فقہاء نے بھی اس باب میں کسی قدر غلو کیا ہے۔ اکثر متاخرین نے میری رائے میں ٹھیک کیا کہ عموم بلوے کا اعتبار کیا۔ میں تو ہمیشہ سے یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ مجتہد فیہ میں عموم بلوی کا اعتبار ہونا چاہیئے قرأت میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ قاری عبداللہ صاحب بڑے ماہر ہیں ان کی بھی یہی رائے۔ ہے نماز ہو جاتی ہے عالم کے منہ سے بلا تجوید اچھا تو نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن اس کی بزرگی میں اور نماز میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا۔

ملفوظ (۲۵۲) آجکل کا خبط

فرمایا کہ آج کل یہ بھی خبط ہے کہ صاحب ہمارا منہ دعا کے قابل نہیں۔ ایک صاحب نے مجھ سے یہی کہا۔ میں نے کہا تم نماز پڑھتے ہو کلمہ پڑھتے ہو کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ جب تم نماز کے قابل روزہ کے قابل کلمہ کے قابل تو دعا کے قابل کیوں نہیں یہ سب شیطان کی رہزنیاں ہیں وہ دعا سے محروم رکھنا چاہتا ہے اور نفس کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے ہر چیز کا ایک بہانہ نکالتا ہے۔

ملفوظ (۲۵۳) دوسرے کے لئے دعا

حدیث شریف میں ہے کہ اپنی دعا سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان کی دعا اس کے حق میں قبول ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۵۴) حلاوت ذکر اللہ

فرمایا کہ توکل شاہ صاحب مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند سے فرماتے تھے کہ مولوی جی جب ذکر اللہ کرتا ہوں تو اللہ کی قسم منہ میٹھا ہو جاوے ہے سچ مچ میٹھا میٹھا ہو جاوے ہے جیسے مٹھائی کھا کر پھر فرمایا۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام
شیر وشکری شود جانم تمام

ہمارے حضرت کے خادموں میں سے بھی ایک صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ذکر کے وقت میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے حضرت نے تحریر فرمایا کہ حلاوت مغویہ کا حلاوت حسیہ ہو جانا علامت ہے سرایت الذکر فی الذکر کی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی لسانی نوراً وفی لحمی نور وفی دمی نورا الخ**۔

ملفوظ (۲۵۵) بہت مبصر شیخ کامل کی ضرورت

فرمایا کہ ایک دوست بہت ڈرتے ڈرتے کہتے تھے کہ مجھے یہ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اللہ میاں اس پر خفا نہ ہوں کہ تو اتنا متقی کیوں تھا پھر فرمایا حال بھی عجیب چیز ہے بعض وقت رخصت سے گزر کر عزیمت پر عمل کرنے سے دعویٰ کی صورت ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا ہے عجیب نازک رستہ ہے بعض دفعہ جب اس رستہ میں غلط ہوتی ہے تو کفر سے ادھر نہیں رکتا۔ بہت ہی نازک طریق ہے اس لئے بہت مبصر شیخ کامل کی ضرورت ہے اور اس شیخ کو بھی خود تنبیہ علی الاغلاط کی ضرورت ہے اگر کوئی زندہ بزرگ متنبہ کرنے والا نہ ہو خود اللہ تعالیٰ تربیت فرماتے ہیں اور جس شخص کو وسائط میسر ہوں وہاں عادت اللہ یہ ہے کہ وسائط سے تربیت فرماتے ہیں ہاں جب خود مستقل ہو جاوے تو اس کی حق تعالیٰ خود تربیت فرمانے لگتے ہیں۔

ملفوظ (۲۵۶) ایک بزرگ کا ارشاد

فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہماری مثال نے کی سی ہے کہ جب اس میں مٹی وغیرہ ٹھونس دیتے ہیں تو آواز بند ہو جاتی ہے اور جب خالی ہوتی ہے تو خوب اچھی اچھی طرح آوازیں نکلتی ہیں اسی طرح جب ہمارا معدہ خالی ہوتا ہے تو خوب اچھی اچھی آوازیں نکلتی ہیں اور جہاں معدہ بھرا اور سب بند ہوئیں۔

ملفوظ (۲۵۷) دھن کی ضرورت

فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول حق بیٹھے ہوء تھے ایک کتا سامنے سے گزرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔ بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجیب برکت ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانے لگا۔ اس کا نام انھوں نے کلوار کھا تھا ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن تک نہیں آیا۔ بزرگ رقیق القلب ہوتے ہی ہیں اس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا دریافت فرمایا کہ کلوا کئی دن سے نہیں آیا انھوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کر لیا تھا لیکن مریدین معتقدین اس کی تحقیقات اور تلاش کے در پے ہو گئے دیکھا کہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے ان لوگوں نے آکر یہی کہہ دیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے جب وہ کتا آیا تو ان بزرگ نے اس سے کہا کہ کیوں میاں تم بڑے نالائق ہو ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر بھی کتیا کے پیچھے پھرتے ہو یہ سن کر وہ کتا فوراً وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ ایک موری میں سر دیے ہوئے مرا پڑا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے ہاں دھن ہونی چاہیئے چاہے تھوڑی ہی ہو۔ اصحاب کہف کی برکت سے ان کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں اس کا ذکر فرمادیا جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہوئی تو ہم پر عنایت کیوں نہ ہوگی۔

۱۵/ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یوم پنجشبہ

ملفوظ (۲۵۷) عملیات میں دارومدار انشراح کلب پر ہے

ایک صاحب نے آسیب کا تعویذ مانگا تھا فرمایا کہ ہم لوگ ان باتوں کو نہ جانیں نہ پوچھیں خون کا تعویذ بھی ہم سے مانگا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک صاحب عشاء کے بعد آئے کچھ

کام باقی رہ گیا تھا اس کو سہ دری میں بیٹھا ہوا کر رہا تھا۔ تعویذ مانگے۔ پانی پڑھوایا۔ عشاء کے بعد چونکہ آرام کا وقت ہوتا ہے کبھی ضروری کام کرنے کے لیے بیٹھ جاتا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کوئی میرے سامنے نہ آوے وہ وقت ملنے یا کچھ کہنے سننے کا نہیں ہوتا مگر ان کا سب کام کیا سب کام کر کے برا بھلا بھی کہا۔ تاکہ میرا بھی تو جی ٹھنڈا ہو۔ بڑی بے دلی سے ان کا کام کیا حالانکہ عملیات میں دارومدار ہے بشاشت وانشراح قلب پر۔ اگر بد دلی سے کیا بھی جاوے جو کبھی بھی اثر ہو۔

ملفوظ (۲۵۹) بے جابرائی

فرمایا کہ بعض مطبعوں میں جو غلط کتابیں چھپ گئی ہیں ان کی بابت بھی ایک صاحب نے مجھ کو برا بھلا لکھا ہے کہ تم ذمہ دار ہو۔

ملفوظ (۲۶۰) ہر شخص ایک نئی شاخ لگاتا ہے

ایک صاحب نے جواب کے لیے لفافہ میں صرف ایک پیسہ کا ٹکٹ رکھ دیا تاکہ سادہ کارڈ پر چسپاں کر کے جواب بھیجا جاوے۔ باوجود تلاش کے سادہ کارڈ دستیاب نہ ہو سکا فرمایا کہ اب میں سادہ کارڈ کہاں سے لاؤں ہر شخص ایک نئی شاخ لگاتا ہے۔ کارڈ موڑ کر رکھ سکتے تھے لوگوں کو یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ یہ صورت پیش آئے گی یہ مجبور کرنا ہے اس وقت خواہ مخواہ کے واسطے مجھے تکلیف ہوئی اب لفافہ پر ایک ہی پیسہ کا ٹکٹ لگا کر بھیجوں گا باقی کو وہ خود بھگتیں۔

ملفوظ (۲۶۱) قلوب کی کجی

پردہ کی آیت کے متعلق کسی صاحب نے ذکر کیا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی مخاطب تو ازواج مطہرات ہیں فرمایا کہ لوگوں میں بڑی کجی ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ایمان محفوظ رکھے اس قدر فتنے ہیں۔ حالانکہ یہ موٹی بات ہے کہ اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہاں تو احتمال فتنہ کا کم تھا جب وہاں انسداد کیا گیا یہاں تو بدرجہ اولیٰ اور زیادہ ضروری ہے پھر اس کا ذکر آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاجامہ کرتہ اچکن بھی تو حضور کے زمانہ میں نہ تھا اسے کیوں پہنتے ہو یہ بھی بدعت ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ تم بھی اس زمانہ میں نہ تھے تم بھی بدعت ہو۔ پھر فرمایا کہ عجب نہیں کچھ زمانہ میں یہ کجی پیدا ہو کہ کلام مجید کے ہم مخاطب ہی

نہیں کیونکہ ہم موجود ہی نہیں تھے پھر نہایت افسوس کے لہجہ میں یہ شعر پڑھا۔

اے بہ سراپردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

بہت ہی آفت برپا ہو رہی ہے خدا رحم کرے مصیبت ہے خود بینی بے حد پھیل گئی ہے لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں۔

ملفوظ (۲۶۲) مٹی کے تیل کا نقصان

فرمایا کہ مٹی کا تیل جلانا مضر بھی ہے خطرناک بھی ہے میری تو آنکھوں میں دیکھتے ہی کھجلی پیدا ہونے لگتی ہے اگر کہیں اس کی شعاعیں پڑتی ہوں تو مجھے نیند نہیں آتی۔ اس قدر تکلیف ہوتی ہے برقی روشنی بھی آنکھوں کو مضر ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یکاد البرق یخطف ابصارھم میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ برقی روشنی آنکھوں کو مضر ہے جو زیادہ تیز روشنی ہوگی وہی آنکھوں کو مضر ہوگی ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صفائی بہت ہوتی ہے ہنس کر فرمایا کہ ایسی صفائی ہے کہ دوسری چیز کی بالکل صفائی کر دیتی ہے۔

ملفوظ (۲۶۳) بعض نئی ایجادوں میں آرام

فرمایا کہ نئی ایجادوں میں بعضی چیزیں بڑی آرام کی ہیں مثلاً دیا سلائی بڑے آرام کی چیز ہے ڈاک ہے تار ہے ریل ہے۔ گو خطرات سے خالی نہیں لیکن بہت مفید ہیں باقی جس چیز کا نام سامان آرائش ہے وہ تو بالکل فضول ہے بخلاف پرانی چیزوں کے مثلاً تانبہ کے برتن ہیں مدتوں کام دیتے تھے اور ٹوٹ کر بھی کار آمد رہتے تھے۔ شیشہ کی چیز ایک دفعہ ہاتھ سے چھوٹ گئی پھر کچھ نہیں جیسے کہ ایک منہیار چوڑیاں لیے جا رہا تھا ایک گنوار نے حسب عادت لکڑی لگا کر پوچھا کہ اس میں کیا ہے منہیار نے کہا کہ اجی بس! ایک دفعہ اور لکڑی لگا دو تو پھر کچھ بھی نہیں۔

ملفوظ (۲۶۴) بدخط مکتوب

کچھ حصہ ایک خط کا پڑھا نہیں گیا بلا جواب واپس فرما کر حاضرین سے فرمایا کہ خط ہمیشہ صاف لکھنا چاہئے میں پڑھانے کے لیے کیا کمیٹی کرتا پھروں۔ ذرا ہاتھ سنبھال کر لکھیں تو صاف

لکھ سکتے ہیں لیکن اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو بعض مرتبہ پتہ ایسا بد خط لکھتے ہیں کہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔

ملفوظ (۲۶۵) اہل تعلق کی ذرا سی بے عنوانی ناگوار ہوتی ہے

کسی نے اپنا قصور بذریعہ خط معاف کرایا حضرت کو یاد بھی نہیں تھا کہ کیا قصور تھا فرمایا کہ یہ بھی اللہ کا شکر ہے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا یاد نہیں رہتا جن سے خصوصیت ہے ان کا تو یاد رہتا ہے اور عجیب بات ہے اللہ کا فضل ہے کہ کوئی بہت خصوصیت کا تعلق رکھنے والا بھی ہو لیکن یوں کہہ دے کہ میں اب وہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا پھر اس کی ایذاء رسانی سے مطلق خیال نہیں ہوتا۔ البتہ جو تعلق رکھنا چاہے اس کی ذرا سی بے عنوانی ناگوار ہوتی ہے کیونکہ دعوی تو محبت کا اور معاملہ غیر اہل محبت کا بس میرے ہاتھ میں ایک سزا ہے کہ اگر کسی نے کسی زمانہ میں دل دکھایا ہے تو اس کو بیعت نہیں کرتا کہہ دیتا ہوں کہ اللہ کا نام پوچھو بیعت کے لئے ضروری ہے دل ملنا بلا اس کے بیعت کا کچھ نفع نہیں البتہ خدمت تعلیم بلا غبار کرنے کے لیے ہر شخص کے واسطے تیار ہوں۔

ملفوظ (۲۶۶) تہذیب یا تعذیب

فرمایا کہ تہذیب جدید تعذیب حدید (لوہا) ہے اس تہذیب جدید سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ اسلامی تہذیب نہیں۔

ملفوظ (۲۶۷) دولت باطن نسب کے ساتھ مخصوص نہیں

ایک اسلامی بادشاہ کے زہد کا ذکر کر کے فرمایا کہ دولت باطنی جس کو چاہے حق تعالی دیدے۔ کوئی شاہ صاحبوں ہی کا حصہ تھوڑا ہی ہے۔ بادشاہ صاحب کو بھی مل جائے تو کیا تعجب!

ملفوظ (۲۶۸) فضول تکلیف

ایک صاحب محض تعویذ دعا کے لیے سفر کر کے تشریف لائے حضرت کو ناگوار ہوا فرمایا کہ محض اس کام کے لیے اتنا روپیہ اور اتنا وقت فضول ضائع کیا فضول اس قدر تکلیف اٹھائی تعویذ اور دعا کے لیے خط بھی کافی تھا۔

۲۶ر جمادی الاول ۱۳۴۴ھ یوم جمعہ

ملفوظ (۲۶۹) انسانی نسیان

عرض کیا گیا کہ درد شکم کی احقر کو اس قدر تکلیف تھی لیکن اب یاد بھی نہیں رہا۔ بلکہ خیال کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی زیادہ تکلیف نہ تھی فرمایا یہ تو مرض ہے انسان تو ایسا بھولنے والا ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر کافر کہیں گے کہ یا اللہ! اگر ہم دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم دنیا میں بھیج دیں تو پھر وہ ویسی ہی شرارتیں کریں یہ تو اس وقت ہے جب حالت مرض کی توبہ یاد نہ رکھے اور اگر وہ یاد رہے تو پھر ایسی تکلیف کو بھول جانا خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ پریشانی کے خیال سے بھی پریشانی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بچالیا۔

ملفوظ (۲۷۰) الٹا معاملہ

ایک صاحب نے کوئی طبی نسخہ باصرار طلب کیا حضرت نے فرمایا کہ میں طبیب نہیں کچھ لیکن پھر بھی لوگ نہیں مانتے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ مدعی خود کمال کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسرے لوگ نفی کیا کرتے ہیں اور یہاں الٹا معاملہ ہے۔ میں اپنے سے کمالات کی نفی کرتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سب کچھ ہو۔

ملفوظ (۲۷۱) جائے نماز کے نقش و نگار

ایک صاحب نے جاء نماز مسجد کے لیے بنوانا چاہا اور پیمائش طلب کی تحریر فرمادیا کہ اتنا روپیہ کسی اور نیک کام میں لگادیا جاوے تو زیادہ ثواب ہوگا۔ پھر فرمایا کہ چٹائی اور ٹاٹ مسجد میں کافی ہے۔ آج تک واقعی کوئی مصلحت میری سمجھ میں دری یا کپڑے کی جاء نماز میں نہیں آتی۔ میں تو فضول ہی سمجھتا ہوں یہ سب امراء کا تکلف ہے۔ کیا بتلاؤں ہے تو سخت بات لیکن مجھے تو اس میں بھی شبہ ہے کہ اس میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ ہنس کر فرمایا کہ ایسی دری دری نہیں ہے بلکہ ایک در ہے جو اکثر بیچ میں آجاتا ہے اللہ میاں کے اور بندہ کے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مضبوط ہوتی ہے فرمایا کہ جب انسان خود ہی مضبوط نہیں تو اس کی چیز ہی کیوں مضبوط ہو۔ میں تو دری کی

جاء نماز کے خانے نماز کی حالت میں

گنا کرتا ہوں ایسے نقش و نگار سے قلب ضرور مشغول ہوتا ہے میں تو پھولدار کپڑے بھی پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمد للہ میں اپنے ابتلاء کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیۃً آئی آپؐ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری سادہ چادر منگوائی اور اس کو علیحدہ کر دیا اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش و نگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے نبی ہو کر آپ کو مشغول کا احتمال ہوا تو آج ہم میں ایسا کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ہمارا قلب نقش و نگار میں مشغول نہیں ہو سکتا کپڑوں پر تو نقش و نگار کیا پسند ہوتے جو محققین ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش و نگار ہونا چاہیے نقش و نگار قلب کے وہ ہیں جن کا نام مواجید و احوال ہے۔ قلب ان سب قصوں سے خالی علی الاطلاق ہونا چاہیے۔ بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیے مبتدیوں کو مواجید واحوال سے بہت رغبت ہوتی ہے محققین کو ان سے نفرت ہوتی ہے لیکن یہ خود ایک حال ہے بیان کرنے سے تھوڑا ہی سمجھ میں آسکتا ہے بلا پیش آئے یہ سمجھ میں نہیں آسکتا پھر فرمایا کہ مولاناؒ فرماتے ہیں ۔

دل کہ اوبستہ غم و خندیدن ست
تو بگو کے لائق آں دیدن ست
عاشقی زیں ہر دو حالت برترست
ایں نہ آں عشق است کز خشک و ترست

پھر فرمایا کہ نئی سی بات ہے اس لئے جی خوش بھی ہوا کہ مولانا کا ارشاد اپنی تائید میں یاد آگیا پھر احقر نے ایک اور شعر حضرت مولانا کا پڑھا جو حضرت نے احقر کو معہ مذکورہ بالا اشعار کی تحریر فرمایا تھا وہ یہ ہے ۔

باغ سبز عشق کو بے منتہا ست
جز غم و شادی درو بس میوہ ہاست

چونکہ احقر اکثر وساوس کی شکایت حضرت سے کیا کرتا ہے اس لئے اس شعر کو سن کر حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ آپ کے پاس یہ شیر ہیں پھر بھیڑیوں سے ڈرتے ہیں۔

ملفوظ (۲۷۲) باطنی بے ادبی کی باطنی سزا

فرمایا کہ عوارف میں لکھا ہے کہ اگر باطنی بے ادبی ہوتی ہے تو اس کی باطنی سزا ملتی ہے خواہ دیر میں ملے چنانچہ ایک بزرگ کے کسی خادم نے کسی امرد غلام کو نظر بد سے دیکھ لیا تھا۔ ان کے شیخ نے فرمایا کہ اس کی سزا ملے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ وہ کلام مجید بھول گئے پھر فرمایا کہ یہ ہیں ادب کی باتیں نہ یہ کہ پچھلے پیر ہٹ گئے۔

ملفوظ (۲۷۳) تعویز لکھنے میں دشواری

استفسار پر فرمایا کہ ذاکر شاغل کو تعویذوں کا استعمال جائز تو ہے لیکن توکل کے خلاف ہے حدیث شریف میں ہے لایسترخون و علیٰ ربھم یتوکلون اس میں اثر کدورت کا زیادہ ہے دوا کے اندر نہیں بات یہ ہے کہ دوا کو دنیا سمجھتے ہیں تعویذ کو دین پھر دوا سے زیادہ تعویذ پر اتکال ہوتا ہے لوگ تعویذ لکھواتے ہیں لکھ دیتا ہوں مگر میرا جی نہیں چاہتا اور یوں لکھنے کو لکھ دیتا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے بہت ہی تکلیف پہنچائی۔ لکھنے میں ہاتھ تو آگے کو چلتا ہے قلب پیچھے کو ہٹتا ہے بڑی کشاکشی سے تعویذ لکھتا ہوں دلجوئی کے لئے لکھ دیتا ہوں ہنس کر فرمایا اور جہاں دلشوئی ہوئی ہے وہاں صاف انکار۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ خاص تعویذ ہی درخواست نہ کرے بلکہ اختیار دیدے کہ چاہے تعویذ لکھ دیجئے چاہے دعا کر دیجئے فرمایا کہ جب ایک شخص کا مذاق معلوم ہو گیا کہ فلاں چیز اچھی نہیں لگتی پھر یہ کیوں کہے کہ اگر اچھی لگے تو کھالو یہ احتمال ہی کیوں کرے کہ اس کو اچھی لگے گی یہ بھی ایک رسم ہو گئی ہے آج کل اکثر چندہ میں بھی فہرست پیش کر کے لکھ دیتے ہیں کہ اگر گراں نہ ہو تو دے دیجئے کون سا ایسا شریف ہے جو کہہ دے گا کہ صاحب مجھے گراں ہے کوئی شاذ و نادر ہو گا ایسا جو کہہ دے سو میں ایک دو۔

پھر فرمایا کہ موٹی بات ہے جس سے دین کا علاقہ ہو اس سے دنیا کا کام لینا ہی نہیں چاہیے عرض کیا گیا کہ حاجات کے لئے وظیفے پوچھنا بھی عمل ہے فرمایا کہ جی ہاں وظیفے بھی عمل ہیں بس دعا کے لئے کہئے اور خود بھی دعا کرنا چاہیے وہ اگر خود پڑھنے کو بتلا دے تو اس کو پڑھ لیا کرے پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم تھے جو شیعہ سے سنی ہو گئے تھے انہوں نے

اپنا خواب حضرت حاجی صاحب سے بیان کیا کہ گویا میں مسجد میں قضائے حاجت کر رہا ہوں فرمایا کہ تم کوئی عمل دنیا کے لئے مسجد میں بیٹھ کر کرتے ہو اس سے مسجد ملوث ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۷۴) طلب مضامین میں راحت کا خیال

فرمایا کہ بعض ماہواری پرچے والے بہت تنگ وقت پر مضمون طلب کرتے ہیں کم از کم ایک ہفتہ پیشتر تو ہو کچھ گنجائش تو ہو مجھ کو مجھ کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۷۵) تربیت میں سلیقے کی ضرورت

ایک طالب علم جو مدرسہ امداد العلوم میں پڑھتے تھے وہ شروع شروع میں بہت صوفی منش گوشہ نشین تھے بعد کو اختلاط شروع کیا اور چونکہ اختلاط حضرت کے یہاں سخت ممنوع ہے یہاں تک نوبت پہنچی کہ نکال دیئے گئے پھر وہ داخل ہونے کے لئے حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ چھ مہینے تک اپنے خرچ سے رہو تاکہ امتحان کر لیا جاوے اگر قابل اطمینان حالت پائی گئی تو مثل اور طالب علموں کے مدرسہ سے خرچ ملنے لگے گا کسی نے سفارش کی کہ ان کے والد کو ترک تعلیم سے بہت صدمہ ہے ہنس کر فرمایا کہ ان کے باپ کو بہت صدمہ ہے اس لئے کہ فرط شفقت سے وہ ان کے حق میں صدماں (یعنی ۱۰۰ امان) ہیں کسی نے ان کے شروع کے گوشہ نشین اور محنتی ہونے کی تعریف کی تو فرمایا کہ ایک گھوڑے میں یہ عیب تھا کہ جب لید کرتا تو مڑ کر اس کو سونگھتا تب آگے چلتا ایک دفعہ مالک اس پر جاتا تھا راستہ میں ایک سوار ملا اس نے گھوڑے کا یہ عیب دیکھا کہا کہ میں اس کو ٹھیک کروں گا چنانچہ جب اس نے لید کر کے سونگھنا چاہا ایک چابک زور سے اس کے منہ پر لگایا اسی طرح جب مڑنے لگتا تبھی چابک پڑتا بالآخر چابک کے ڈر سے اس نے مڑنا چھوڑ دیا اور دس بارہ میل تک بلا لید سونگھے چلتا رہا بہت جلد مسافت طے ہو گئی پھر راستہ پھٹنے لگا تو مسافر رخصت ہوا مالک اس کا بڑا شکر گذار ہوا کہ میرے گھوڑے کی اصلاح ہو گئی جب مسافر سوار دوسرے راستہ پر ہو لیا تو گھوڑے نے کن انکھیوں سے دیکھا جب نظر سے غائب ہو گیا تو گھوڑا لوٹا اور بارہ میل تک جس جس جگہ لید کی تھی سب جگہ سونگھ کر تب واپس آیا مالک بیچارے کو دوہری مسافت طے کرنی پڑی۔

اسی طرح یک لخت سب عیب چھڑانا چاہتے ہیں حالانکہ بتدریج اصلاح کرنی چاہئے

ورنہ جب اس کو ذرا موقعہ ملتا ہے پھر سب شرارتوں کی قضا کرتا ہے البتہ معصیت کے ترک میں تدریج سے کام نہ لیا جاوے اس لئے تربیت کے لئے بہت سلیقہ کی ضرورت ہے نہ زیادہ سختی ہو نہ زیادہ نرمی ہو بہت ہی سلیقہ کی ضرورت ہے۔ تربیت ہے بڑی مشکل چیز بعضے ارمان محض میں رہ جانا اخیر میں رنگ لاتا ہے پھر ہنس کر ان طالب علم کی سفارش کرنے والے سے فرمایا کہ مدرسہ میں جب جی چاہے آجائیں گھر ہے لیکن کوئی اور سونگھنی رہ گئی ہو تو اسے بھی سونگھ لیں نہیں تو پھر کہیں لوٹیں چھ مہینہ کا امتحان ہے چھ ہی حرف امتحان میں ہیں فی حرف ایک مہینہ :

ملفوظ (۲۷۶) جن کو نفع نہ پہنچا سکوان سے لینے میں شرم

ایک اہل کار پولیس جو پیشتر یہاں متعین تھے حاضر ہوئے اور ظاہر کیا کہ محض ملاقات کے لئے یہاں آیا ہوں بعد کو بوقت رخصت کچھ تعویذ وغیرہ کے لئے درخواست کی چلتے وقت دو روپیہ نذر کئے حضرت نے بعد اصرار کے بمشکل ایک روپیہ لیا اور فرمایا کہ آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہو بعد چلے جانے کے فرمایا کہ جن صاحبوں کو نفع نہ پہنچا سکوں ان سے لیتے بہت شرم معلوم ہوتی ہے اور نفع میں اس کو سمجھتا ہوں کہ دین کا نفع ہو تعویذ وغیرہ نہیں مگر بعض جگہ یہ مصیبت ہوتی ہے کہ ہمیں حقیر سمجھا ہمیں حرام خور سمجھا مجبور ہونا پڑتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مجلس آراستہ کرنے سے بڑا تکلف اور حرج ہوتا ہے اگر آتے ہی اپنا مطلب ظاہر کر دیں تو طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اگر محض ملاقات کے لئے آنا شروع میں ظاہر کیا جاتا ہے تو باستثناء مواقع بے تکلفی کے بڑا بوجھ ہوتا ہے احسان سا ہوتا ہے اپنے کام کسی قدر چھوڑنے پڑتے ہیں پھر جب وہ بات غلط نکلتی ہے تو اپنے کاموں کے حرج کا اور طبیعت کے گراں بار ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔

ملفوظ (۲۷۷) جو چیز جہاں سے اٹھائی جائے

کسی چیز کو حضرت نے ایک خاص جگہ رکھا تھا اٹھانے والے نے دوسری جگہ رکھ دی ڈھونڈنے میں دقت ہوئی فرمایا میرے اصول میں ہے جو چیز جہاں سے اٹھائے وہیں رکھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی کرتا ہے۔ دیکھئے یہ پریشانی ہوتی ہے گو تھوڑی ہی پریشانی ہو لیکن کیوں کسی مسلمانوں کو دوسرے کے فعل سے پریشانی ہو یہ کیا مشکل ہے کہ جو چیز جہاں سے

اٹھاؤ وہیں رکھ دو۔

۲۷ جمادی الاول ۵۰ھ یوم شنبہ

ملفوظ (۲۷۸) قبل از فجر میں سفر شروع کرنے میں حکمت

جھنجھانہ کا بہلی کا سفر تھا نماز فجر سے اس قدر قبل روانہ ہوئے تھے کہ ۳ میل پر جا کر نماز فجر ادا کی۔ فرمایا کہ نماز فجر باہر چل کر پڑھنے سے وقت میں بہت برکت ہو جاتی ہے میرا معمول ہے کہ قبل فجر روانہ ہوتا ہوں ٹھنڈا وقت بھی ہوتا ہے۔ ورنہ فجر کے بعد چلنے میں مصافحہ اور ملنے ملانے میں بہت وقت یونہی گذر جاتا ہے کہیں کوئی چیز یاد آگئی اسے لینے چلے گئے کہیں کوئی اور کام یاد آگیا۔

ملفوظ (۲۷۹) امراء سے از خود تعلق نہیں پیدا کرنا چاہیے

فرمایا کہ علماء کو اموال کے لینے میں بہت احتیاط چاہئے آج کل اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اس باب میں بہت تسامح ہے۔ اس کا ضرر بہت زیادہ ہے دین کی سخت بے وقعتی اور ذلت ہوتی ہے۔ امراء کی طرف اگر خود التفات کیا جاوے خواہ کیسے ہی خلوص سے ہو۔ لیکن ان کو بھی گمان ہوتا ہے کہ ان کی کچھ غرض ہے بر خلاف غرباء کے ان سے ذرا شیریں کلامی کی جاوے تو پانی پانی ہو جاتے ہیں نثار ہونے لگتے ہیں دین کی وقعت کے محفوظ رکھنے کے لئے میں امراء سے از خود کبھی تعلق نہیں پیدا کرتا۔ ہاں وہ خود ہی تعلق پیدا کرنا چاہیں تو اباء بھی نہیں کرتا۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کرتے تھے کہ جب امیر تمہارے پاس دین کی وجہ سے آیا تو وہ نرا امیر نہیں رہا وہ نعم الامیر ہو گیا۔ دنیادار سمجھ کر اس سے ہرگز بے التفاتی نہیں کرنی چاہیے۔

ملفوظ (۲۸۰) حصول نفع کے لئے محبت اور اتباع کافی ہے

فرمایا کہ نئے آنے والوں کے سامنے میں کبھی قصداً بھی نفل بیٹھ کر پڑھنے لگتا ہوں اور بچوں سے خوب ہنستا بولتا ہوں۔ غرض ہر طرح بے تکلفی کے ساتھ ان کے سامنے رہتا ہوں تاکہ ان کو میرا کچا چٹھا معلوم ہو جاوے اور دھوکہ نہ ہو اول ہی دن اپنے سب اترے پترے کھول دیتا ہوں یہ نہ ہو کہ وہ تو کچھ سمجھ کر مجھ سے رجوع کرے اور بعد میں کچھ اور ثابت ہوں اسی واسطے

قبل بیعت میں کچھ دن قیام کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جو جو وسوسے عمر بھر میں آنے والے ہوں وہ سب ایک دم آجائیں اور ختم بھی ہو جائیں اس کے بعد بیعت کا لطف بھی ہے ورنہ جب کوئی نئی بات دیکھتا نیا وسوسہ دل میں پیدا ہوتا۔ عمر بھر یہی قصہ رہتا۔ اور کبھی باہم مناسبت پیدا نہ ہوتی اور بلا مناسبت کے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اسی لئے میں سفر میں مرید کرنا پسند نہیں کرتا۔ بیعت میں جلدی کرنا ہرگز مناسب نہیں میں تو کہہ دیتا ہوں کہ معاملہ کی بات ہے آپ میری طرف سے اطمینان کر لیجئے۔ میں آپ کی جانب سے اطمینان کر لوں میں آپ کو کچھ تعلیم کر دوں آپ اس پر کاربند ہوں اگر آپ کچھ نفع محسوس کریں تو مجھ سے رجوع کریں۔ ورنہ مجھ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں اسی طرح میں اپنا اطمینان کر لوں دیکھوں کہ آپ کام میں مشغول ہو گئے یا نہیں اگر میرا اطمینان ہو جائے تو خیر ورنہ میں آپ کو جواب دے دوں دونوں طرف آزادی رہے دوسرے یہ بھی بات ہے کہ آج کل اصل چیز بیعت کو سمجھتے ہیں اور تعلیم کو اس قدر ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ اصل چیز تعلیم ہے گو بیعت کے برکات کا میں منکر نہیں ہوں لیکن دار و مدار نفع کا بیعت پر نہیں نفع کے لئے محبت اور اتباع کافی ہے لوگوں نے اس میں اس قدر غلو کر رکھا ہے کہ اگر میں یوں کہہ دوں کہ تعلیم کچھ نہ کروں گا صرف بیعت کر لوں گا تو ہزاروں مرید بیعت ہونے کے لئے تیار ہو جائیں اور اب میں کہتا ہوں کہ تعلیم کرنے کے لئے تیار ہوں اور یقین بھی دلاتا ہوں کہ نفع میں ذرہ برابر فرق نہ ہوگا۔ اور بیعت نہیں کرتا لیکن اس پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔ میں تو دکھلانا چاہتا ہوں کہ بلا بیعت کے پورا پورا نفع حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ اکثر ایسا ہوا کہ میں نے ذکر شغل بتلا دیا اور اس کو کرتے رہے یہاں تک کہ میرے نزدیک وہ اس قابل ہو گئے کہ ان کو اجازت بیعت لینے کی میں نے دی اس وقت انھوں نے کہا کہ ابھی ہم تو خود بیعت ہوئے ہی نہیں چنانچہ اجازت میں نے پہلے دی اور بیعت بعد کو کیا۔ احقر نے خود ایک ایسے ہی صاحب اجازت کو دیکھا کہ وطن جاتے وقت بمقام کانپور حضرت نے انھیں بیعت کیا حالانکہ کئی ماہ پہلے ان کو اجازت تعلیم و تلقین کی دی جا چکی تھی۔ احقر نے اس فرمانے پر کہ میں نئے آنے والوں کے سامنے قصداً بیٹھ کر نفل پڑھتا ہوں عرض کیا کہ یہ تو "ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید" کے خلاف ہے اس سے تو ان کو دھوکہ ہو سکتا ہے فرمایا کہ اس سے مقصود ان کے فہم کا امتحان لینا بھی ہوتا ہے وہ ترک مستحبات کو کیوں

درویشی کے خلاف سمجھیں یہ ہرگز صحیح معیار نہیں البتہ جو پرانے ملنے والے ہیں ان کے سامنے قصداً کھڑے ہو کر نفلیں پڑھتا ہوں تاکہ وہ لوگ خواہ مخواہ کم ہمتی نہ کریں خود بھی بیٹھ کر ہی نوافل نہ پڑھنے لگیں یہ موقع ہے "ریاء الشیخ خیر من اخلاص لمرید" کا۔

ملفوظ (۲۸۱) تحقیق مولود شریف

بروایت مولوی محمد یحییٰ صاحب سیوہاروی فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مولود شریف کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ بھائی نہ اتنا برا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے کہ جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اس قدر گول جواب ہے کہ عوام نہیں سمجھ سکتے ہر فریق اس جواب کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے حضرت مولانا کھلم کھلا کسی کو برا نہیں کہتے تھے ایسے سوالات کے بہت نرم جواب دیتے تھے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی بالکل صاف صاف کہتے تھے ایک ہی دفعہ میں چاہے ٹھہر دیا جاوے۔ لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے۔ پہلے میں بھی نرم جوابات کو پسند کرتا تھا۔ لیکن اب تجربہ کے بعد مولانا گنگوہیؒ کا طرز نافع ثابت ہوا نرم جواب میں یہ مصلحت سمجھی جاتی ہے کہ مخالف کو وحشت نہ ہو اور وہ ہم میں آجائے تو یہ دراصل ہم میں آنا نہ ہوا ہاں ہم ہی کچھ ادھر چلے گئے وہ ہم میں نہیں آئے پھر فرمایا کہ ایک صاحب سماع درویش حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تعریف سن کر آئے حسب معمول مولانا نے نہایت عزت سے ان کو مہمان بنایا اور سب طالب علموں کو سمجھا دیا کہ خبردار کوئی گفتگو ان کے طریقہ کے خلاف نہ کی جاوے کیونکہ مہمان کی دل شکنی نہیں چاہیے کسی نے اس واقعہ کی خبر حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں کر دی حضرت مولانا نے فرمایا کہ بہت برا کیا بدعتی کا اکرام جائز ہی کہاں ہے اس شخص نے یہ اعتراض حضرت مولانا نانوتویؒ کے پاس پہنچا دیا فرمایا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر مہمان تک کا اکرام فرمایا۔ اس شخص نے اس جواب کو مولانا گنگوہی کی خدمت میں عرض کیا مولانا نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں غلط فہمی اور فساد کا احتمال نہیں بدعتی کے اکرام میں عوام کی غلط فہمی اور فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے اس لئے ناجائز ہے۔ اس جواب کو پھر اس شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پہنچ کر بیان کیا تو مولانا نے اس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ ادھر کی ادھر، ادھر کی ادھر لگاتے پھرتے ہو۔

بیٹھو اپنا کام کرو۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ فلاں جگہ پر مولود شریف ہے تم چلتے ہو تو وہاں پر حضرت مولانا گنگوہی نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں حضرت میں نہیں جاسکتا کیونکہ میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں لوگ سند پکڑیں گے۔ حضرت حاجی صاحب کی شان دیکھئے فرمایا کہ جزاک اللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا اگر اور کوئی پیر ہوتا تو سمجھتا کہ مریدی سے خارج ہو گئے اس سے حضرت حاجی صاحب کا مذاق معلوم ہو سکتا ہے کہ مولود میں نہ جانے کو پسند فرمایا گو پھر خود تشریف لے گئے۔ اس قول اور فعل سے دونوں فریق اپنا اپنا مدعا ثابت کر سکتے ہیں۔ حضرت کا عجیب رنگ تھا۔ تصوف غالب تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنے رنگ کا سمجھتا ہے۔ حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں میری مثال پانی کی سی ہے کہ جس رنگ کی بوتل میں بھر دیا جاوے اس کا وہی رنگ معلوم ہوتا ہے۔ سرخ بوتل میں بھر دیا جاوے تو اس کا رنگ سرخ نظر آتا ہے اور سبز بوتل میں سبز دکھائی دیتا ہے اور خود اس کا دیکھو تو اس کا کوئی بھی رنگ نہیں۔ اس میں ایک اطلاق کی شان ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ اس مضمون پر ہر شخص اپنے رنگ پر سمجھتا ہے۔ ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ہمارے حضرت سے کسی نکاح وغیرہ کا مشورہ لیا تھا۔ یا کچھ شکایت کی تھی کہ آپ نے دخل دے کر معاملہ خراب کر دیا۔ اس پر فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مجھ کو سمجھتے ہیں اور میرے اصلی مذاق کا کسی کو پتہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں تو اکثر اپنی حالت پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

ملفوظ (۲۸۲) ایک ہی جلسہ میں خدا تک رسائی

ایک مراد آباد کے ضعیف العمر صاحب وہاں پر جو وعظ المراد ہوا تھا اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے تابانہ تھانہ بھون کھنچ کر چلے آئے اور مستقل قیام کی نیت ظاہر کی۔ حضرت نے مفصل طور پر بعد طویل جرح قدح کے یہ اچھی طرح ان کے ذہن نشین کر دیا کہ درویشی کی

حقیقت فقط سہولت طاعت ودوام ذکر ہے نہ بے خودی ہے جس کی خواہش ان صاحب نے ظاہر کی تھی نہ کشف وکرامت مہ کیفیات واحوال۔

اور فرمادیا کہ اگر یہاں قیام کا ارادہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ میں شروع میں نہ ذکر شغل تعلیم دوں گا نہ اور کچھ بتلاؤں گا۔ بلکہ اول قرآن شریف صحیح کراؤں گا پھر بہشتی زیور کے سب مسائل پڑھنے کے لئے کہوں گا۔ تاکہ دین کے اوامر و نواہی سے واقفیت حاصل کر کے ان پر عمل در آمد ہو کیونکہ اصل چیز یہی ہے۔ اس سب کے بعد جتنا جتنا مناسب سمجھوں گا ذکر شغل بھی تعلیم کروں گا۔

باقی رہی بیعت اس کا میں وعدہ نہیں کرتا نہ اپنے ذمہ لیتا ہوں اگر مناسبت پیدا ہو گئی تو اس سے بھی انکار نہ ہو گا۔ لیکن اپنی طرف سے آپ کو اس بات پر آمادہ رہنا چاہئے کہ عمر بھر بھی اگر بیعت میں نہ کروں تو آپ کو تقاضا کرنے کا حق نہ ہو گا اور یہ میں یقین دلائے دیتا ہوں کہ نفع میں بیعت کو ذرا بھی دخل نہیں۔

باقی کامیابی یہ حق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے طبیب صرف نسخہ تجویز کر سکتا ہے اس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے طبیب صحت کی میعاد معین نہیں کر سکتا۔ البتہ اتنی امید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں کبھی مایوسی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے چاہے جلدی ہی ہو جاوے باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہئے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہو جاوے تب بھی راضی ہیں اپنے یہاں کا کچا چٹھا میں نے آپ سے بیان کر دیا ہے اب آپ اپنی مصلحت دیکھ لیجئے اور بھی بزرگ موجود ہیں وہاں جو آپ چاہتے ہیں۔ وہ سب حاصل ہو سکتا ہے یعنی آپ کو جاتے ہی بیعت بھی کرلیں گے ذکر شغل بھی بتلا دیں گے کیفیات بھی حاصل ہونے لگیں گی۔

بہتر ہے آپ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سے رائے پور جا کر بیعت ہو جائیں وہ بڑے بزرگ صاحب نسبت شیخ ہیں۔ اس پر ان صاحب نے یہ مصرعہ پڑھا ع

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

اس پر فرمایا کہ جناب شاعری کا موقعہ نہیں معاملہ کی گفتگو ہو رہی ہے صاف بات کہنی چاہیئے۔ جس سے اعتقاد ہو اس کے سامنے شعر نہیں پڑھا کرتے اور چونکہ آپ اصلاح کی غرض سے تشریف لائے ہیں اس لئے میری گستاخیاں معاف فرمایئے گا۔ اگر میں ان باتوں پر جو میرے نزدیک خلاف ہیں آپ کو متنبہ نہ کروں تو یہ خیانت میں داخل ہے اس لئے میں یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ہر بات پر روک ٹوک کروں گا جو آپ کو ناگوار بھی ہوگا۔ اس پر اس صاحب نے فرمایا کہ نہیں مجھ کو ناگوار نہ ہوگا فرمایا یہ نہ فرمایئے ناگوار ضرور ہوتا ہے طبعی بات ہے ابھی آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے جس طرح کی میں روک ٹوک کرتا ہوں وہ ضرور ناگوار ہوگی لیکن اگر اصلاح منظور ہو تو ناگواری ہو۔ لیکن صبر کرنا چاہیئے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ بولتے بہت ہیں جس بات کو آپ سے کچھ تعلق نہیں اس میں بھی دخل دیتے ہیں آپ کو بالکل چپ بیٹھے رہنا ہوگا کوئی گفتگو آپ نہ کر سکیں گے بس جو میں کہا کروں اس کو غور سے سنتے رہا کیجئے۔ ہمہ تن گوش رہیئے زبان کو کام میں نہ لایئے۔ دوسری بات یہ کہ جس کو انسان بزرگ سمجھے اور اس کو شیخ بنانے کا قصد ہو اس کے سامنے تسبیح لے کر نہیں بیٹھنا چاہیئے یہ ادب کے خلاف ہے یہ دعویٰ کی سی صورت ہے۔ اور جب آپ نے اس قصد سے یہاں کا سفر کیا تھا تو ڈاڑھی کترا کر کیوں آئے انھوں نے عرض کیا کہ میری حالت بہت خراب رہی ہے۔ میں فاسق فاجر تارک الصلوٰۃ سبھی کچھ تھا یہ بیداری محض حضور کا وعظ سن کر پیدا ہوئی ہے۔

فرمایا کہ پاجامہ کے پائنچے تو آسانی سے کترا کر ٹخنوں سے اوپر کر سکتے تھے۔ بہر حال میں نے آپ کی اصلاح شروع کر دی ہے انھوں نے ان سب باتوں پر راضی ہو کر قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ ابھی سوچ لیجئے اطمینان سے رات کو سب پہلوؤں پر غور فرما کر صحیح جواب دیجئے گا کچھ جلدی نہیں ہے۔ اس پر انھوں نے پھر یہی کہا کہ مجھے اب غور کی حاجت نہیں! فرمایا کہ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنے ارادہ کو بدل لیجئے بلکہ میں نے اپنی طرف سے آپ کو آزادی دیدی ہے۔ تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ اب ارادہ ظاہر کر چکے ہیں۔ اب کیا رائے بدلنے کی اطلاع کریں اگر رائے بدلے آپ بلا تکلف اور بلا حجاب اس کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ مجھ کو مطلق اس کا خیال نہ ہوگا۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اول ملاقات کے وقت ہی ایک شعر سے ان صاحب نے ابتداء
بہ کلام کیا تھا۔ اس وقت حضرت خاموش رہے بعد کو بھی کبھی کبھی اشعار پڑھ دیتے تھے۔ حضرت
نے دریافت فرمایا کہ آپ کے کھانے کا کفیل کون ہے انھوں نے عرض کیا کہ میرا بڑا لڑکا ہے پھر
یہ آیت پڑھی **وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا** اس پر فرمایا کہ آپ نے
میرے اس سوال کو لغو سمجھا۔ حالانکہ یہ آپ ہی کی مصلحت کے لیے میں پوچھا تھا اور آیت جو
پڑھی تو اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ میرا اس آیت پر نعوذ باللہ اعتقاد نہیں یا میں اس کو سمجھا نہیں گویا
میرا یہ سوال فضول سمجھا گیا۔ اس پر انھوں نے معافی چاہی فرمایا کہ یہ نہایت بری رسم ہو گئی ہے
کہ موقعہ بے موقعہ لوگ آیتیں حدیثیں پڑھ دیتے ہیں۔ اب آپ ہی غور فرمایئے! اس موقعہ پر
اس آیت کے پڑھنے کے تو صاف یہی معنی ہیں کہ تمہارا سوال فضول ہے لوگ اس کو دینی
تہذیب سمجھتے ہیں حالانکہ ایسے موقعوں پر ایسی آیتیں پڑھ دینا سخت بد تہذیبی کی بات ہے ہر چیز کا
ایک موقعہ ہوا کرتا ہے ادھورے علم سے دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے یہ سب گفتگو اس مفصل گفتگو کے
قبل کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی پھر حاضری کی غرض معلوم کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں
انشاء اللہ! صاف صاف بلا تکلف بعد مغرب آپ سے عرض کر دوں گا کہ میں کون سی خدمت
کر سکتا ہوں اور کون سی نہیں۔ جو خدمت میں کر سکتا ہوں اس میں تواضع بھی نہ کروں گا۔ کیونکہ
طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی سودا خریدنے جاوے اور ہر
دکاندار کہہ دے کہ میرے یہاں نہیں ہے تو وہ بیچارہ یوں ہی رہا۔ ہاں! غیر طالب سے قسم کھا کر
بھی کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اس میں کچھ حرج نہیں۔ اسی واسطے میں جو کچھ اپنا کچا چٹھا
ہے سب بیان کر دیتا ہوں اور جو چیز میرے پاس ہے اس کی بابت تواضع بھی نہیں کرتا۔

آج کل بزرگی کے بھی جدا معیار ہیں۔ چنانچہ بعضے لوگ میرا حال معلوم کر کے چلے
جاتے ہیں کہ یہاں وہ چیز نہیں ہے جس کے ہم طالب ہیں۔ بعد کو حضرت نے فرمایا کہ اول
ملاقات میں ان کا شعر پڑھنا ناگوار نہیں ہوا کہ خیر یہ بھی ایک ادا ہے ان کے دل کی بھڑاس نکل
جاوے لیکن جب موقعہ معاملات کی گفتگو کا آیا اس وقت مجھ کو واقعی ناگوار ہوا۔

احقر ناظرین سے بامید معافی عرض کرتا ہے کہ اس ملفوظ کے شروع میں اس واقعہ کی

تفصیل لکھنے کا اس موقعہ پر قصد نہ تھا بعد کو اس سلسلہ میں لکھنا مناسب معلوم ہوا اس لئے ترتیب بالکل گڑبڑ ہوگئی۔ بہر حال گو ترتیب محفوظ نہ رہی لیکن فوائد بحمد اللہ محفوظ ہیں۔ بعد مغرب شروع میں جرح قدح ہوئی اس کی کسی قدر تفصیل عرض کرتا ہوں۔

حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ عرض کیا۔ درویشی کی نیت سے۔ فرمایا درویشی ایک گول لفظ ہے مختلف لوگ اس کے مختلف معنی سمجھتے ہیں آپ کے ذہن میں اس کے کیا معنی ہیں۔ انھوں نے کہا بے خودی! فرمایا کہ بے خودی تو خود مجھ میں بھی نہیں۔

آپ دیکھتے ہیں میں ہنستا بولتا بھی ہوں ڈاک کا کام بھی کرتا ہوں گھر میں بھی جاتا ہوں جب یہ چیز خود مجھ میں ہی نہیں تو آپ کو کس طرح دے سکتا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا اگر بے خودی نہ ہو تو اتباع سنت اس پر حضرت نے ترش لہجہ میں فرمایا کہ آپ نے اتباع سنت کو دوسرے درجہ میں سمجھا اور آپ کے نزدیک اصل چیز تو بے خودی ہے اور اگر بے خودی نہ ہو تو خیر مجبوری درجہ کو اتباع سنت ہی سہی۔ گویا آپ نے اتباع سنت کو ایک گری پڑی چیز سمجھا۔ اس پر ان صاحب نے اپنے جہل کا اقرار کیا۔ حضرت نے فرمایا یہ مجھ کو واقعی ناگوار ہوا۔ پھر فرمایا کہ اتباع سنت کے لیے میری کتابیں موجود ہیں ان کو پڑھیئے اور ان پر عمل کیجئے اس کے لیے یہاں آنے کی اور یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے اس پر وہ صاحب چپ ہو کر حیرت میں مبتلا ہوگئے کہ کیا کہوں حضرت نے فرمایا کہ مجھے ان سوالات سے محض جرح قدح مقصود نہیں بلکہ میں قبل گفتگو کے آپ کے خیالات کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔

آپ یہ بتلایئے کہ جس وقت آپ مراد آباد سے روانہ ہوئے ہیں اس وقت آپ کے ذہن میں اس سفر کا کیا مقصود تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں کچھ نہیں بتلا سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ بس آپ کو میرے سوال کے جواب میں اول ہی یہ کہنا چاہئے تھا کہ صاحب مجھ کو نہیں معلوم! لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایک فرقہ صلحاء کا ایک خاص کام میں مشغول ہے جس کو عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل ہے۔ اب میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ان کا کیا مقصود ہے مجھ کو اس کی حقیقت نہیں معلوم اگر آپ یہ سوال کرتے تو میں اس کی حقیقت بتلاتا لیکن آپ اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر

خود ہی حقیقت بتلانے لگے کبھی کہہ دیا کہ بے خودی چاہیئے کبھی کہہ دیا اتباع سنت چاہیئے میں امتحان تو لیتا ہوں لیکن سختی نہیں کرتا اگر سوال کا جواب نہ آوے کہہ دے کہ میں نہیں جانتا پھر میں خود اس کو بتلا دوں اب آپ مجھ سے یہ سوال کریں تو میں اس کی حقیقت بیان کر دوں خواہ مخواہ مجھے تنگ کرنا مقصود نہیں بھلا مجھ کو ایک مسلمان کے تنگ کرنے سے کیا نفع آپ ہی کی مصلحت سے میں نے یہ سوالات کئے تھے چنانچہ ان صاحب کے سوال کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ درویشی کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دل کو ایک لگاؤ پیدا ہو جاوے اور اس کی ایسی لو لگ جائے جس سے طاعت میں سہولت ہو اور ہر دم اس کی یاد رہنے لگے۔ جیسے محبوب کے ہر حکم کی تعمیل آسان ہو جاتی ہے اور اس کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہتی ہے۔ درویشی کی حقیقت ایک نسبت مع اللہ ہے جس کا طریق سہولت طاعت اور دوام ذکر ہے اس کے بعد کی مفصل گفتگو شروع میں عرض کر چکا ہوں۔ بعد فراغت کے فرمایا کہ میں آپ کی خوش فہمی سے خوش ہوا۔ یہ صدق طلب کی برکت ہے۔

احقر سے فرمایا کہ اگر میں اتنے سوالات نہ کرتا تو میرے جواب کی ان کو اتنی قدر نہ ہوتی جتنی کہ اب ہوئی ہے اگر یہ اب ٹھہرے تو پوری طرح ٹھہریں گے' لوگ بیعت کر لینے کو نفع سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حق بات کانوں میں پہنچ جاوے چاہے مرید ایک بھی نہ ہو۔ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا۔ اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہنچا دینا ہے۔ مرید کرنا میں اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا۔ ہاں! تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے۔ اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمد للہ! میں ایک جلسہ ہی میں خدا تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستہ مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ گھر تشریف لئے جا رہے تھے راستہ پر دور ایک چراغ جل رہا تھا۔ فرمایا کہ یہ دکھلا دینا کہ دیکھو وہ چراغ جل رہا ہے چراغ ہی تک پہنچا دینا ہے راستہ پر پڑ جانا بھی بڑی دولت ہے۔ پھر تو صرف راستہ کا قطعہ کرنا رہ جاتا ہے جو کچھ بھی مشکل نہیں۔ چلتے رہیں گے تو ایک دن انشاء اللہ منزل مقصود پر پہنچنا نصیب ہو ہی جائے گا۔

ملفوظ (۲۸۳) حضرت حاجی صاحبؒ کا ادب

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے معتقد تھے۔

اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی پر ترجیح دیتے تھے۔ مگر احتمال کے عنوان اور ادب کے پیرائے میں فرماتے تھے کہ ممکن ہے حضرت امام غزالیؒ کا نزول حضرت شیخ اکبر سے اکمل ہو اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عروج افضل ہے یا نزول۔

ملفوظ (۲۸۴) سب و شتم کی سزا

فرمایا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سب و شتم کرنے والا معترض کا کوئی رسالہ کسی نے خریدا تھا اس نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک سور کو رسی میں باندھے لیے ہوئے ہیں دریافت پر فرمایا کہ یہ میرا فلاں معترض ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو یہاں پر اس شکل میں میرے سپرد کر دیا ہے اور اس پر مجھ کو اختیار دیدیا ہے کہ جب تک چاہوں اس کو اسی حالت میں رہنے دوں اور جب چاہوں معاف کر کے اس کی مغفرت کی درخواست کر دوں۔

ملفوظ (۲۸۵) بیعت فوری نہ کرنا چاہیے

فرمایا کہ جب تک پوری طرح مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیئے جب پوری طرح راہ پر پڑ جاوے تب چاہیئے۔ آج کل پیروں کو بھی چاہیئے کہ فوراً مرید نہ کر لیا کریں۔ ورنہ مرید ہونے کے بعد پھر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں۔ تاکہ جلدی مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔

ملفوظ (۲۸۶) امراء کو زیادہ شکر کرنا چاہیے

فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بادشاہ بھی دیندار ہوتے تھے۔ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ شاہ جہاں جب اول بار تخت طاؤس پر بیٹھا تو سعد اللہ خاں (وزیر) نے اپنی آستین میں چھرا چھپا کر رکھ لیا۔ بادشاہ کی نظر پڑ گئی۔ تخت پر بیٹھ کر سجدہ کیا اور حق تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی کا اس طرح اقرار کیا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھ کو یہ تخت عنایت فرمایا جس کی قیمت فرعون کی سلطنت بھر کی قیمت سے بھی زیادہ ہے لیکن فرعون نے تو اس سلطنت پر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ میں تیری بندگی کا اقرار کرتا ہوں۔ پھر سعد اللہ خاں کو قریب بلا کر پوچھا کہ یہ خنجر آستین میں

کیوں چھپا رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ تخت پر بیٹھ کر کہیں آپ کا دماغ خراب نہ ہو جائے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی کلمہ تکبر کا آپ کی زبان سے نکلا تو وہیں آپ کا کام تمام کر دوں گا۔ تاکہ آپ کے ایمان میں فرق آنے سے پہلے آپ کا خاتمہ کر دوں اور آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچالوں۔ گو خود اس کے عوض مجھ کو جہنم کی آگ میں کچھ روز جلنا پڑے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے آقا بے ایمان ہو کر مریں اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلیں۔ گو بلا سے مجھے کچھ دن عذاب بھگتنا پڑے۔ اس پر شاہ جہاں بہت خوش ہوا اور بہت کچھ انعام اکرام دیا۔

پھر فرمایا کہ شاہ جہاں کی مہر میں نے دیکھی ہے چاروں طرف اللہ کے نام یا فتاح یا رحمٰن وغیرہ کندہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ امراء کو زیادہ شکر کرنا چاہیئے کیونکہ ان پر حق تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں اور ایک نعمت غرباء پر ہے کہ خدا نے موانع سے بچا رکھا ہے کیونکہ اکثر امراء نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرباء پر یہ ایک فضل ہے کہ ان کو موانع سے علیحدہ رکھا۔

احقر نے بے ساختہ کہا کہ ہم تو غریب ہی ہوتے تو اچھا تھا۔ فورا فرمایا کہ جی نہیں خدا نہ کرے توبہ کیجئے نعمت ہے حق تعالیٰ کی جس حالت میں حق تعالیٰ رکھے وہی اس کے لیے بہتر ہے یہاں تک کہ بعض امیروں کو اگر غریب کر دیتا تو ان کا ایمان سلامت رہنا مشکل ہو جاتا۔ اسی طرح بعض غریب کو امیر کر دیتا تو ان کا ایمان پر رہنا دشوار تھا۔ ع

او مصلحت تو از تو بہتر داند

غرباء سے محبت رکھیئے تو انشاء اللہ غرباء ہی کے درجات نصیب ہو جائیں گے۔ پھر کسی تذکرہ پر فرمایا کہ ایسی دعا تو نہیں کرنی چاہیئے کہ مجھ کو دس لاکھ روپیہ کی آمدنی ہو جائے یا میں بادشاہ ہو جاؤں لیکن تکلیف کی برداشت مشکل ہے اس سے تو ضرور پناہ مانگنا چاہیئے۔ عافیت بڑی نعمت ہے اس سے دین میں مدد ملتی ہے باقی زیادہ تمول تو بھلا ہی دیتا ہے عذاب ہے ہر وقت ہزاروں فکریں۔ پھر بدوں عافیت ہیچ۔

ایک نواب لکھنؤ کے تھے ان کا معدہ ایسا ضعیف ہو گیا تھا کہ ململ میں رکھ کر چوسا کرتے تھے وہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ کنارے شہر کے مکان تھا ایک لکڑ ہارے کو دیکھا سر پر سے

لکڑیوں کا گٹھا اتارا پسینہ پونچھا۔ گرمی کے دن تھے منہ ہاتھ دھوئے دو روٹ نکالے اور پیاز سے کھائے پھر وہیں پڑ کر سو رہا۔ انھیں حضرت کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔ اس کو دیکھ کر وہ اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اگر میری یہ حالت ہو جائے تو اس کے عوض میں اپنی ساری نوابی اور ریاست دینے کے لیے تیار ہوں ان کے پاس سب کچھ تھا ان کے کتے تک سب کچھ کھاتے تھے لیکن ان کو میسر نہیں تھا۔ ایسی دولت جو اپنے کام نہ آوے سوائے اس کے کہ حمالی ہے اور کیا ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ بدوں انہماک کے دے تو ہر حال میں پھر وہ نعمت ہے اس کا حق ادا کرے۔

ملفوظ (۲۸۷) سونے میں گناہوں سے حفاظت

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا تو ہر کام عبادت ہے سونا بھی عبادت ہے فرمایا کہ جی عبادت تو کہاں ہاں سونے میں اتنا تو ہے کہ گناہوں سے حفاظت رہتی ہے۔

ملفوظ (۲۸۸) عزت کا کھانا

ایک عزیز کے یہاں حضرت مہمان ہو کر تشریف لے گئے تھے ایک صاحب راستہ سے وعظ کے شوق میں ہمراہ ہو لئے تھے کھانے کے وقت وہ صاحب باہر جانے کے لئے چلے تو فرمایا کہ جی بے تکلفی کی جگہ ہے کھانا کھا لیجئے۔ اور جہاں موقعہ نہ کھانے کا ہوتا ہے میں خود کہہ دیتا ہوں۔ ڈھاکہ میں ادھر ادھر سے اہل علم میرے ملنے کے لئے آئے تھے میں نے ان سے کہہ دیا کہ آپ اپنے کھانے کا انتظام کر لیجئے ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا کہ ہاں اب قبول کر لو اب عزت سے کھاؤ پہلے ذلت سے کھاتے۔

ملفوظ (۲۸۹) عالم اور جاہل کے چہرے کا فرق

فرمایا کہ عالم اور جاہل کے چہروں میں فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ بھاگل پور کے ایک جلسہ کے شریک کہتے تھے کہ مولوی انور شاہ صاحب کو دیکھ کر ایک ہندو پنڈت نے آکر کہا کہ اس جلسہ میں یہ شخص سب سے بڑا عالم معلوم ہوتا ہے۔

ملفوظ (۲۹۰) سب سے زیادہ مفرح قلب بچے ہیں

ایک چھوٹے سے لڑکے کو لڈوؤں کا اس قدر شوق ہو گیا تھا کہ ہر گفتگو کے بعد ٹیپ کے مصرعہ کے طور پر لڈو کا نام ضرور لے دیتا تھا جس سے سب لوگ ہنسنے لگتے تھے وہ لڑکا سب کے لیے تماشا ہو گیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جیسے لڈو اس کو نہیں بھولتا اسی طرح اگر اللہ کی یاد ہمیں رہنے لگے تو کیا کہنے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ دنیاوی چیزوں سے بہت جلد ایسا گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق غالباً اس لیے جلدی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ اس کو دیکھا نہیں فرمایا کہ اصل سبب ذہول کا تو یہی ہے کہ دیکھا نہیں ہے لیکن اگر مزاولت کرے اور مشق کرے تو ہو جاتا ہے۔ اس لڑکے کی پیاری پیاری باتوں سے حضرت بہت مسرور ہوتے تھے۔ لڈو شاہ اس کا نام رکھ دیا۔

فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب کی کتابوں میں جہاں اور مفرحات قلب لکھے ہیں وہاں بچوں کو نہیں لکھا۔ میں جانتا ہوں کہ سب سے زیادہ مفرح قلب بچے ہوتے ہیں۔

ملفوظ (۲۹۱) دوسروں سے عداوت اپنے ساتھ عداوت ہے

فرمایا کہ دوسرے سے جو شخص عداوت کرتا ہے دراصل اپنے ساتھ عداوت کرتا ہے دوسرے کا فعل جو ناگوار ہوا تو اکثر خود اپنی کوئی صفت ہوتی ہے مثلاً تکبر جس کی وجہ سے وہ ناگواری ہوتی ہے سبب دراصل اپنے اندر ہے دوسرے میں اس کا ظہور ہو رہا ہے۔

ملفوظ (۲۹۲) اگر کوئی خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرے تو اس کی کفالت کی جاتی ہے

اسی لڑکے لڈو شاہ کی حرکتیں سب کو مشغول کیے ہوئے تھیں اور ہر شخص اس کی خاطر کرتا تھا۔ فرمایا کہ دیکھئے ایک بچہ نے سب کو اپنی طرف مشغول کر رکھا ہے پھر یہ شعر پڑھے ؎

طفل تا گیر او تا پویا نبود مرکبش جز گردن بابا نمود
چوں فضولی کرد و دست و پا نمود (ایک مصرعہ یاد نہیں)

ایسے ہی کوئی حق تعالیٰ کے سپرد اپنے آپ کو کر دے تو اس کی یوں ہی کفالت ہوتی ہے۔

ملفوظ (۲۹۳) حق تعالیٰ شانہ کی عجیب قدرت

فرمایا اگر کسی سے مٹی یا آٹے کی صورتیں بنوائی جائیں تو پانچ سو بھی مختلف صورتیں نہیں بنا سکتا۔ حق تعالیٰ نے کروڑوں صورتیں پیدا فرما دیں اور سب ایک دوسرے سے مختلف۔ اگر دو شخصوں کی ایک سی صورت ہو تو کہتے ہیں کہ کیا قدرت ہے حالانکہ اس میں زیادہ قدرت ہے کہ ہر صورت دوسرے سے مختلف ہے اسی طرح آواز میں بھی فرق ہے۔ گو حنجرہ ایک حلق ایک لیکن آواز مختلف۔ اسی طرح آنکھ ناک کان سب کے موجود لیکن شکلیں مختلف اور بہ نسبت ہاتھ پاؤں کے یہ تفاوت چہرہ میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے حتیٰ کہ اکثر بے چہرہ دیکھے ہاتھ پیروں سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ گو وہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔

ملفوظ (۲۹۴) نئی تعلیم کے لئے لوگوں کے سامنے وعظ کا طرز

فرمایا کہ میں دیہات میں جو وعظ کہتا ہوں تو بالکل سہل اور نہایت آسان اور شہروں میں اس طرح نہیں کہتا بلکہ قدرے عقلیات کے رنگ میں کہتا ہوں کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت کے مضامین مدلل نہیں ہیں۔ علماء خواہ مخواہ منوانا چاہتے ہیں۔ خصوص جہاں نئی تعلیم کے لوگ ہوتے ہیں وہاں خوب جوش ہوتا ہے کہ خوب مدلل طور سے بیان ہو تاکہ یہ لوگ شریعت کو معمولی نہ سمجھیں۔

ملفوظ (۲۹۵) قبر پر پڑھنے کی چند سورتیں

استفسار پر فرمایا کہ کسی قبر پر فاتحہ پڑھنے میں چند سورتیں جن کی خاص فضیلتیں آئی ہیں ان کو پڑھتا ہوں مثلاً الحمد شریف۔ قل ہو اللہ (اکثر ۱۲ مرتبہ۔ کیونکہ ایک روایت میں بارہ مرتبہ پڑھنے کی خاص فضیلت آئی ہے۔) الھٰکم التکاثر۔ اذا زلزلت۔ سورۃ الملك سورہ یٰسین۔ قل یا ایھا الکٰفرون۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس فرمایا کہ قبلہ کی طرف پشت کر کے فاتحہ پڑھنا چاہیے تاکہ مردہ کا مواجہ ہو۔

ملفوظ (۲۹۶) دنیا کا عجیب انقلاب

ایک ٹوٹی عمارت کو دیکھ کر فرمایا کہ دنیا کا عجب انقلاب ہے۔ بالخصوص عمارت بنانے کے وقت تو مجھے انقلاب بہت ہی مستحضر ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ عمارت میں مشغولی بھی بہت ہوتی ہے۔ روپیہ بھی بہت صرف ہوتا ہے اور بہت دن تک سلسلہ جاری رہتا ہے دماغ بھی صرف ہوتا ہے۔

ملفوظ (۲۹۷) ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا برابر ؟

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کئی مردوں کو ثواب بخشا جاوے تو تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا برابر' برابر۔ فرمایا دونوں قول ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ عملی نہ تھا محض واقعہ تھا جس کی تحقیق پر کوئی امر دینی موقوف نہ تھا۔ اس لئے نصوص میں اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا۔ اور قیاس اس میں چلتا نہیں اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ میں روزانہ جو کچھ پڑھتا ہوں اس کا ثواب تو سب کو بخش دیتا ہوں۔ اور اگر کسی خاص جگہ پر کچھ پڑھتا ہوں تو وہاں کے مردوں کو یا کسی خاص مردہ کو بخشتا ہوں جیسا اس وقت موقعہ ہوا۔

ملفوظ (۲۹۸) صالحین کے جوار میں دفن ہونے کا نفع

فرمایا کہ اچھے پڑوس سے بھی مردہ کو نفع ہوتا ہے صالحین کے جوار میں دفن ہونے سے نفع ہوتا ہے۔

ملفوظ (۲۹۹) بزرگان دین کے مزارات پر کیفیت

قیام جھنجھانہ میں بغرض فاتحہ حضرت میاں جی صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ پیشتر حضرت امام صاحب سید شاہ محمود صاحب کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ پہلے امام صاحب کے یہاں حاضر ہوتا ہوں پھر حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مزار شریف پر اطمینان سے بیٹھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھتا ہوں۔ کیونکہ اگر حضرت میاں جی صاحب ہوتے تو وہ بھی حضرت امام صاحب کا ادب فرماتے۔ فاتحہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ سید امام صاحب کے یہاں عظمت و جلال محسوس ہوا اور حضرت

میاں جی صاحب کے یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میزبان کے یہاں کوئی خاص مہمان جاوے اور میزبان اپنا گھر بار سب مہمان کے سپرد کردے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اپنے ٹھکانے آگئے۔ ایک سکون کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ داہنے پہلو پر ملی ہوئی ایک پختہ قبر ہے اس کو سرہانے رومال بچھا کر اور اس پر بیٹھ کر حضرت فاتحہ پڑھتے ہیں اور کچھ دیر تک مراقب رہتے ہیں دو دن جھنجھانہ میں قیام رہا دونوں روز بعد عصر مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

ملفوظ (۳۰۰) انبیاء علیہ السلام کی عبادت کی حقیقت

فرمایا کہ انبیاء کی عبادات بھی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کے درجہ تک نہیں ہوتیں گو وہ خود نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں پھر یہ شعر پڑھا۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود
گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

یعنی آسمان گو تودۂ خاک کے مقابلہ میں تو نہایت رفیع ہے لیکن عرش کے سامنے تو اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

ملفوظ (۳۰۱) قبر کے نشان کیلئے علامت

فرمایا کہ قبر کے نشان کے لیے صرف ایک سادی سل پتھر کی سرہانے کھڑی کردے بس اتنی علامت کافی ہے۔

۲۸ / جمادی الاول ۱۳۴۴ھ یک شنبہ

ملفوظ (۳۰۲) جنت میں اعمال کے اعتبار سے آثار و خواص ہوں گے

فرمایا کہ جنت میں یہاں کی فطرت نہیں رہے گی۔ اعمال کے اعتبار سے آثار و خواص طبیعت کے ہوجاویں گے۔

ملفوظ (۳۰۳) ذوقی امور

وعظ میں لاموجود الا اللہ کی توضیح میں مثالاً فرمایا تھا کہ جیسے مضراب مارنے سے باجہ میں خودبخود آواز پیدا ہوتی ہے اسی طرح سالک اپنے تمام افعال کو حق تعالیٰ کے تصرف کا نتیجہ حالاً دیکھنے لگتا ہے یوں بھی فرمایا تھا کہ ذوقی امور میں مثالوں سے سمجھ میں نہیں آسکتے لیکن اور کیا کر سکتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ کچھ مثالیں پیش کردوں بعد وعظ بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ ذوقی امور کے بیان کرتے وقت عبارت کیسی تنگ ہو جاتی ہے۔ توحید کے متعلق بیان کرنا چاہتا تھا لیکن عبارت تنگ ہو جاتی تھی۔ زبان رکنے لگتی تھی۔

پھر باجہ کی مثال کے ذکر پر فرمایا کہ میں نے یہ مراقبہ ایک صاحب کے لیے تجویز کیا تھا۔ کہ جس وقت قرآن پڑھا کرو۔ تو یہ تصور کیا کرو کہ گویا حق تعالیٰ مضراب مار رہے ہیں اور باجہ کی طرح خودبخود آواز مجھ سے پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے ان کو بہ نفع ہوا بہت جلد یہ تصور جم گیا۔ مناسبت کی بات ہے پھر فرمایا کہ میں اشغال خود ایجاد کر لیتا ہوں جیسی اس کی استعداد دیکھی اس مثال کے مناسب احقر کو حضرت کا ایک اور ارشاد یاد آیا کانپور میں ایک بہت زور و شور کا وعظ ہوا تھا بعد وعظ بہ سلسلہ گفتگو احقر نے عرض کیا کہ اور لوگ تو وعظ سن رہے تھے اور احقر لوگوں کو تک رہا تھا کہ کس پر کیسا اثر ہو رہا ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ کے اس کہنے سے ایک بہت اچھا مثال میرے ذہن میں آئی کہ اس طرح کاملین جو مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو اسی حیثیت سے ہوتے ہیں جس حیثیت سے کہ آپ وعظ سننے والوں کی طرف متوجہ تھے آپ اس نظر سے ان کو دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص کے فعل کا کس کس پر کیا کیا تصرف ہو رہا ہے۔ اسی طرح کاملین مخلوق کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا تصرف کس کس پر کیا کیا ہو رہا ہے۔

ملفوظ (۳۰۴) آدمیت مطلوب ہے

ایک وکیل صاحب کے صاحبزادہ سے مزاحا حضرت پوچھ رہے تھے کہ وکیل ہونا چاہتے ہو۔ عالم ہونا چاہتے ہو سب کے جواب میں وہ نہیں کر دیتا تھا پھر پوچھا کہ پھر اور کیا ہونا چاہتے ہو اس نے جواب دیا کہ آدمی۔ بہت خوش ہوئے کہ ہاں بھئی ٹھیک تو ہے ؎

زاہد شدی شیخ شدی دانشمند

ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

ملفوظ (۳۰۵) مولوی پست ہمت نہیں ہے

بہ سلسلہ گفتگو فرمایا کہ شروع شروع میں بمقام کانپور جب میری عمر کوئی بیس برس کی ہوگی۔ ایک وکیل صاحب نے میرا بیان سن کر کہا کہ یہ شخص ملانوں میں کہاں جا پھنسا۔ یہ تو وکالت کا امتحان پاس کرتا تو اس کا کوئی نظیر نہ ہوتا۔

ایک بار الٰہ آباد میں اسی واقعہ کو بیان فرما کر اور دیگر مؤیدات کا ذکر کر کے فرمایا کہ میرا مقصود ان واقعات سے یہ ہے کہ اگر ہم لوگ ملانے دنیا کمانے پر آجائیں تو آپ لوگوں سے اچھی کما کر دکھلا دیں۔ لیکن باوجود اس قدرت کے پھر قدر ضروری پر راضی رہ کر خدمت دین میں مشغول ہیں۔ وعظ میں اس بات کا ذکر فرمارہے تھے کہ ہم لوگوں کو پست ہمت احدیوں کی پلٹن۔ کم حوصلہ، ترقی کے دشمن نہ معلوم کیا کیا خطاب دیئے جاتے حالانکہ اگر آپ کا کوئی نوکر جس کو آپ صرف پانچ روپیہ ماہوار دیتے ہوں دوسرے شخص کے بیس روپے ماہوار پر لات مار کر کہہ دے کہ میں اپنے آقا کو نہ چھوڑوں گا تو میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اس کو یہی خطاب دیجئے گا؟ کہ بڑا پست ہمت، کم حوصلہ شخص ہے کہ ترقی کو چھوڑ رہا ہے یا یہ کہئے گا کہ سبحان اللہ! کیسا عالی حوصلہ اور بلند نظر شخص ہے کہ اپنے آقا کی وفاداری میں بیس روپے پر لات ماردی اور اپنے آقا کے پانچ روپیہ پر قناعت کی۔ اسی طرح اگر ہم لوگ باوجود اس کے کہ اگر دنیا کمانے پر آجائیں تو آپ لوگوں سے اچھی کما کر دکھادیں۔ پھر بھی اپنے آقا یعنی حق تعالیٰ کی وفاداری کو نہیں چھوڑتے اور خدمت دین میں مشغول ہیں۔ اور اپنے انھیں سوکھے ٹکڑوں پر راضی ہیں تو ہم کو پست ہمت اور کم حوصلہ کیوں کہا جاتا ہے۔ انھیں وکیل صاحب مذکور نے بعد اس وعظ کے جو حال میں بمقام کانپور ہوا تھا۔ حضرت سے عرض کیا کہ دوران وعظ میں میں تو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

تو مکمل از کمال گیتی تو منور از جمال گیتی

وکیل صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد فرمایا کہ اس شعر کا جواب اس وقت میرے ذہن میں آیا تھا لیکن میں نے کہا کہ میں کیوں کمال اور جمال کا دعویٰ کروں اس لئے خاموش رہا وہ جواب یہ تھا۔

من مکمل از کمال حاجیم   من منور از جمال حاجیم

ملفوظ (۳۰۶) ترک وعظ کا دور

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت سے واپسی کے بعد ایک سال کے قریب میں نے وعظ نہیں کیا۔ لوگ بہت اصرار کرتے تھے لیکن مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی کہ ایسے خراب شخص سے کیوں وعظ کیلئے کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ بہت اصرار کیا تو میں رونے لگا پھر مجبور نہیں کیا۔ ایک مولوی صاحب نے جو کہ شاہ صاحب بھی کہلاتے ہیں میرے ترک وعظ کا جو حال سنا تو انھوں نے اپنی طرف سے خواہ مخواہ لوگوں سے یہ کہا کہ اب یہ جس وقت وعظ کہنا شروع کرے گا تو تم دیکھنا کہ سب سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر یہ انا الحق کہے گا۔ مگر الحمد اللہ کہ میں نے تو ہمیشہ انا العبد ہی کہا الحمد للہ!

ملفوظ (۳۰۷) عورتوں کی صفات

فرمایا کہ کلام مجید میں عورتوں کے مکر کے عظیم ہونے کا ذکر ہے ان کیدکن عظیم اور حدیث شریف میں ان کو ناقص العقل فرمایا گیا ہے۔ اس مجموعہ سے معلوم ہوا کہ مکر اور حیلہ کا عقل سے تعلق نہیں۔ چالاکی اور عیاری جہل سے ہوتی ہے کسی نے عورتوں کی چالاکی وہوشیاری کا ذکر کر کے یہ شبہ کیا تھا کہ حدیث شریف میں تو ان کو ناقصات العقل فرمایا گیا ہے اس پر مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔

پھر فرمایا کہ عورتوں میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی بڑھی ہوئی۔ خدمت گزاری اور عفت! عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے شاید کوئی بھی خالی نہ ہو اور شریف عورتوں سے اگر سو کو لیا جاوے تو شاید سو کی سو ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی ان کو عمر بھر نہ آیا ہو۔ اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ المحصنٰت الغٰفلٰت۔

ملفوظ (۳۰۸) عظمت حق کے اعتبار سے عبادت ناقص ہی ہے

ایک بیمار صاحب نے بار بار اپنی سخت مجبوری نماز سے ظاہر کی کہ کپڑے ناپاک رہتے ہیں، فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ناپاک کپڑوں ہی سے نماز ہو جاتی ہے۔ اگر پاک کرنے میں زیادہ زحمت

مریض کو ہو۔ کہا کہ حرکت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اشارہ سے لیٹے لیٹے پڑھو کہا کہ زبان سے الفاظ نہیں نکلتے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں دل ہی دل میں کہہ لیا کرو۔ نماز کسی حال میں معاف نہیں اس کی بڑی سخت تاکید ہے یہاں تک کہ اگر سمندر میں ڈوب رہا ہو اور نماز کا وقت ہو گیا ہو تو نیت باندھ کر ڈوب جاوے لیکن جہاں اس قدر تاکید ہے وہاں سہولت بھی بے انتہا رکھی گئی ہے۔ ان باتوں سے بھی ان مریض صاحب کی تسلی نہ ہوئی اور وہ یہی کہتے رہے کہ نماز ایسی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے۔

فرمایا کہ یہ رائے کی خرابی ہے یوں سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز ناقص ہو گی۔ حالانکہ حق تعالیٰ کے حقوق اس قدر ہیں کہ ان کے سامنے ہماری نماز کامل کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر کپڑے پاک صاف ہوں وضو وغیرہ سب باقاعدہ ہو خشوع خضوع ہو تو نماز بڑی کامل ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ عظمت حق کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہی ہو گی۔ پھر جب ہر حال میں ناقص ہی ہوئی تو اس طرح پڑھنے سے کیوں جی بھلا نہیں ہوتا۔ اس پر یاد آیا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ پہلے حالت اچھی تھی اب بہت خراب ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ میری رائے میں تو جو حالت اچھی سمجھی جاتی تھی وہ بری تھی کیونکہ اس کو اچھا سمجھنا ہی برا تھا اور یہ حالت جس کو آپ خراب سمجھتے ہیں اس پہلی حالت سے اچھی ہے کیونکہ اس کے ساتھ یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ اپنے عجز کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

ملفوظ (۳۰۹) کام کا خیال

فرمایا کہ نیند مجھے اکثر کم ہی آتی ہے۔ دماغ خالی نہیں رہتا کچھ نہ کچھ کام وغیرہ کا خیال ہی رہتا ہے۔

ملفوظ (۳۱۰) فتوی کا اثر نہ ہوا مہنگائی کا ہوا

پوڑیہ کے رنگ کے ڈبوں کا ذکر تھا کہ بارہ تیرہ آنہ میں جو آتا تھا وہ اب بیس بائیس روپیہ میں آنے لگا فرمایا کہ عورتوں نے اس رنگ کو مولویوں کے فتوے سے نہ چھوڑا۔ مگر اب چھوڑیں گی۔

ملفوظ (۳۱۱) قبر سے اخذ فیض کا طریقہ

فرمایا کہ تعلیم کا فیض زندہ شیخ سے ہوتا ہے اور وہ مردہ شیخ کی قبر سے صرف تقویت نسبت کی ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ کیا مردہ شیخ سے تقویت نسبت بہ نسبت زندہ کے بھی زیادہ ہوتی ہے فرمایا ممکن ہے کبھی زیادہ ہوتی ہو پھر قبر سے اخذ فیض کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا کہ یوں تصور کرے کہ اس کے قلب سے فیض میرے قلب میں آرہا ہے مردہ کو خواہ بیٹھا ہوا تصور کرے یا لیٹا ہوا جس میں سہولت ہو جتنی زیادہ یکسوئی ہوگی اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔

احقر نے عرض کیا کہ اس میں تو وہی خرابی ہے جو توجہ متعارف یا تصور شیخ میں ہے کہ ہمہ تن ساری توجہ کو غیر اللہ کی طرف منصرف ہے کیونکہ حق تعالیٰ سے شرم اور غیرت ہوتی ہے فرمایا کہ انقباض تو اس سے بھی ہے مگر نہ اس قدر کیونکہ قبر سے جو فیض آنے کا تصور ہوتا ہے اس کا مفیض حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے کہ اس مردہ میں تو فاعلیت ہے نہیں اور تصور شیخ جو کہ ایک شغل مستقل ہے اس سے مختلف ہے اس میں مفیض شیخ کو سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس میں فاعلیت کی قابلیت ہے پھر اس میں توجہ ہوتی ہے بلا شرکت جو محل غیرت ہے اور چونکہ یہ شغل کیا جاتا ہے شیخ غائب کے لیے اور شیخ کی موجودگی میں اس درجہ استغراق کا تصور نہیں کیا جاتا۔ سرسری تصور کافی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اثر انقباض میں اس سے کم ہے۔

بعد کو بوقت واپسی جھنجھانہ جناب مولانا احمد حسن صاحب کے سوال پر فرمایا کہ توجہ سے کسی بزرگ کے باطن سے کیفیت لے سکتا ہے۔ خواہ خود اس بزرگ کو اس کی توجہ کا کشف نہ ہو۔ "انا عند ظن عبدی بی۔" ارشاد ہے اس کے ظن کی برکت سے نفع ہوتا ہے آخر وہ کیفیت تو اس بزرگ میں ہے ہی۔ جیسے کسی کی روٹیوں میں سے کوئی دو روٹیاں لے لے اور روٹی والے کو خبر بھی نہ ہو تو گو اس کو خبر نہ ہوئی لیکن لینے والے کے ہاتھ تو دو روٹیاں آہی گئیں۔ روٹیاں حاصل ہونے کیلئے روٹیوں والے کو خبر ہونا ضروری نہیں۔ مولانا ممدوح کے استفسار پر فرمایا کہ اگر وہ بزرگ صاحب کشف ہو تو اس کو بھی اطلاع ہو جاتی ہے اور اس اطلاع سے کچھ نہ کچھ اس کو بھی التفات ہو ہی جاتا ہے جیسے کوئی شخص آکر سامنے بیٹھ جائے تو گو خود کام میں مشغول رہے لیکن کچھ نہ کچھ خیال بٹنے ہی لگتا ہے۔ مولانا کے مزید استفسار پر فرمایا کہ قبر کی توجہ میں اس

قدر کدورت نہیں ہوتی جس قدر کہ توجہ متعارف میں ہوتی ہے کیونکہ توجہ قبر میں انفعال ہوتا ہے اور توجہ متعارف میں فعل ہوتا ہے دوسرے کے اندر اثر پیدا کرنا چاہتا ہے یہ دعویٰ کی صورت ہے اس میں زیادہ کدورت ہے' دونوں قسم کی توجہ میں وجدانا فرق محسوس ہوتا ہے۔

ملفوظ (۳۱۲) وعظ خدمت ہے

ایک صاحب نے وعظ کی بابت عرض کیا کہ حضور کی عنایت ہے فرمایا کہ عنایت کیا ہے خدمت ہے۔بلکہ تحریک کرنے والے کی عنایت ہے کہ تحریک سے توفیق بھی ہوگئی ورنہ سچی بات یہ ہے کہ اگر تحریک نہ ہوا کرتی تو مشکل سے مجھے توفیق ہوا کرتی۔

ملفوظ (۳۱۳) حضرت حاجی صاحبؒ کی نرالی شان

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی ایک مرتبہ حضرت حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل بہت دیر بیان فرماتے رہے سب فضائل بیان کر کے حضرت حاجی صاحب کی نسبت فرمایا مگر اس شخص میں جو بات تھی کسی میں نہ تھی۔حالانکہ گفتگو کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا حافظؒ کو ترجیح دے رہے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کو اس شخص کے لفظ سے فرمانے میں عجب لطف تھا۔

ملفوظ (۳۱۴) حضرت حاجی کے یہاں تسلی بہت تھی

جھنجھانہ میں جو وعظ شب کو ہوا تھا اس میں تصوف کو نہایت ہی سہل کر کے دکھلایا تھا۔ عرض کیا گیا کہ اب اس سے بھی زیادہ کوئی سہل کر سکتا ہے حضور نے ثابت کر دیا کہ کسی قسم کی تکلیف ہی نہیں اور جو چند روز کی تکلیف ہے وہ دراصل تکلیف نہیں محض صورت تکلیف ہے اور یہ محض شاعری نہیں بلکہ سچی بات ہے فرمایا کہ جی واقعی شاعری نہیں ہے بلکہ سچی بات ہے یہ سب حضرت حاجی صاحب کا طفیل ہے۔ پیر ہی ایسے ملے تھے انھوں نے کبھی محنت وغیرہ کرائی ہی نہیں اور جتنی بڑی بھی کوئی شکایت پیش کی یہی فرمایا کہ اجی یہ بھی نہیں۔ حضرت کے یہاں بہت ہی تسلی تھی۔

ملفوظ (۳۱۵) شوخ بچے میں تکبر نہیں ہوتا

فرمایا کہ شوخ بچہ میں تکبر نہیں ہوتا۔ تکبر بڑی بری خصلت ہے۔

ملفوظ (۳۱۶) کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے

ایک صاحب نے پوچھا کہ کھانا کھانے سے پہلے کسی نے ہاتھ دھو لئے ہوں تو اس کو دوبارہ پھر دھونا ضروری ہے فرمایا کہ کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے ایک بار فرمایا کہ دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور رومال وغیرہ سے پونچھنا نہیں چاہئیے البتہ بعد کھانے کے جو ہاتھ دھولے ان کو پونچھے اور قبل کھانے کے صرف ہاتھ دھووے کلی نہ کرے سنت یہی ہے۔ کیونکہ ہاتھ گو پاک ہوں لیکن موقعہ بے موقعہ پڑتے رہتے ہیں کہیں کھجلا لیا ناک میں انگلی دے لی اس لیے ہاتھوں کا دھونا سنت ہے منہ تو پاک ہی رہتا ہے اس کے دھونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ البتہ بعد کھانا کھانے کے ہاتھوں کو دھونے کے بعد کلی بھی کر کے منہ صاف کر لے۔

ملفوظ (۳۱۷) کھانا تو خود تبرک ہے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی بزرگ کے سامنے کا کھایا ہوا بھی تبرک ہے یا صرف اسی جگہ کا جہاں سے کھایا ہے فرمایا کہ جہاں ہاتھ یا لعاب لگا ہو وہی تبرک ہے پھر فرمایا کہ اجی کھانا تو خود تبرک ہے نعمت ہے جس کو نہ ملتا ہو اس سے پوچھے کہ کیسا تبرک ہے۔

ملفوظ (۳۱۸) قصباتی مخلص کا اپنے سے سلوک

جھنجھانہ سے بہلی پر سوار ہو کر رخصت ہوئے تو راستہ میں ایک قصباتی مخلص نے فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ حضور کو یہیں رکھ لیں ہنس کر فرمایا کہ ہاں ایک ولائتی نے تو پیر کو رکھا تھا اس طرح کہ اس کو قتل کر دیا اور کہا کہ اچھا ہے ہمارے ہی یہاں حضرت کا مزار ہو۔

ملفوظ (۳۱۹) سفر بلا وعظ سے ناگواری

فرمایا کہ مجھے تو سفر میں کام بہت کرنا پڑتا ہے ورنہ سفر ہے بڑی فرحت کی چیز لیکن کسی سفر میں اگر وعظ نہیں ہوتا تو میرا جی بھلا نہیں ہوتا کہ اتنا وقت بیکار ہی گیا اگر وعظ ہو جاتا ہے تو خیر! یہ تسلی ہو جاتی ہے کہ کچھ تو کام ہو گیا۔

ملفوظ (۳۲۰) دیہات میں وعظ کی ضرورت

فرمایا کہ میرا مدتوں سے یہ خیال ہے کہ دیہات میں وعظوں کا اہتمام ہو وہاں کے لوگ بہت جلد حق کو قبول کرتے ہیں ان کو اس سے بہت نفع ہو کچھ وعظ خاص طور سے دیہات ہی میں جاجا کر کہا کریں اور نذرانہ بالکل نہ لیں نہ کسی کی دعوت قبول کریں اس کا بہت اثر ہوتا ہے ان بیچاروں کیلئے سادے سادے وعظ ہی کافی ہیں بہت لمبے چوڑے اور مدلل مضامین کی ضرورت نہیں۔

ملفوظ (۳۲۱) محبت حق پیدا کرنے کا اہتمام

احقر نے حضرت کے حسن تعلیم کے تذکرہ میں عرض کیا کہ ایک مرتبہ احقر کی والدہ نے شکایت تحریر کی تھی کہ ادھر ادھر کے خیالات بچپن کے واقعات ذکر کے وقت ذہن میں آیا کرتے ہیں جن سے سخت پریشانی ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا تھا کہ کہہ دیجئے گا کہ ان کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح امور کے خیالات غنیمت ہیں اگر ان سے دل خالی ہو جائے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگتے ہیں یہ مباح خیالات وقایہ ہیں معاصی کے خیالات کے لیے۔ البتہ جب حق تعالیٰ ذکر کا غلبہ نصیب فرمائیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔ اس کو سن کر حضرت نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہیں مباح خیالات یا وساوس کے متعلق کہا کرتا ہوں کیونکہ یہ سب گزری ہوئی کہتا ہوں۔ استدلالی طور پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طور پر کہتا ہوں کیونکہ یہ سب حالتیں خود مجھ پر گزر چکی ہیں۔ ورنہ مبتلا کو تسلی نہیں ہو سکتی تھی میں تو اب اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ سب عقبات کی سیر کرادی۔ ایک مخالف سے ایک شخص نے باطن کے متعلق مشورہ لیکر کہا کہ تسلی اگر چاہتے ہو تو وہاں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دینے میں اس شخص کو خاص مہارت عطا فرمائی ہے ویسے محض تحقیق کرنا ہو تو چاہے جہاں جاؤ پھر فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحب کا رنگ ہے وہاں کی برابر کہیں تسلی دیکھی ہی نہیں گئی اور واقعی اس سے جس قدر جلد سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا۔ اور اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ الحمد للہ! مجھ کو محبت حق پیدا کرانے کا بہت اہتمام رہتا ہے۔

ملفوظ (۳۲۲) سواری میں بائیں طرف سہولت

فرمایا کہ میں بہلی یا گاڑی وغیرہ میں ہمیشہ بائیں طرف بیٹھتا ہوں اس سے راحت ملتی ہے نہ معلوم کیا وجہ ہے پھر فرمایا کہ قلب بائیں طرف ہے گو اطباء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کہ بیچ میں ہے اور کہتے ہیں کہ جو حرکت بائیں طرف ہوتی ہے وہ پھیپھڑے کی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گو قلب بیچ میں ہو لیکن اثر وغیرہ بائیں طرف سے ہوتا ہو پھر فرمایا کہ اسی طرح سونے میں اگر میری بائیں طرف چارپائیاں ہوں تو تکلیف ہوتی ہے اور اگر دائیں طرف ہوں تو کچھ نہیں سواری سے اترنے میں بھی بائیں طرف سہولت ہوتی ہے۔

ملفوظ (۳۲۳) ادب کم محبت زیادہ

فرمایا کہ ان اطراف میں ادب تعظیم تو کم کرتے ہیں لیکن محبت زیادہ ہے اس طرف کے عوام بھی کسی قدر مردم شناس ہیں عقل اللہ تعالیٰ نے زیادہ دی ہے۔

ملفوظ (۳۲۴) چشتیت ونقشبندیت میں موازنہ

فرمایا کہ چشتیہ میں نسبت عشقیہ غالب ہے اتباع محض پر نقشبندیہ میں اتباع غالب ہے نسبت عشقیہ پر چشتیہ میں گویا ایک سپاہی مسلط ہے۔ نسبت عشقیہ کا (اوامر ونواہی بجالانے کیلئے) چشتیہ میں تو رات دن مرنا کھپنا جلنا کھلنا خاک میں ملنا شورش زیادہ ہے۔

''غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد''۔ علوم نقشبندیہ نے دقیق دقیق ظاہر کئے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں ابتداء چشتیت سے ہوتی ہے اور انتہا نقشبندیت پر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں اخیر میں سادگی آجاتی ہے نسبت میں مشابہ نقشبندیہ کے اور سہروردیہ میں اوراد زیادہ ہیں سلف کا سا طریقہ ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف عوارف المعارف بڑی پاکیزہ نفیس کتاب ہے بڑی تسلی ہوتی ہے (حضرت اس کا ترجمہ فرما رہے ہیں) بعضوں نے لکھا ہے کہ ان کے زمانہ میں ان کی برابر کوئی بزرگ نہیں تھا۔ پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ میں حضرت غوث پاک کی برابر میں کسی کی شہرت نہیں خوارق بہت زیادہ ہوتے تھے کھلے کھلے۔

ملفوظ (۳۲۵) عزت کا تھکنا، مرید کی مثال

ٹٹو کی سواری کا ذکر تھا کہ کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ فرماتے کہ پیدل بھی آدمی تھکتا ہے اور کرایہ کے ٹٹو پر بھی تھکتا ہے لیکن ٹٹو کا تھکنا عزت کا تھکنا ہے اور پیدل کا تھکنا ذلت کا تھکنا ہے۔

پھر فرمایا کہ پیدل میں آدمی بہت تھکتا ہے بہ نسبت ٹٹو کے۔ کیونکہ پیدل میں تو اس کا سارا بوجھ اس کی ٹانگوں پر رہتا ہے اور پھر چلنا بھی پڑتا ہے اور ٹٹو کی سواری میں اس کا سارا بوجھ ٹٹو پر ہی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ٹٹو کے سوار کے مشابہ مرید ہوتا ہے۔ کہ بوجھ تو سارا پیر ہی پر ہے گو کچھ مشقت مرید کو بھی پڑتی ہے۔

ملفوظ (۳۲۶) نقشبندیہ کی توجہ کا اثر

فرمایا کہ نقشبندیہ کی توجہ میں ایک ٹھنڈک سی محسوس ہوتی ہے۔ حرارت نہیں ہوتی۔ میں مولانا رفیع الدین صاحب کے حلقہ توجہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ کچھ طالب علموں کے اصرار سے توجہ دیا کرتے تھے چونکہ عمر زیادہ ہوگئی تھی توجہ کے تعب سے بیمار پڑ گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے جب معلوم ہوا تو منع فرمایا کہ یہ لوگ پڑھنے آئے ہیں یا درویشی کرنے۔ پھر فرمایا کہ توجہ کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ شیخ سے علیحدہ ہونے پر وہ کیفیت نہیں رہتی۔ ایک بار فرمایا کہ توجہ سے جو اثر پیدا ہوتا ہے اس کا حال کرایہ کے ٹٹو کا سا ہے۔ کہ ہانکتے رہو تو چلتا رہے اور جہاں چھوڑا بس رک گیا۔

ملفوظ (۳۲۷) فراست، کشف اور عقل میں فرق

فرمایا کہ فراست جس سے طالب کے امراض باطنی معلوم ہوجاتے ہیں وہ کشف معلوم ہے کشف تو یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص راستہ میں آرہا ہے اس کو یہیں بیٹھے دیکھ لیا اور پھر بعد میں وہ آ بھی گیا فراست دل کو گواہی دینے کو کہتے ہیں یہ کشف نہیں ہے بلکہ اسکو الہام کہنا زیادہ مناسب ہے۔ فراست اور عقل باہم مشابہ ہیں عقلاء کو بھی عقل کے ذریعہ سے باتیں معلوم ہوجاتی ہیں لیکن عقل اور فراست میں فرق ہے کیونکہ عقل اسباب ظاہری سے استدلال کرتی ہے بخلاف فراست کے۔

ملفوظ (۳۲۸) کشف وغیرہ کمال عبادت کے مواقع ہیں

فرمایا کہ کشف کیلئے ریاضات و تقلیل لذات ضروری ہے ریاضات و تقلیل لذات سے یبس پیدا ہوتا ہے اور یبس سے اخلاط میں نورانیت پیدا ہو کر کشف ہونے لگتا ہے جنون سے کشف ہونا شرح اسباب میں لکھا ہے اور میں نے خود بھی ایک مجنونہ کو کشف ہوتے دیکھا ہے جب اس کا علاج پورا ہوگیا

تو کشف بھی جاتا رہا پھر فرمایا کہ کشف وغیرہ یہ سب اکثر موانع ہو جاتے ہیں کمال عبادت کے کیونکہ اس میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے مختلف قسم کے حالات کا دل میں ہجوم رہتا ہے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کا وقت عوام ہجوم کر کے بہت ضائع کرتے ہیں ایک صاحب تھے جن کو توجہ کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی تھی کہ فلاں شخص کے معاملہ میں کیا ہونے والا ہے۔ اب رات دن لوگ یہی پوچھا کرتے تھے کہ میرے مقدمہ میں کیا نتیجہ ہوگا۔ فلاں مریض کب اچھا ہوگا۔ فلاں بات کس طرح ہوگی اب یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ انکار کر دیا کریں۔ مروت میں آ کر اور دل شکنی کے خیال سے ہر شخص کے معاملہ کی بابت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اس کے معاملہ میں کیا ہونے والا ہے ان کا وقت اسی میں جاتا تھا اگر کسی کو کشف نہ ہوتا ہو تو وہ صاف عذر کر سکتا ہے کہ بھائی مجھ کو کشف نہیں ہوتا یہ سب موانع کمال عبادت وصفاء وقت کے ہیں ان سب سے دعا اچھی۔ میں تو سچ کہتا ہوں جو دعا دل سے کی کبھی نہیں یاد کہ وہ قبول نہ ہوئی ضرور قبول ہوتی ہے اگر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اس میں اپنی کوتاہی ہوتی ہے میں نے تو ہمیشہ تجربہ کیا ہے۔

ملفوظ (۳۲۹) دعاء معین تدبیر ہے

فرمایا کہ چونکہ میں دعا کو معین سمجھتا ہوں تدبیر کا۔ اسلئے جس کو کام میں مشغول دیکھتا ہوں خود بخود جی سے دعا نکلتی ہے ورنہ دو تین مرتبہ دعا کر کے بس قرض سا اتار دیا۔

ملفوظ (۳۳۰) التجاء سے شرم اور امتیاز سے انقباض

چونکہ شاملی سے آتے ہوئے عیدگاہ کے قریب سے ریل گذرتی ہے جس سے خانقاہ بہت ہی قریب ہے مشورہ ہوا کہ کوئی مسلمان ملاقاتی گارڈ ہو تو اس سے عیدگاہ کے قریب تھوڑی سی دیر کے لئے گاڑی ٹھہرانے کیلئے کہا جائے فرمایا کہ گارڈ سے اسٹیشن آنے کے قبل گاڑی ٹھہرانے کیلئے کہنا جائز ہے کیونکہ کمپنی کا اس میں کچھ بھی ضرر نہیں لیکن التجا کرتے شرم آتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ امتیاز کی بات سے طبیعت منقبض ہوتی ہے۔ ریل کی مناسبت سے یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ احقر بھی ہواخوری کیلئے جا رہا تھا راستہ میں ریل گذری احقر ریل کو اور اس کی سواریوں کو دیکھ رہا تھا لیکن حضرت نے اپنا سر سواریوں کی طرف سے جھکا لیا۔ احقر کے استفسار پر فرمایا کہ مجھے سواریوں کی طرف دیکھنے سے شرم سی آتی ہے اسلئے جب کبھی ایسا موقعہ ہوتا ہے میں آنکھیں نیچی کر لیتا ہوں۔

۴ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ یوم شنبہ

ملفوظ (۳۳۱) سفر میں بیعت نہ کرنے کی حکمت

حال میں ایک قصہ ہوا جھنجھانہ کے سفر میں ایک بی بی صاحبہ حضرت سے بیعت ہوئیں۔ شب ہی سے آثار جنون شروع ہوگئے کہ ان کی طبیعت پہلے ہی سے خراب تھی یوں کہا کرتی تھیں کہ میں اپنی طبیعت کو اس طرح سنبھالتی رہتی ہوں جیسے کوئی چوڑی کو سنبھال سنبھال کر رکھتی ہو کہ کہیں ٹوٹ نہ جائے لیکن اس حالت کی اطلاع حضرت کو کسی نے نہیں کی۔ حضرت نے بوجہ اصرار کے بیعت کرلیا آج ان کی اس حالت کو اطلاع حضرت کو کرائی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ یقینی بات ہے کہ مجھ کو خاص طور سے اطلاع اس وجہ سے کی گئی ہے کہ مجھ کو اس حالت کو ذمہ دار سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نہ معلوم کہ کیا بتلا گیا ہوگا جو یہ حالت ہوگئی حالانکہ یہ مرض دماغی ہے جس کے آثار پہلے سے موجود تھے اس کو طبیب سے رجوع کرنا چاہیئے تھا لیکن یہ لوگ اس کو اگر محض مرض سمجھتے تو اول طبیب سے رجوع کرتے۔

پھر فرمایا کہ دیکھئے میں اسلئے بیعت میں تعجیل کو مناسب نہیں سمجھتا بالخصوص سفر میں جہاں موقعہ بھی دریافت حال کا نہیں ملتا۔ ورنہ میں جب تک یہ معلوم نہیں کرلیتا کہ اس کی صحت اور قوت دماغی کیسی ہے بیعت نہیں کرتا اور اگر کسی مرض کی شکایت معلوم ہوئی تو پیشتر اس کو طبیب کے سپرد کرتا ہوں جب تک طبیب کا سرٹیفکیٹ نہیں مل جاتا گو زبانی ہی ہو کہ اب صحت ہے تب تک اس کو بیعت کرتا ہوں نہ کچھ بتلاتا ہوں لیکن بعض جگہ تعلقات ایسے ہوتے ہیں اور اصرار اس قدر ہوتا ہے کہ میں مغلوب ہوجاتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بے مروت ہے بے مروت ہے۔

اب دیکھئے میں ان تجربوں پر خاک کہاں سے ڈالدوں۔ گو یہ واقعہ یاد نہ رہے لیکن اس کا اثر تو ضرور رہے گا کہ میں اب اور بھی احتیاط کرنے لگوں گا۔ ان بی بی صاحبہ کے صاحب زادہ کا نام لے کر فرمایا کہ ان کو مجھے اطلاع کردینی چاہیئے تھی کہ ان کی یہ حالت ہے اب محلہ بھر میں یہی ہوگا کہ مرید ہونے کا یہ اثر ہوا کیونکہ لوگ سبب قریب ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں مسبب کو مرید ہونے کے بعد یہ حالت ہوگئی اس لئے یہی سمجھیں گے کہ مرید ہونے ہی سے یہ ہوا حالانکہ مرض کے آثار پہلے سے موجود تھے اس سے طریق بدنام ہوتا ہے اور جو بدعتی وہاں پیر مریدی کرتے ہیں انہیں اور بھی موقعہ بہکانے کا ملے گا کہ دیکھا وہاں مرید ہوئی تھی یہ نتیجہ ہوا۔

دیکھئے! تعجیل میں دین کے یہ ضرر ہیں انہیں وجوہ سے میں بیعت کرنے میں سختی کرتا ہوں

لوگ سمجھتے نہیں۔

ملفوظ (۳۳۲) قادیانی کی گستاخی

فرمایا کہ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہایت کھلی کھلی گستاخی کرتا ہے کہتا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

کہتا تھا کہ عمل الترب میں حضرت عیسیٰ نے بہت مشق کی تھی۔ اگر میں بھی کرتا تو ان سے بھی بڑھ جاتا نعوذ باللہ۔

ملفوظ (۳۳۳) زمین میں قوت برقیہ

فرمایا مسمریزم کو عمل الترب کہتے ہیں کیونکہ زمین میں قوت برقیہ ہے بعض حکماء اسی کے ذریعہ سے کلکتہ کا حال یہیں سے بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیتے تھے۔ بلا تار کے جو خبر رسانی کا ذریعہ نکلا ہے وہ بھی یہی قوت برقیہ ہے جو زمین میں ہے۔

چهار شنبه

ملفوظ (۳۳۴) اخبار بینی کی بلاء

کچھ جنگ کے متعلق اخبار بینی کا تذکرہ تھا فرمایا کہ آج کل ایسے قصوں کا بڑا مشغلہ ہے الحمدللہ ہمارے یہاں کوئی قصہ نہیں ان فضول تذکروں میں کیوں اپنا وقت ضائع کیا جائے اپنے کام میں لگنا چاہیے اخبار بینی وغیرہ سے کوئی نتیجہ نہیں آج کل اہل علم بھی بعضے اس بلا میں مبتلا ہیں۔ مجلس ہوتی ہے لوگ آتے ہیں کہ فلانی خبر ہے فلاں اخبار میں یہ واقعہ درج ہے بھلا ان قصوں سے کیا نتیجہ کوئی نفع نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ دنیا کا بھی نفع نہیں فرمایا کہ جی بلکہ دنیاوی ضرر ہے پھر فرمایا کہ شغل ہے جی اور کچھ نہیں کوئی مقصود نہیں وقت بھی پورا کریں۔ کسی طرح پیشتر بھی اکثر فرما چکے ہیں کہ ہمیں تو اس جنگ کی طرف نظر رکھنی چاہیے جو ہمارے باطن میں روح و نفس میں برپا ہے پھر فرمایا کہ مجھے حکایات و روایات سے سخت نفرت ہے لوگ خواہ مخواہ ادھر ادھر کے قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں اور میرا وقت ضائع کرتے ہیں میں بعض مرتبہ مروت میں کچھ کہتا نہیں کام کی باتوں میں لگنا چاہیے میرے سامنے کوئی جنگ وغیرہ کے حالات چھیڑتا ہے تو میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ بس جناب۔

ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم

از ما بجز حکایات مہر و وفا مپرس

کام کی باتیں کیجئے ان فضول قصوں سے کیا حاصل۔

(فائدہ) لا یعنی باتوں سے احتراز کر کے ضروری کاموں میں لگنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔

ملفوظ (۳۳۵) جانبین کی راحت

ایک صاحب بلا اطلاع بغرض زیارت تشریف لائے حضرت مرادآباد کے سفر کا تہیہ فرما چکے تھے فرمایا کہ کیا کہیے ایسے وقت میں آئے ہیں۔ میں کل جانیوالا ہوں۔ اسی واسطے اکثر میرا معمول ہے کہ آنے والے کو جب کہ مجھ کو پہلے سے اس کے آنے کی اطلاع ہو جائے لکھا دیتا ہوں کہ پہلے آنے کی تاریخ لکھ کر قیام کی بابت دریافت کر لو اور اگر کوئی شخص خود اپنی آمد کی تاریخ متعین نہیں کرتا۔ بلکہ اس طرح دریافت کرتا ہے کہ فلاں ہفتہ یا فلاں مہینہ میں یا فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک قیام رہے گا یا نہیں تو اس کا جواب یہ دیدیتے ہیں کہ تم مجھ کو اتنے دن کیلئے کیوں مقید کرتے ہو خود تو آزاد رہے کہ اس درمیان میں جب چاہیں گے چلے جائیں گے اور دوسرے کو خواہ مخواہ مقید کر دیا کہ اب وہ اتنے دنوں تک کہیں نہیں جا سکتا خواہ کیسی ہی ضرورت پیش آجائے یہ دوسرے کو خواہ مخواہ تنگی میں ڈالنا ہے دوسرے کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھنا چاہیے اپنے کو مقید کر دو دوسرے کو کیوں مقید کرتے ہو اسی طرح اگر کوئی بہت پہلے سے اپنی تاریخ آمد کی اطلاع دیتا ہے تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ آنے سے ایک ہفتہ پہلے میرے قیام کی بابت مکرر تحقیق کر لیجئے گا۔

(فائدہ) یہ سب امور دستور العمل بنانے کے قابل ہیں کہ جانبین کی سہولت و راحت اسی میں ہے۔

ملفوظ (۳۳۶) صفائی معاملات

احقر کو قیام کیلئے اپنے تصنیف کے کمرہ کے مقابل جو کمرہ ہے وہ مرحمت فرمایا ہے قبل حاضری اطلاع فرما دی تھی کہ ضروری درستی میں مختصر سا صرف ہوگا پھر بعد درستی مطلع فرمایا کہ ضروری درستی میں دو روپیہ صرف ہوئے ہیں اگر لپائی اور پوتائی بھی کرائی ہو تو ایک روپیہ زائد۔ ورنہ صرف دو روپیہ بھیجد یجئے۔

احقر نے تین روپیہ ارسال خدمت کر دیئے لیکن صرف لپائی کر لی گئی یعنی مٹی لہسوا دی سفیدی چونکہ ایسی زیادہ ضروری نہ تھی۔ اس کو احقر کی حاضری تک ملتوی رکھا۔ حاضری پر فرمایا کہ آٹھ آنہ آپ کے بچے ہیں مٹی تو لہسوا دی گئی اور وہ اس وجہ سے ضروری تھی کہ کوئی کنکھجورہ وغیرہ سوراخوں سے نہ نکل آئے۔ اب سفیدی آپ کی رائے پر ہے۔ احقر نے سفیدی کی ضرورت نہیں سمجھی۔ فرمایا کہ جی ہاں کچھ ضرورت نہیں۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ آپ جس غرض سے آئے ہیں اس میں تو بے چونی کی کیفیت ہونی چاہیے پھر کیوں چونہ پھرایا جائے۔

شام کو ایک پرچہ پر تفصیل صرف لکھ کر اور بقیہ آٹھ آنے اس میں لپیٹ کر احقر کے پاس بھجوا دیئے۔ چونکہ یہ دونوں کمرے بالا خانہ پر ہیں اور موری کے قبل تک جو شخص کسی خاص بات کے کہنے کیلئے حضرت کے پاس آنا چاہتا تھا تو احقر کے کمرہ سے ہو کر جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت کے کمرہ کی طرف کا زینہ حضرت اندر سے بند فرما لیتے ہیں۔ اب اس طرف سے آنے کی بھی حضرت نے سب کو ممانعت فرما دی اور احقر سے فرما دیا کہ آپ اندر کی کنڈی لگا دیا کیجئے اور تجویز فرمایا کہ اب جو کوئی میرے پاس آنا چاہے دوسرے زینہ سے ہو کر آیا کرے۔ چونکہ حضرت بھی زینہ کی کنڈی اندر سے لگا کر کمرہ پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اسلئے بعض نے یہ رائے دی کہ اس میں زحمت ہے مناسب یہ ہے کہ خواجہ صاحب (احقر) خود اپنے زینہ کی کنڈی نہ لگایا کریں اور چونکہ بہت کم کسی کے اوپر آنے کا اتفاق ہوتا ہے اس لئے کچھ ایسا حرج بھی احقر کا اس آنے جانے سے نہ ہوگا۔

مگر حضرت نے فرمایا کہ جب کنڈی کھلی رہے گی تو لوگوں کے آنے کا احتمال تو ہر وقت ہی رہے گا۔ اس سے خواجہ صاحب کو یکسوئی نہ رہے گی۔ لہذا حضرت نے یہ تجویز فرمایا کہ کوئی بری اور بھدی آواز کی گھنٹی لگالی جائے۔ نیچے سے آنے والا رسی کھینچ کر اس کو ہلا دے اور میں یا تو اوپر ہی سے باتیں کر لوں یا اگر ضرورت ہو تو خود نیچے اتر کر زینہ کی کنڈی کھول دوں۔ حضرت کو اس زحمت سے بچانے کیلئے بعضوں نے کہا کہ آخر طالب علم پڑھتے پڑھاتے ہی رہتے ہیں۔ ایک طالب علم وہیں نیچے بیٹھا ہوا پڑھتا رہے اور کنڈی بجائے اندر کے باہر سے لگا دی جایا کرے لیکن اس کو بھلا کس طرح منظور فرماتے کیونکہ ہر وقت یہی خیال چین نہ لینے دیتا کہ ایک شخص نیچے گھرا ہوا بیٹھا ہے۔ پھر احقر کی اس عرض پر کہ نیچے اتر کر کنڈی کھولنے میں زحمت ہوگی۔ فرمایا کہ جسمانی تعب تو جو کچھ ہو میں برداشت کر سکتا ہوں لیکن

روحانی کلفت برداشت نہیں ہوتی۔

چنانچہ اخیر رائے گھنٹی کی طے پائی صفائی معاملات کی ملاحظہ فرمائیے بے تکلف احقر سے فرمایا کہ چونکہ یہ انتظام آپ کے سبب سے کیا گیا ہے اسلئے جو کچھ دو چار پیسے گھنٹی کی قیمت ہو وہ آپ دے دیجئے گا۔

ایک بساطی کے یہاں سے نہایت بدشکل بدآواز لوہے کی گھنٹی جو اونٹوں کے گلے میں ڈالی جاتی ہے منگوائی گئی۔ اس کی دکان پر اس قسم کی وہی ایک گھنٹی تھی جس کے بکنے کی کوئی امید نہ تھی اس نے از خود بلا قیمت بھجوادی۔ حضرت نے فرمایا بھی کہ نہیں کچھ قیمت تو ضرور دینی چاہیے۔ لیکن بساطی نے کہہ دیا تھا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں مفت نذر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر اس سے سوال تو کیا نہیں گیا بے چارہ خوشی سے دیتا ہے لے لی جائے۔ پھر فرمایا کہ گھنٹہ ہونے کی حیثیت سے تو کوئی ثواب نہیں لیکن جس غرض سے یہ منگوائی گئی ہے اس کا ثواب اس کو ضرور ملے گا۔

احقر کے کمرہ سے ہو کر جانے کا راستہ بند ہونے کے بعد ایک طالب علم ایک دفعہ زینہ کے کواڑ کھلے ہوئے دیکھ کر حضرت کے پاس اسی کمرہ سے ہو کر پہنچ گئے تو بہت خفا ہوئے اور احقر سے بوقت نماز ظہر فرمایا کہ جب اوپر جایا کیجئے تو اندر کی کنڈی لگا دیا کیجئے اور جب باہر آئے تو باہر کی کنڈی میں تالا لگا دیا۔ اس میں احتیاط بھی رہے گی اور یہ لوگ (طالب علم وغیرہ) بھی اس مصیبت (یعنی خفگی) سے بچے رہیں گے۔

فائدہ: صفائی معاملات وشفقت وایثار وحسن انتظام اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے۔

ملفوظ (۳۳۷) کراماً کاتبین سے میل پیدا کر لیجئے

احقر کاغذ پنسل لیے مسجد میں موجود تھا اور جو بات زبان فیض ترجمان سے نکلتی تھی اس کو قلم بند کرتا جاتا تھا۔ ہنس کر فرمایا کہ اوروں پر صرف فرشتے ہی مقرر ہیں مجھ پر آدمی بھی مقرر ہیں جب اس قول کو بھی میں قلم بند کرنے لگا تو بہت ہنس کر فرمایا کہ کیا اس کو بھی لکھ لیجئے گا یہ تو کیا اس کہانی ہوگئی۔ آپ تو کراماً کاتبین سے کسی طرح میل پیدا کر لیجئے محنت نہیں پڑے گی۔ بس نامہ اعمال ان سے لے لیا اور نقل کر کے پھر حوالہ کر دیا۔

پھر فرمایا کہ آپ کا لکھنا تو کراماً کاتبین سے بھی زیادہ جامع ہوگا کیونکہ وہ دوسرے کے اقوال

تو نہیں لکھتے اس کے اقوال اس کے نامہ اعمال میں ہوتے ہیں ۔ آپ تو مختلف لوگوں کے واقعات بھی میرے ہی دفتر میں لکھتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا اس پر یہ جواب دیا گیا وہ تو دوسرے کے واقعات سے جوڑ نہیں لگاتے آپ تو جوڑ بھی لگاتے ہیں ۔

فائدہ: مزاح مسنون سے حضرت ہمیشہ ذاکرین شاغلین کو مسرور فرماتے رہتے ہیں ۔ تاکہ پھر ذکر وشغل کے لئے تر وتازہ ہو جائیں ۔ حضرت کی پر لطف صحبت سے اضمحلال وملال فورا دور ہو کر طبیعت پھر ذکر وشغل کیلئے آمادہ ہو جاتی ہے ۔ اس جگہ جی چاہتا ہے کہ چند پر لطف مزاح کے واقعات یاد سے نقل کروں ۔

ملفوظ (۳۳۸) چند پر لطف مزاح کے واقعات

ایک صاحب جن کو حق تعالٰی نے بڑھاپا میں علم دین کا شوق عطا فرمایا ہے حضرت سے تفسیر جلالین شریف پڑھتے ہیں ایک موقعہ پر کسی بات کے نہ سمجھنے پر انہوں نے معذرت عرض کیا کہ یہ میری جہالت ہے حضرت نے فورا کس لطف کے ساتھ ان کی تسلی فرمائی ۔

''کہ جی نہیں جہالت کیوں ہوئی جہ حالت ہے (یعنی کیسی اچھی حالت ہے)'' ۔

تسلی تو اس بلیغ عنوان سے فرماتے ہیں کہ مایوس کی ڈھارس بندھ جاتی ہے اور تسلی محض الفاظ ہی کی نہیں ہوتی ۔ بلکہ جو بات فرماتے ہیں یا لکھتے ہیں اس کو مخاطب اپنے اندر حالاً بھی موجود پاتا ہے اور صدق کا مشاہدہ کر لیتا ہے ۔

؎ وعدہا باشد حقیقی دلپذیر

ایک بار احقر نے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ صفائی باطنی حضور کی صحبت سے لے کر جاتا ہوں مکروہات دنیا میں پہنچ کر پھر سب غت ربود ہو جاتی ہے فورا فرمایا کہ جی کیا مضائقہ ہے آپ اپنے کپڑے میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی انہیں دھو دیتا ہے آپ پھر میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی انہیں پھر دھو دیتا ہے ۔

ایک بار میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک تو مریض ہوتا ہے معمولی زکام، کھانسی جاڑہ بخار کا ۔ اور ایک ہوتا ہے تپ دق کا مریض ۔ احقر تپ دق کا مریض ہے اور بہت زیادہ توجہ کا محتاج ۔ فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو نسبت باطنی ہے کیونکہ نسبت باطنی بھی تپ دق کے مشابہ ہوتی ہے جو گوشت پوست ہڈیوں تک میں سرایت کر جاتی ہے ۔ یہی خاصہ تپ دق کا ہے ۔ ایک بار عرض کیا کہ حضرت قلب عجب ڈانوڈول

حالت میں رہتا ہے فرمایا کہ اصلی قلب تو آپ ہی کا ہے کیونکہ قلب تو اسی کو کہتے ہیں جو ایک حالت پر نہ رہے ایک عریضہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے تحریر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا۔

چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بیں

ایک صاحب نے اپنی حالت تحریر کی تھی جس میں تلوین کی شکایت درج تھی۔ بلیغ جواب تحریر فرماتے ہیں۔" کہ مجموعی حالت قابل شکر ہے جس کے سب اجزاء ایک ہی دریائے محبت کی موجیں ہیں جن کی حرکت بھی پر بہار اور سکون بھی موجب قرار مبارک۔ دل و جان سے دعا کرتا ہوں اطمینان سے کام میں لگے رہیئے۔"

ایک شخص کو تحریر فرمایا تھا سب حالات محمود ہیں صرف تلوین کا تمکین سے مبدل ہونا باقی ہے سوانشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ہو کر رہے گا۔ ہانڈی میں کیسے کیسے جوش اٹھتے ہیں اور یہ سب علامات ہیں اس کے قطع منازل کی تکمیل کی طرف۔

پھر آخر میں خود کیسا سکون ہو جاتا ہے یہ اس کی تمکینی حالت ہے ؎

کلبہ احزاں شود روزے گلستان غم مخور

خالی گانا بطور خود تنہائی میں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کچھ مضائقہ نہیں۔ ع

کہ نوشید د جوشید و مستی کنید

اس شخص کے خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ حضور کے تذکرہ میں اپنے باطنی حالات بھی کہہ ڈالتا ہوں جو بحیثیت اظہار اسرار کے مضر ہے اس کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ کسی نا کارہ کے تذکرہ میں اگر اپنا اظہار حال ہو جائے تو چونکہ بقصد نہیں اس لئے مذموم نہیں ؎

کہ عشق و مشک رانتواں نہفتن

اسی شخص نے ایک مرتبہ عدم انضباط اوقات کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ میں حالت موجودہ ہی میں آپ کو کامیابی کی بشارت دیتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہرگز محروم نہ رہیں گے میرے اس قول کی دلیل ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود — کہ عنایت با تو صاحب سر بود

کوئے نامیدی مرو کامید ہاست — سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست

ایک عریضہ کے اخیر میں طوالت عریضہ کی معذرت چاہی تھی تو تحریر فرمایا کہ کہیں طول زلف محبوب بھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ مولوی ظفر احمد صاحب ہمشیرہ زادہ کو حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی خط پہنچا وہ بات ختم ہوئی کچھ خیال نہ کریں میں نے آئندہ ہی کیلئے اطلاع کی تھی نہ کہ گذشتہ کا اثر رہنے کا اظہار کیلئے۔ امراض باطنیہ کے معالجہ شروع کر دینے سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ مدد فرمائے برخوردار اپنی حالت کو نہ دیکھو کرم حق کو دیکھو حالت تو کسی کی بھی کامیابی کیلئے کافی نہیں اطمینان رکھو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی یقینی ہے۔

احقر ڈپٹی کلکٹر کے امتحان کی مصیبت میں تھا چونکہ دلچسپی نہ تھی اس لئے کامیابی نہایت دشوار تھی ایک عریضہ میں پریشانی کا اظہار کیا تو تحریر فرمایا کہ ہمت نہ ہاریئے دلجمعی کے ساتھ گو ناگوار ہو کوشش کیجئے ۔

حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیے تا کہ اہل دنیا کی نظر میں ذلت نہ ہو۔ اس مردار دنیا کو حاصل کرنے کے بعد چھوڑنا چاہیے۔ تارک الدنیا ہونا چاہیے نہ کہ متروک الدنیا۔ اگر آپ نے امتحان پاس نہ کیا تو آپ ڈپٹی کلکٹری کو کیا چھوڑیں گے خود ڈپٹی کلکٹری ہی آپ کو چھوڑ دیگی محض حضرت کی دعا کی برکت تھی کہ احقر باوجود قطعی مایوسی کے کامیاب ہو گیا۔ اور ایک ماہ قبل نتیجہ کے حضرت مسجد میں بعد عشاء لیٹے ہوئے تھے آنکھ لگ گئی احقر کو یاد فرمایا حاضر ہوا فرمایا کہ گو پہلے کہنے میں کرکری ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا اس لئے کہے دیتا ہوں کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ گو ایک مضمون میں بہت کم امید تھی لیکن ایسا معلوم ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پاس ہونے کے لائق نمبر آ گئے ہیں چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ خواب بیان کر کے فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ آپ پاس ہو جائیں پھر چھوڑنے نہ چھوڑنے کا اختیار ہوگا۔ ترک ملازمت کیلئے بہت مرتبہ عرض کیا لیکن کبھی مشورہ نہیں دیا بلکہ اکثر یہ شعر فرما دیا۔

چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش　　چوں کشاید چابک و برجستہ باش

اخیر میں تبدیل محکمہ کا مشورہ دیا۔ اکثر فرمایا کہ اگر کوئی شخص ناجائز نوکری میں مبتلا ہو تو اس کو یک لخت ملازمت ترک نہ کر دینا چاہیے بلکہ کسی اور ذریعہ معاش کے فکر میں رہے اور جب کوئی حلال

ذریعہ میسر آجائے فوراً چھوڑ دے اس سے پہلے ایسا ہرگز نہ کرے کیونکہ اب تو ایک ہی بلا میں مبتلا ہے جب کوئی ذریعہ معاش نہ رہے گا تو سینکڑوں بلاؤں میں مبتلا ہو جائے گا۔

ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ

اگر برابر حلال ذریعہ کے فکر میں رہے گا اور توبہ استغفار کرتا رہے گا تو امید ہے کہ مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ ایک عریضہ میں احقر نے کچھ خاص حالات لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو اپنے مرض کے اظہار کی بھی قابلیت نہیں۔ خداوند تعالیٰ خود حضور پر میرے امراض روشن فرمادیا کرے تاکہ حضور خود اصلاح فرماتے رہیں اس عریضہ کے جواب میں سے جتنا زبانی اس وقت یاد ہے نقل کرتا ہوں آپ کا خط آیا حرفاً حرفاً پڑھا بہت لذت آئی پس لکھنے والے کو لکھتے وقت کیا کچھ لذت آئی ہوگی۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تو نے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

یہ سب نیز یگاں حضرت عشق طال بقاءہ کی ہیں۔ خیر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں نوشید وخروشید۔ سب فال نیک ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح۔

تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود

آپ بیکار فکروں میں نہ پڑے۔

من غم تو میخورم تو غم مخور برتو من مشفق ترم از صد پدر

اس جگہ جی چاہتا ہے کہ ایک اور نفیس ولطیف تحریر حضرت کی جس میں مضمون تسلی بھی موجود ہے ہدیہ ناظرین کردوں جو احقر کے اس عریضہ کے جواب میں حضرت نے بھیجی تھی۔ جس میں چند غزلیات تصنیف کر کے احقر نے ارسال خدمت کی تھیں اور اس تصنیف میں تضیع اوقات کی بھی شکایت کی تھی۔ نثر میں نظم کا لطف پیدا کیا ہے مجھ کو اس وقت وہ قول یاد آتا ہے جو ایک صاحب نے حضرت کے اس جواب کو سن کر کہا تھا کہ کسی کا خواہ کیسا ہی سوال ہو حضرت کا جواب ہمیشہ اس سوال پر غالب ہوتا ہے۔ واقعی نہایت سچی بات فرمائی وہ جواب یہ ہے۔ غزلنامہ جو کہ کشف استعداد فطری کے اعتبار سے ازل نامہ ہے پہنچ کر وجد وطرب میں لایا۔ خدا تعالیٰ آپ کے سب مقاصد پورے فرمائے۔ خیر اضاعت وقت میں بھی اطاعت بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبط اوقات کا اور ہو گیا خبط اوقات۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ ہوگا۔ علی سجاد صاحب

کا بھی ماشاء اللہ تعالیٰ سجادہ رنگین ہونے لگا۔ آشفتہ و آشفتہ کن اشرف علی۔

احقر نے اس کے جواب میں بحوالہ دیگر تحریرات عجیبہ لکھا کہ اس زمانہ میں اگر کسی کی تحریر و تقریر پر دریا کو کوزہ میں بند کرنا صادق آسکتا ہے تو وہ حضور کی جامع مانع تحریر و تقریر ہے۔ اس پر بھی ایسا لطیف جواب ارقام فرمایا جس سے اور بھی اس قول کی تصدیق ہوگئی تحریر فرمایا کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آتی ہیں۔

احقر نے اس جواب کو حضرت کی خدمت میں بوقت حاضری کسی موقعہ پر زبانی نقل کیا تھا۔ بعد کو حضرت کی کسی تقریر پر ایک صاحب نے نہایت تعریف کی تو فرمایا کہ جناب وہی بات ہے جو میں نے خواجہ صاحب کو لکھی تھی کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیز بھی بڑی نظر آتی ہے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ انہوں نے خوردبین سے کسی کے سر کا بال دیکھا تھا جس میں ایک باریک کیڑا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے موٹے موٹے منارہ پر بھیڑیا چڑھا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک تو محبت کی خوردبین ہوتی ہے جس سے چھوٹا ہنر بھی بڑا نظر آتا ہے اسی طرح ایک نظر خوردبین ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے چونکہ پچھلے ملفوظات سینکڑوں کی تعداد میں موقعہ موقعہ پر یاد آجاتے ہیں۔ اسلئے میں ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں کہ روزانہ کے مسلسل ملفوظات میں باوجود ضبط کے کچھ نہ کچھ پرانے ارشادات بھی شامل ہو ہی جاتے ہیں گو اکثر کو نظر انداز کر دیتا ہوں ورنہ روزانہ کے ملفوظات کی نوبت بھی نہ آئے خدا کرے پچھلے ملفوظات بھی سب یاد رہیں تا کہ ان کو علیحدہ قلم بند کر سکوں۔

ملفوظ (۳۳۹) تعویذ کا بار

ایک دیہاتی جوان شخص نے بذریعہ ایک اور صاحب کے ڈر کا تعویذ منگایا اور خود حضرت سے بہت دور مسجد کے باہر بیٹھا رہا۔ حضرت نے ان صاحب سے پوچھا کہ وہ شخص صاحب فرمائش کہاں ہے انہوں نے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ بھائی اس کو تو دو تعویذ چاہئیں۔ ایک تو اس ڈر کا جس کی شکایت ہے دوسرا اس ڈر کا کہ میرے پاس آتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ایک بار فرمایا کہ لوگ عجیب عجیب کاموں کیلئے تعویذ مانگا کرتے ہیں ایک پہلوان نے کشتی میں دوسرے پہلوان پر غالب آنے کیلئے تعویذ منگایا۔ میں نے کہا کہ اگر وہ بھی کسی سے تعویذ لکھا لے تو پھر کیا تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ تعویذوں کی بابت فرمایا کہ مجھے چار ورق کا خط لکھنا آسان لیکن چار سطر

کا تعویذ گھسیٹنا سخت شاق گذرتا ہے بات یہ ہے کہ تعویذوں کی موثریت کی بابت لوگوں کے اعتقاد میں بہت غلو ہے جو مذاق توحید کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے مجھ کو تعویذ لکھنے میں بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ گو تسلی مضطر کی نیت سے لکھ دیتا ہوں البتہ حضرت کو دعا کرنے کے بہت ہی شائق رہتے ہیں اور جو شخص دعا کی درخواست کرتا ہے شگفتہ ہو کر فرماتے ہیں کہ جی ہاں! میں ضرور دعا کروں گا۔ گویا اس درخواست کے منتظر ہی بیٹھے تھے۔

ایک شخص نے حضرت کو اختیار دیا کہ خواہ دعا کر دیجئے یا تعویذ لکھ دیجئے۔ فرمایا کہ اچھا دعا کرونگا۔ ایک صاحب نے کشائش رزق کیلئے کسی عمل کی اجازت چاہی تحریر فرمایا کہ طالب خدا کیلئے دعا کافی ہے عملیات کی کوئی ضرورت نہیں۔

ملفوظ (۳۴۰) دوسرے پر ہنسی کا نتیجہ

فرمایا کہ دوسروں پر ہنسا نہیں چاہیے اکثر دیکھا ہے جو جس پر ہنسا خود اس عیب یا مصیبت میں مبتلا ہوا۔

ملفوظ (۳۴۱) نعمت، نقمت ثابت ہوئی

فرمایا کہ دیو بند میں طالب علمی کے زمانہ میں مجھ پر ایک مرتبہ خوف غالب ہوا۔ بعد مغرب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات فرما دیجئے جس سے اطمینان ہو جائے کہ ہاں خاتمہ ٹھیک ہو جائیگا۔ فورا فرمایا کہ ہیں کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے۔ پھر فرمایا لیجئے ہم تو نعمت سمجھ کر اس کی تمنا میں آئے تھے وہاں کفر نکلا۔ بس یہ ہیں ضرورتیں صحبت کی یہ باتیں کتابوں میں کہاں ہم تو سمجھتے تھے کہ اطمینان ہو جانا بڑی نعمت باطنی ہے وہ تو نقمت باطنی نکلی۔

ملفوظ (۳۴۲) قہر خداوندی کی علامت

فرمایا کہ جب خدا کا قہر ہوتا ہے معصیت پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی قہر کا علامت ہے چنانچہ ابلیس کو افسوس بھی اپنی مردودیت پر نہیں ہوتا۔ احقر نے عرض کیا تھا کہ اس کو اپنی مردودیت کا افسوس تو ہوتا ہوگا۔ ہنس کر فرمایا کیا خبر کبھی ہمارے سامنے ذکر نہیں آیا پھر فرمایا اجی بڑا بدمعاش ہے۔ اس کو افسوس بھی نہیں ہوتا (یہ واقعہ بھی اسکے مناسب ہے کہ ابلیس نے قبر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے بھی انکار

کیا کہ زندہ کو تو کیا نہیں مردہ کو کیا کروں گا۔)

ملفوظ (۳۴۳) عدالت میں ترک جماعت کا عذر لنگ

فرمایا کہ اکثر لوگ اہل کار عذر کیا کرتے ہیں کہ کیا کریں۔ عدالت میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ کیوں کہ وہاں ایسے ہی متعصب جمع ہیں لیکن یہ سب عذر فضول ہیں کیونکہ اتوار کی نمازیں ہی کب جماعت سے پڑھتے ہیں۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ پھر کیسے اتبار (اعتبار) آئے۔ (اتبار بوزن اتوار)

ملفوظ (۳۴۴) دین پر احسان

فرمایا کہ بعضے لوگ رات دن دنیا ہی میں منہمک رہتے ہیں۔ اور دین پر احسان رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت کیا عرض کروں بہن مرگئی ہے اس کی اولاد ہے اتنے اتنے آدمیوں کا خرچ ذمہ ہے کسب حلال سنا تھا کہ عبادت ہے اسلئے ثواب سمجھ کر اس میں مشغول ہوں۔ پھر فرمایا کہ ان میاں کو عبادت بھی وہی پسند آئی جس میں روپے ملیں۔

ملفوظ (۳۴۵) گناہوں پر دلیری

فرمایا کہ آخرت کے متعلق گناہوں پر دلیری کر کے کہا کرتے ہیں کہ اجی اللہ میاں غفور الرحیم ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کیا! اللہ میاں دنیا میں غفور الرحیم نہیں ہیں۔ پھر دنیا میں کیوں خوف کی باتوں سے خوف کیا کرتے ہو۔ غفور الرحیم سمجھ کر زہر کیوں نہیں کھا لیتے۔ بات یہ ہے کہ دنیا کا ضرر تو مشاہد ہے آخرت کے ضرر کی ابھی خبر نہیں۔ مرنے کے بعد حقیقت معلوم ہو گئی۔

ملفوظ (۳۴۶) زیارت روضہ مقدس جانے کو بدعت کہنے پر پکڑ

فرمایا کہ روح انسانی اہل کشف کے نزدیک مجرد ہے اور دوزخ جنت اجسام ہیں۔ اور یہ دوزخ جنت بھی حق تعالیٰ کے دو بندے ہیں اور مومن ان سے افضل ہے۔ پھر فرمایا حضرت حاجی صاحب نے اسی اصل پر ایک مدعی عمل بالحدیث عالم سے تقریر کی تھی۔ ان عالم نے یہ کہا تھا کہ مدینہ طیبہ بقصد زیارت روضہ اقدس جانا بدعت ہے ہاں مسجد کے قصد سے جائز ہے حضرت نے فرمایا سبحان اللہ! مسجد کس کی بدولت مسجد ہوئی۔ حضور کی بدولت تو اس مسجد کی یہ فضیلت ہوئی یہ عجیب بات ہے کہ جس کی فضیلت بالعرض ہو اس کی نیت تو جائز ہو اور جس کی فضیلت بالذات ہو اس کی نیت ناجائز ہو۔

پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں خدا ہدایت کرے انہوں نے کہا کہ خدا اس باب میں ہدایت نہ کرے حضرت نے فرمایا کہ نہیں یوں نہ کہنا چاہیئے۔ ہم

باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن ہم تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کی ہدایت کرے۔

صبح یہ گفتگو ہوئی بعد ظہر کے حرم شریف میں ان کی جماعت کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ وہ مولوی صاحب بھی پکڑے گئے۔ تلاشی لی گئی کتابیں نکلیں تو بہ کرائی گئی اور توبہ کے سچے ہونے کی یہ علامت قرار دی گئی کہ مدینہ طیبہ کے لئے اونٹ کرایہ کریں۔

ملفوظ (۳۴۷) نور حق اور نور روح میں مغالطہ

فرمایا کہ اہل کشف کو روح کا نور اس طرح منکشف ہوتا ہے کہ ایک تخت مثالی پر گویا نور بے کیف متجلی ہے اور تمام عالم اس کے سامنے سجدے میں ہے سالک اس کو نور حق سمجھ جاتا ہے حالانکہ وہ نور بوجہ عالم امر میں سے ہونے کے بے کیف معلوم ہوتا ہے اور وہ سجدہ صورت تسخیر ہے نہ کہ عبادت۔ کیونکہ انسان کے کام میں اور سب چیزیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک سالک نے اس نور کو نور حق سمجھ کر تیس برس تک اس کی عبادت کی۔ بعد تیس برس کے معلوم ہوا کہ یہ تو نور روح تھا۔ غایت لطافت کی وجہ سے نور حق معلوم ہوتا تھا۔ نہایت قلق ہوا کہ میں تیس برس تک شرک میں مبتلا رہا۔ اس مقام پر بہت لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔ شیخ کامل کی ضرورت ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ کشف آفت ہے۔

شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک شناخت لکھی ہے کہ یہ دیکھے کہ جس وقت اس نور کا انکشاف ہوا ہے اس پر نیستی غالب ہے یا ہستی۔ اگر ہستی غالب ہے تو سمجھے یہ نور روح ہے اور اگر فنا غالب ہے تو سمجھے کہ نور حق ہے نور حق کا خلاصہ ہے کہ غیر حق کو فنا کر دیتا ہے۔

چو سلطان عزت علم بر کشد جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

فنا کا غالب نہ ہونا علامت اس کی ہے کہ یہ نور حق نہیں ہے پھر فرمایا کہ یہ ہیں محقق لوگ۔

ملفوظ (۳۴۸) ولی اللہ کو ستانے پر وبال

دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ اب بھی جب کبھی کسی نے اولیاء اللہ کو ستایا ضرور کوئی نہ کوئی وبال آیا۔

ملفوظ (۳۴۹) نابینا کا اکرام

ایک نابینا صاحب اٹھ کر سلام کر چلے گئے حضرت خطوط لکھنے میں مشغول تھے ایک آدمی بھیج کر

ان سے دریافت کرایا کہ کیا کہنے آئے تھے۔ انہوں نے کہلا کر بھیجا کہ میرا جوتا ٹوٹ گیا ہے اسلئے آیا تھا۔ حضرت نے کہلا کر بھیجا کہ بھائی انشاء اللہ کبھی گنجائش ہوگی تو بھیج دیں گے۔

ملفوظ (۳۵۰) حظوظ دنیا سے جدا ہوئے بغیر فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا

ایک بچہ کو ایک شخص پھونک ڈلوانے کے لئے لایا۔ احقر نے لیکر حضرت کی گود میں دیدیا وہ رونے لگا اور احقر کی طرف دیکھنے لگا۔ فرمایا کہ اس کی طرف دیکھتا ہے جو واسطہ قریب مقصود کا ہے پھونک ڈال کر اسکو احقر کی گود میں دیکر فرمایا کہ لے بھائی جا ہماری کوئی مصلحت تو تھی نہیں تیرا ہی کام تھا۔ پھر فرمایا کہ بس یہی حال بندوں کا ہے اللہ میاں تو ہمارے ہی فائدے کے لئے احکام مقرر فرماتے ہیں اور ہم روتے ہیں۔ جس طرح بدوں مربی کے گود سے جدا ہوئے یہ خاص فائدہ (یعنی پھونک ڈالنا) نہیں ہوسکتا تھا اسی طرح حظوظ دنیاوی سے ہم کو علیحدہ کیا جائے تو ہم لوگ روتے ہیں۔ حالانکہ بلا حظوظ سے جدا کئے وہ خاص فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

ملفوظ (۳۵۱) جائداد کے بارے میں احادیث سے اصول

فرمایا کہ جائداد ہے فساد کی جڑ۔ ایک بار فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر جائداد بیچو تو اس روپیہ سے فورا دوسری خریدلو اور ایک حدیث میں ہے کہ اے عائشہؓ! جائداد مت خریدو تم دنیادار ہوجاؤ گی۔ ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے مفہوم ہوا کہ اگر جائداد موجود ہو تو اس کو جدا نہ کرے اور نئی جائداد خریدے نہیں۔

ملفوظ (۳۵۲) دوسروں کے حرج کا خیال

جس دن سفر ہوتا ہے اس کے قبل حضرت کو بہت کام کرنا پڑتا ہے بعد مغرب بھی بعد عشاء بھی قیلولہ کے وقت بھی۔ غرض جب تک پوری طرح سب کاموں سے فراغت نہیں ہوجاتی۔ بالخصوص جو کام دوسروں سے اس طرح متعلق ہوں کہ ان لوگوں کو حرج متحمل ہو جب تک ان کو ختم نہیں کر لیتے روانہ نہیں ہوتے۔

ملفوظ (۳۵۳) ہر امر میں دوسروں کی راحت کا خیال

ایک صاحب نے حضور میں منی آرڈر کے ذریعہ سے کچھ روپیہ بھیجا جس میں سے متعدد اشخاص کی طرف سے کچھ مدرسہ کیلئے تھا۔ کچھ بطور ہدیہ حضرت کیلئے۔ کوپن میں تفصیل کی عبارت ایسی تھی

کہ جس سے صاف طور سے نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ کس کس نے کس کس مد میں بھیجا خط اس وقت تک پہنچا نہیں تھا۔ حضرت نے منی آرڈر واپس فرمادیا۔ فرمایا کہ نئی طرز کی عبارت نکلی ہے۔ خواہ اس فقرہ کو اوپر کی عبارت سے ملا لو خواہ علیحدہ کر کے پڑھ لو۔ بھلا کیا پتہ چلے کہ کتنا روپیہ میرے لئے ہے کتنا مدرسہ کیلئے۔ اب خفا ہوں گے کہ ایک تو دوا اوپر سے نخرے۔ حضرت کا یہ بھی معمول ہے کہ جس منی آرڈر کی کوپن میں کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اس کو واپس فرمادیتے ہیں۔ محض خط کے بھروسہ کوپن میں کچھ نہ لکھنا بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خط پہنچتا ہی نہیں۔

چنانچہ حال میں احقر کو ایسا ہی تجربہ ہوا ہے جس سے احقر کو سخت الجھن رہی۔ اکثر خط بعد کو پہنچتا ہے تو اس وقت تک اس کو علیحدہ رکھنا اور اس خط کو انتظار کام والے آدمی کیلئے نہایت دشوار ہوتا ہے۔ خود کوپن میں ساری تفصیل آسانی سے آسکتی ہے دوسرے کی تکلیف کا ہر امر میں نہایت خیال رکھنا چاہیے۔

ملفوظ (۳۵۴) بزرگوں کے کان بھرنے کا عیب

فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقربین یہ سوغاتیں لیکر جاتے ہیں کہ کہیں اس کی شکایت کہیں اس کی شکایت کسی نے دو حضرات سے جا کر یہ کہدیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اس نے (یعنی حضرت نے) حدیث کا دورہ شروع کرادیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مثنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو۔ فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے۔ پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کر دیتا تو کیا گناہ تھا۔ لوگوں میں یہ سخت عیب ہے۔ کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سوغاتیں لیکر جاتے ہیں۔

ملفوظ (۳۵۵) دوزخ سے نجات ہوئی مگر جنت نہ ملی

ایک صاحب نے رسمی دینے کیلئے بابت عرض کیا کہ اگر یہ بند کر دیا جائے تو مغائرت پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ جو رسمی دینا لینا ہوتا ہے اس کے آثار و نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت بڑھاتا نہیں۔ بلکہ کم کرتا ہے جو دیتے ہیں اکثر دباؤ سے دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے کیونکہ جب کچھ پاس نہ ہو ملنے کیا جائیں۔ دینا ضروری سمجھتے ہیں اسلئے اس کو موقوف کرنا چاہیے۔ اور اگر دینا ہو تو تقریبات کے موقعہ پر نہ دے۔ وقت ٹال کر دے۔ جب توقع نہ رہے بلا توقع اگر دو روپیہ بھی ملتے

ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے اور محبت بڑھتی ہے۔ صمیم قلب سے مسرت ہوتی ہے طبیعت اندر سے کھل جاتی ہے اور اگر رسم کے طور پر دیا تو صرف انتظار کی کلفت رفع ہوئی۔ گویا عذاب سے نجات ہوئی دوزخ سے تو نجات ہوئی لیکن جنت نہیں ملی۔

ملفوظ (۳۵۶) ہدیہ میں بدرجہ کمال احتیاط

فرمایا کہ اہل علم کو اموال کے باب میں بہت احتیاط چاہیے۔ لینے میں بھی اور دینے میں بھی۔ ایک صاحب نے جو موافقین میں سے ہیں خط شکایتی لکھا ہے کہ ہدیہ میں سختی نہ کرنا چاہیے لینا چاہیے اور مہمانوں میں خرچ کرنا چاہیے۔ فلاں مولوی صاحب نے خوب کہا کہ احمق ہیں جو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ یعنی خواہ مخواہ دو کام اپنے سر لیں۔ ایک تو لینے کا اور ایک اس کے خرچ کرنے کا۔ ان صاحب نے یہ بات بطور طعن کے لکھی تھی۔ اس لئے کہ ان کی مہمانی نہیں کی گئی تھی۔

پھر فرمایا کہ میرے یہاں لینے کے بھی شرائط ہیں کہ ایک معتد بہ مدت تک ملتے جلتے رہنے سے دل خوب مل گئے ہوں اور بے تکلفی ہوگئی ہو۔ ایک دفعہ میں ایک دن کی آمدنی زیادہ نہ دے۔ اور دو ہدیوں کے درمیاں کم از کم ایک ماہ کا فصل ہو۔ اور پابندی کے ساتھ نہ دے۔ اسی طرح میں خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا۔ بلکہ قریب قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں مہمانوں میں بھی عرف کا پابند نہیں۔ جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا۔ کسی کو گھر پر بلا کر کھلایا کسی کو پیسے بھیج دیئے کہ بازار سے لیکر کھالیں۔ کسی کو کچھ بھی نہیں۔

ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہوگی۔ پھر اگر خرچ میں وسعت کی جائے تو میری نیت خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہو سکے۔ ایک پیر صاحب میرے پاس آئے۔ بس لنگر خانہ کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی کردی جائے۔ میں نے پوچھا کہ یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کرلیا۔ کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ہیں وہی دیں گے لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ اب جو قرض لوگے اس کو کہاں سے ادا کروگے۔ کہا کہ مرید ہی دیں گے۔ میں نے کہا انا للہ اب بھی مریدوں ہی پر نظر ہے تو جناب یہ حالت ہو جاتی ہے خرچ بڑھانے میں دین کی یہ خرابیاں ہیں۔

اب الحمد للہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے اس سے اطمینان رہتا ہے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کر دینے میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ جب کہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو۔بس! بے دھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کر دیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ سال بھر تک کچھ نہ آئیگا اس سے بہت اطمینان رہتا ہے۔

ایک بار احقر نے کثرت مہماناں دیکھ کر کچھ ہدیہ پیش کیا تو فرمایا کہ یہ زیادتی ہے۔(پچھلے ہدیہ میں اور اس ہدیہ میں فصل کم تھا) لیکن اصرار پر رکھ لیا۔ بعد کو بذریعہ ایک عزیز صاحبزادہ کے واپس فرمادیا۔ کہ اس وقت مجھے واپس کرتے ہوئے شرم آئی تھی۔دل جوئی کے خیال سے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کو واپس کرنا نہ سمجھیں بلکہ انشاء اللہ کسی اور موقعہ پر دیکھا جائے گا۔بعد کو بالمشافہ فرمایا کہ آپ نے مہمانوں کی وجہ سے دیا تھا لیکن میرے پاس بحمد اللہ آج کل فراغت ہے جس طرح کہ روپیہ کے آنے سے حظ ہوتا ہے۔اسی طرح اب مجھے معلوم ہوا کہ روپیہ کے زیادہ ہو جانے کی حالت میں خرچ کرنے میں بھی حظ ہوتا ہے۔ایک منصف صاحب نے جنہوں نے تعلیم بذریعہ خط حاصل کی ہے لیکن حاضری خدمت کی نوبت نہیں آئی۔ پندرہ روپیہ احقر کے پاس بھیجے کہ ان کی جانب سے حضور میں بطور ہدیہ محقر پیش کر دیئے جائیں۔فرمایا کہ چونکہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لئے ان کا مذاق نہیں معلوم۔محض کتابوں کو دیکھ کر اعتقاد ہوا ہے۔کتابیں تو اشتہار ہیں اشتہاری عقیدت کا کیا اعتبار۔ہاں میرے پاس رہ کر میرا طرز عمل دیکھ جاتے اور پھر بھی معتقد رہتے وہ دوسری بات تھی۔ مجھے اجنبی شخص سے جس سے پوری پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے ممکن ہے وہ اپنے اعتقاد میں مجھے نہ معلوم کیا سمجھ رہے ہوں اور میں بعد ملاقات کچھ اور ثابت ہوں پھر ان کو اس ہدیہ کا بھی افسوس ہو۔

چنانچہ ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب ان کے مذاق کے خلاف دیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے اتنے دنوں خدمت کی اور پھر بھی موقعہ پر ہماری مدد نہ کی۔فرمایا انہیں وجوہات سے مجھے اس ہدیہ کے قبول کرنے میں جو کہ منصف صاحب نے بھیجا ہے انقباض ہوتا ہے استفسار پر فرمایا کہ یہ لکھ دیجئے کہ اس کے معمول کے خلاف ہے اسلئے عذر ہے لیکن یہ بھی لکھ دیجئے کہ وہ کسی کے ہدیہ کو تحقیر کی وجہ سے ہرگز رد نہیں کرتا اس کے قلب میں ہر مسلمان کی بہت قدر ہے بالخصوص جو طالب ہو اس کی تو نہایت

قدر ہوتی ہے برا نہ مانیں جب بے تکلفی ہو جائے گی قبول کرلوں گا۔

ملفوظ (۳۵۷) ملک میں زیادہ چیزوں کا ہونا گراں ہوتا ہے

فرمایا کہ میرے گھر میں بوجہ شفقت وایثار اکثر مقروض رہتی ہیں۔ اب کی دفعہ معلوم ہوا کہ زیادہ کی مقروض ہیں۔ میں خفا ہوا کہ یہ کیا واہیات ہے اگر موت آگئی تو سر پر بار رہے گا انہوں نے کہا کہ تم ادا کر دینا۔ میں نے کہا کہ اگر میں ہی پہلے مر گیا تو کس کو خبر ہے انہوں نے کہا خدا نہ کرے ایسی بات کیوں منہ سے نکالتے ہو میں نے کہا کہ اچھا یوں ہی سمجھو کہ اگر دونوں ایک ساتھ ہی مر گئے تو پھر کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کہاں ہوتا ہے کہ دونوں ساتھ ہی مر جائیں۔ میں نے کہا کہ طاعون میں دکھادیں گے کہ کئی کئی مردے ایک گھر سے ایک ساتھ نکلتے ہیں انہوں نے کہا کہ دعا کرو قرض اتر جائے گا۔ میں نے کہا میں تو اس حالت میں دعا نہیں کرتا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوگا کہ یا اللہ بھیج ایسوں کو جو کچھ دیں۔ یہ تو پھانستا ہوا پھر فرمایا کہ کیا کہوں مجھے اموال کی بابت دعا کی توفیق بہت کم ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک کمی کی بات ہے۔

ایک مرتبہ اعظم گڑھ کا سفر ہوا تھا۔ اس میں فتوحات سے ایک ہزار روپیہ جمع ہو گیا میرے اوپر اتنے روپیہ کا رکھنا بار ہو گیا۔ کیا کہوں ضعف قلب ہے۔ زیادہ چیزوں کا ملک میں ہونا بھی گراں ہوتا ہے میں نے پانچ سو کی سونے کی چوڑیاں گھر کے لوگوں کو بنوادیں۔ اور پانچ سو ان کو نقد دیا۔ اس میں ایک مصلحت تھی وہ یہ کہ میں نے اپنا مکان گھر کے لوگوں کو مہر میں دیدیا ہے ان سے تو ظاہر نہیں کیا لیکن بجائے کرایہ کے میں نے وہ چوڑیاں بنوادیں۔ کیونکہ میں ان کے مکان میں رہتا ہوں۔ ھل جزاء الاحسان الخ اس خدا کی بندی نے وہ بھی صرف کر ڈالے۔

ملفوظ (۳۵۸) بلاضرورت عورت کا احسان

فرمایا کہ گو عورت مہر معاف کردے لیکن پھر بھی ادا کردے کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے کہ بلاضرورت عورت کا احسان لے۔

۶ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یوم دوشنبہ

ملفوظ (۳۵۹) اجتماعی دینی امور میں احتیاط

حضرت مراد آباد سے حسب وعدہ دوپہر کی گاڑی سے تشریف لے آئے گو احتیاطاً یہ بھی فرما گئے تھے کہ اگر بریلی بھائی کے بچوں کو دیکھنے جانا ہوا تو اتوار کو آجاؤں گا۔ احقر معہ نیاز کے اسٹیشن پر پہنچ

گیا تھا کیونکہ مجھ کو وہاں کچھ ذاتی کام بھی تھا۔ مراد آباد کے وعظ کی بابت احقر نے دریافت کیا تو فرمایا کہ جی ہاں ہوا تھا۔ اس آیت پر بیان کیا تھا۔ من کان یرید العاجلۃ الآیہ۔ چونکہ ارادہ اور مراد کا بیان تھا۔ اس لئے وعظ کا نام بھی المراد تجویز کر دیا ہے المراد مراد آباد کے بھی مناسب ہے۔

احقر کی طبیعت اس لطیف صنعت پر شگفتہ ہوگئی۔ عرض کیا آیت بھی ارادہ آخرت کے متعلق حضور کو مراد آباد کے مناسب خوب مل گئی۔ مناسبت کی رعایت تو تو کسی حال میں متروک نہیں ہونے پاتی۔ ہنس کر فرمایا کہ جی ہاں طبیعت میں شاعری کا مادہ بہت ہے گو شعر کہنے پر تو قدرت نہیں لیکن جہاں تک ہوسکتا ہے طبیعت یہی چاہتی ہے کہ رعایت شاعرانہ بھی رہے تو اچھا ہے لیکن خواہ مخواہ بھی اس کے پیچھے نہیں پڑتا جو بات بے تکلف سوجھ گئی اور اصل مقصود میں ذرا مخل نہ ہوئی تو خیر ایسی رعایتوں کو بھی استحسان کے مرتبہ میں جی چاہا کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جامع مسجد میں وعظ ہوا تھا۔ وہاں ہمیشہ ڈھائی بجے جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور اس وقت یہاں پہنچنے کیلئے مجھ کو چار بجے وہاں سے روانہ ہو جانا ضروری تھا کیونکہ پانچ بجے گاڑی چلتی ہے تین بجے کہیں نماز ختم ہوتی تب وعظ شروع ہوتا تو چار بجے تک کیا ہوسکتا تھا۔ وہاں لوگوں نے خاص اس دن کیلئے جمعہ کا وقت بدل دیا۔ اور سب جگہ اعلان کر دیا کہ بجائے ڈھائی کے ڈیڑھ بجے نماز ہوگی۔ لیکن مجھ کو یہ گوارا نہیں ہوا۔ کہ نماز کا وقت بدلا جائے۔ میں نے اس رائے کی مخالفت کی کیونکہ میں نے کہا کہ اگر ایک متنفس کو بھی نماز نہ ملی تو اس کی محرومی کا میں باعث ہوں گا۔ دوسرے ایسی حرکتوں سے مولوی لوگ خواہ مخواہ بدنام بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ ہر شخص کو اعلان کی خبر پہنچ ہی جائے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب لوگ اعلان کے وقت اپنے گھروں پر موجود ہوں آخر کیا ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا کہ وہ اعلان کے بعد گھر پہنچا ہوا اور اس کو کسی نے اعلان کی اطلاع بھی نہ کی ہو۔ چنانچہ میں نے یہ تجویز کیا کہ نماز تو اپنے مقررہ وقت ہی پر ہو یعنی ڈھائی بجے البتہ میں اپنے وعظ کو مقدم کر دوں ڈیڑھ بجے وعظ شروع کر دیں گے۔ ڈھائی بجے بند کر کے نماز پڑھیں گے نماز سے فارغ ہو کر پھر وعظ کہنا شروع کر دیں گے اس میں کیا حرج ہے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ڈیڑھ بجے بیان کرنا شروع کر دیا اور اطمینان سے بیان کرتا رہا جب وقت ہو گیا تو حاضرین نے وقت کی اطلاع کر دی نماز پڑھ کر پھر کہنا شروع کر دیا۔

نماز سے قبل تو گھنٹہ بھر تک تمہید ہی کی تقریر کرتا رہا۔ بعد نماز کے پھر شروع کر کے ٹھیک چار بجے ختم کر دیا

لیکن سب ضروری مضامین بیان ہو گئے بہت کافی وقت مل گیا تھا۔ گاڑی مسجد کے دروازہ پر پہلے سے معہ اسباب کھڑی کرا رکھی تھی۔ انتظام تو آخر کرنے ہی سے ہوتا ہے بے کئے تو کچھ ہو نہیں سکتا اور گو انتظام میں تھوڑی بہت تکلیف ضرور کرنی پڑتی ہے اور اس وقت دیکھنے والوں کو چاہے خواہ مخواہ کی طوالت معلوم ہوتی ہو لیکن انجام میں بڑی سہولت اور راحت ہوتی ہے بیان ختم ہونے پر لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ حاجی مرتضیٰ علی صاحب نے کہنا چاہا کہ مصافحہ کا وقت نہیں جانے والے ہیں لیکن میں نے منع کر دیا کہ جناب یہ اطلاع نہ کیجئے ورنہ جانا بالکل ہی رک جائیگا پھر میں نہ جاسکوں گا کس کس سے میں مباحثہ کروں گا۔

غرض کسی کو نہ معلوم ہوا کہ یہ رخصت ہو رہا ہے میں گاڑی میں بیٹھ کر سیدھا اسٹیشن پر پہنچ گیا کسی کو خبر نہیں کی ورنہ جناب! بہت لوگ اصرار کرتے اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا مجھ کو لحاظ کرنا پڑتا اور وہ کہہ بیٹھتے اور آج کل اکثر لحاظ سے کام نکالا جاتا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ جو میرا لحاظ کرتا ہے اس سے مجھے اور بھی شرم آتی ہے کہ اس کے اوپر کیوں اپنی وجاہت کا دباؤ ڈال کر کام نکالوں باقی اکثر لوگ تو وجاہت کو ایسے موقعوں پر کام میں لایا کرتے ہیں اور وجاہت کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ اچھا ہے جی کام نکالنا چاہیئے اور میں ایسی جگہ جہاں مجھ کو وجاہت کے اثر کا ذرا بھی گمان ہو کچھ نہیں کہتا کہ دباؤ نہ پڑے اور جگہ تو وجاہت حاجات کے لئے باعث ہوتی ہے اور میرے لیے وجاہت ایک سخت مانع ہوتی ہے میں وہیں خوب کہتا سنتا ہوں اور فرمائشیں کرتا ہوں جہاں سمجھتا ہوں کہ میرا کوئی اثر اس شخص پر نہیں اور یہ بے تکلف انکار بھی کر سکے گا۔ باقی لحاظ کی جگہ تو میں بالکل چپ ہو جاتا ہوں شرم آتی ہے کہ کیوں بیچارے کو دبایا جائے اور چاہے بھی یہی کہ جو اپنا لحاظ کرے اس کا خود بھی لحاظ کرے۔

پھر احقر نے وعظ کا تذکرہ چھیڑا۔ فرمایا کہ مرزا علی نظر بیگ کہتے تھے کہ اس آیت کا میں نے بارہا وعظ سنا ہے لیکن ہر مرتبہ مضمون سننے میں آیا کبھی یہ نہیں ہوا کہ ایک وعظ کے مضامین دوسرے وعظ کے مضامین سے مل گئے ہوں گو ایک ہی آیت کے متعلق مضامین تھے لیکن ہر وعظ دوسرے سے مختلف تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو مضامین یاد بھی نہیں رہتے جو مضمون اس وقت ذہن میں آیا وہی بیان کر دیا۔

فائدہ: حسن انتظام واہتمام حفظ نظام دین وغایت احتیاط اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

ملفوظ (۳۶۰) درس سے علم کے ساتھ مناسبت

احقر نے دریافت کیا کہ مولوی ظفر احمد صاحب نے جو ہمراہ سفر تھے وعظ تو بخوبی قلم بند کرلیا ہوگا فرمایا کہ جی ہاں وہ تو نہایت اچھی طرح قلمبند کر لیتے ہیں اس پر احقر نے آرزو ظاہر کی کہ وہ تو اگر مجلس خیر کی طرف سے ضابطہ مواعظ مقرر ہو جائیں تو بہت بہتر ہو فرمایا کہ وہ تو یہاں رہنے کیلئے راضی ہیں لیکن بس وہی دو موانع ہیں جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں یعنی ایک تو یہ کہ لوگ خواہ مخواہ حضرات کے کان بھریں گے کہ دیکھئے آپ کے مدرسہ سے اس نے مولوی ظفر کو بلا لیا اور مدرسہ کا کچھ خیال نہ کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کو یہاں بڑی کتابیں پڑھانے کیلئے طالب علم نہیں ملیں گے اور یہی زمانہ ان کا استعداد حاصل کرنے کا ہے کم از کم دو تین مرتبہ تو سب درسی کتابیں وہ نکلوا دیں مشق ہو جانے کے بعد پھر درس موقوف کر دینا مضائقہ نہیں درس دینے سے ایک مناسبت علم کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے جو اخیر تک کام دیتی ہے۔

میں نے کانپور کے زمانہ میں درس دیا تھا جس کو بہت زمانہ گذر گیا لیکن اس کا ضروری اثر اب تک باقی ہے اور گو مجھ کو آتا جاتا کچھ نہیں لیکن طالب علم سمجھتے ہیں کہ بڑا علامہ ہے ان کو پتہ نہیں چلتا۔ بڑے بڑے مستعد پنجابی اور ولایتی طالب علم وعظ میں ہوتے ہیں ان کے سامنے کچھ کہتے ہوئے مجھے ڈر بھی معلوم ہوتا ہے اور شرم بھی آتی ہے۔ کہ کہیں کچھ منہ سے نہ نکل جائے لیکن حق تعالیٰ نے سنبھال رکھا ہے۔ الحمدللہ ابھی تک تو کچھ منہ سے نکلا نہیں ہے۔ ورنہ مجھے تو ان کے سامنے کچھ تقریر کرتے شرم آتی ہے

فوائد: (۱) مدرسی سے مناسبت تمام فنون سے پیدا ہو جاتی ہے جو ہمیشہ کام دیتی ہے جب تک درسی کتابیں دو دو تین مرتبہ نہ نکلوا چکے درس موقوف نہ کرے۔

(۲) تواضع اور عبدیت کی شان تو حضرت کی شریعت میں داخل ہو گئی ہے۔

ملفوظ (۳۶۱) ملفوظات سننے پر تحسین

راستہ میں صرف مذکورہ بالا ملفوظات قلم بند ہو سکے کیونکہ احقر نے کچھ قلمبند کئے ہوئے ملفوظات سنانے شروع کر دیئے تھے جن کو سن کر حضرت نے بحمداللہ تحسین فرمائی اللہ تعالیٰ اس خدمت کی اس احقر کیلئے ہر طرح آسان فرما کر موجب نفع عام و تام فرمائے اور سبب ہدایت و نجات اس ناکارہ کیلئے اور حضرت کو غیر معمولی طویل عمر صحت و عافیت دارین کے ساتھ بایں فیوض و برکات روز افزوں عطا فرما کر مدت مدید تک اس سلسلہ کو اس احقر کے ہاتھوں جاری رکھے آمین امین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ

واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

ملفوظ (٣٦٢) اختلاط خرابیوں کی جڑ ہے

اب خانقاہ پہنچ گئے لیکن حضرت دروازہ ہی سے یہ فرما کر زرامکان ہوآؤں رخصت ہو گئے بوقت نماز ظہر تشریف لائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے تشریف لے جانے کے بعد یہاں رونق ہی نہیں رہتی بالکل سونا سونا معلوم ہونے لگتا ہے فرمایا کہ جی میں خود کہیں جانے سے گھبراتا ہوں اور اگر کہیں جانا پڑتا ہے تو جہاں تک ہو سکتا ہے جلد واپس آجاتا ہوں میرا جی نہیں لگتا ہے۔ حضرت بارہا فرما چکے ہیں کہ میں نے بہت سفر کئے ہیں سبھی جگہ گیا ہوں لیکن جو سکون اور جمعیت اس مقام پر دیکھی کہیں نہیں پائی۔ اس مسجد میں بہت عرصہ سے بزرگ رہتے چلے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ دکان معرفت مشہور تھی۔ اخیر زمانہ میں سب سے زیادہ برکت ہمارے حضرت حاجی صاحب کے قیام کی وجہ سے ہوگئی رات دن ذکر اللہ ہوتا تھا یہاں کی اینٹ اینٹ ذکر سے آشنا ہوگئی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رات رات بھر روتے ہوئے اور اس شعر کو پڑھتے ہوئے گذار دیتے تھے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوامکن　　گر بدم ہم سر من پیدامکن

احقر عرض کرتا ہے کہ غالباً پیشتر سے بھی زیادہ آج کل اس مقام پر باغ و بہار کا عالم ہے۔

بے اختیار یہ شعر زبان پر آتا ہے۔

اگر فردوس بروئے زمین ست　　ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست

کیونکہ۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　کسے را با کسے کارے نباشد

ہمارے حضرت کے یہاں کا خاص اور مشہور رنگ یہی ہے کہ۔

کسے را با کسے کارے نباشد

چنانچہ خود فرماتے تھے کہ ایک صاحب نے یہاں کی حالت کسی کو لکھی تھی کہ یہاں پر کسی کو کسی سے کچھ ہمدردی نہیں۔ کوئی ایک دوسرے کو نہیں پوچھتا۔ چائے کی پتیلی تک مجھ کو نہ ملی۔ ہر شخص دوسرے سے بے تعلق ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو اخیر برائی کے طور پر لکھا تھا لیکن دراصل یہ بات ہے کہ میرا رنگ بے تعلقی کا ہے یہاں سب پر غالب ہے۔ ہر شخص اپنے حال میں مست ہے۔

کے رابا ے کار ے نباشد

میرے یہاں اتفاق جرائم میں سے ہے اور بے تعلقی محاسن میں سے سمجھا جاتا ہے کہ ملنے جلنے میں ہزار ہا مفاسد ہیں اختلاط سے سینکڑوں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بس اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔

فائدہ: اختلاط سے سینکڑوں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بلاضرورت ہرگز تعلقات نہ بڑھائے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔

ملفوظ (۳۶۳) احترام بزرگان

ظہر کا وقت فرماتے جاتے تھے اور دن کے بھوکے مشتاقوں سے باتیں بھی فرماتے جاتے تھے فرمایا کہ وہاں (یعنی مراد آباد) کے لوگ مجھ کو بہت ہی بے مروت کہتے رہے لیکن میں نے کہا کہ جناب اگر میں مروت میں رہوں تو کوئی کام ہی نہ کر سکوں گا خیر میں نہ رکا تو کیا حرج ہوگا۔ اس کا کام تو ہو ہی گیا۔ فرمایا کہ وعظ کے بعد اس قدر دماغ خستہ ہو گیا تھا کہ اسٹیشن پہنچ کر گاڑی میں لیٹ گیا وہاں بالکل آزاد تھا۔ ہمارے درجہ میں کوئی نہیں تھا بس میں تھا اور مولوی ظفر۔ نماز عصر پڑھ کر سو گیا۔ مغرب تک خوب سوتا رہا۔ مغرب کے بعد پھر سو گیا۔ بس جناب سوتے ہی ہوئے آئے بہت آرام ملا۔ وہاں آرام نہیں مل سکتا تھا۔

خیر! وہاں لوگوں کو آسودگی ہو گئی پھر فرمایا کہ میں نے جامع مسجد دیکھی بھی نہیں تھی نہایت اچھے موقعہ پر ہے۔ بہت پر فضا مقام ہے بہت اونچی کرسی دریا کا کنارہ شہر سے باہر پر لطف منظر وہاں کے امام ایک بزرگ مولانا دائم علی صاحب ہیں جو مولانا عالم علی صاحب کے صاحب زادہ ہیں۔ میں نے کبھی وہاں وعظ نہیں کہا تھا میرا قاعدہ ہے کہ جہاں کوئی بزرگ ہوں وہاں میں کچھ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مولوی صاحب خود ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے ہیں لیکن خود انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کی بھی مجھ ہی سے پڑھوائی اور وعظ کی بھی فرمائش کی ۵ بجے شام کو مراد آباد پہنچا تھا۔

دوسرے دن شام کو ۴ بجے روانہ ہو گیا۔ بس سفر ہی سفر رہا اس میں جتنا وقت قطع مسافت میں گذرا آرام کا تھا۔ اور جس قدر وہاں گذرا وہ مشقت کا تھا چونکہ تنہائی نہیں ملتی اس لئے آرام نہیں ملتا پھر یہ بھی تو نہیں کہ خیر مجمع ہے خاموش بیٹھے رہیں ہر قسم کے لوگ ہر قسم کی باتیں سوال جواب تعب ہی تعب رہتا ہے۔

فائدہ: (۱) بزرگوں کا ادب حضرت کی فطرت میں داخل ہے۔ (۲) میزبان کو چاہیے کہ حضرت کیلئے آرام کا کمرہ علیحدہ رکھے اور نشست عام کا علیحدہ جیسا کہ کانپور میں انتظام فرمایا تھا تا کہ جب ضرورت ہو تنہائی ہو سکے اور جب جی چاہے خود اجازت لے کر اٹھ آئیں اور اگر آرام کرنے کی جگہ اور نشست کی جگہ ایک ہی ہو تو یہ نازیبا معلوم ہوتا ہے کہ خود کہیں کہ صاحب اب آپ تشریف لے جایئے ہم آرام کریں گے جو صاحب حضرت کو سفر کی تکلیف دیں یہ انتظام ضرور کریں۔

ملفوظ (۳۶۴) وجد و گریہ کا سبب

دریافت پر فرمایا کہ مراد آباد میں تمام مسجد اندر باہر سے بھری ہوئی تھی کئی ہزار آدمی تھے مگر وہاں کے لوگوں کو ہے وعظ سے رغبت اور اشتیاق اکثر یہی دیکھا ہے ایک صاحب نے کہا کہ ادھر ادھر کے دیہات کے لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں فرمایا کل تو ہر طبقہ کے لوگ تھے بڑے بڑے عہدہ دار وکلاء نئی وضع کے لوگ بہت دور تک پھیلے ہوئے معلوم ہوتے تھے بیچ کے در میں کھڑے ہو کر بیان کیا اسی میں آسانی ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا کہ فلاں صاحب پر بہت حالت طاری ہو جاتی ہے اور خوب نعرے مارتے ہیں۔ فرمایا کہ جی ہاں بہت چیخ چلا رہے تھے لیکن مجھے چیخنے چلانے سے ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ ہنسی سی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ پھر مولوی رحم الٰہی صاحب کی بابت تذکرہ ہوا فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب سے بیعت ہیں اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری کے پیر بھائی ہیں۔ ان پر واقعی بہت حالت طاری ہوتی ہے کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے عام شخص ہیں سب نسبت ہیں ضعف قلب سے بھی یہ بات ہوتی ہے پھر فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ جب یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ) میں تھے تو حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مجھے رونا نہیں آتا اور ذاکرین پر بہت گریہ طاری ہوتا ہے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جی ہاں اختیاری بات نہیں ہے۔ کبھی کبھی آنے بھی لگتا ہے پھر تو یہ حالت ہوئی کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے تو تاب نہیں ہوتی تھی اس قدر گریہ طاری ہوتا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگتیں عرض کیا کہ حضرت اب تو ہڈیاں پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں فرمایا کہ ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہوتی ہے جاتی بھی رہتی ہے بس پھر گریہ وغیرہ سب جاتا رہا۔ مولانا نے پھر شکایت کی کہ حضرت اب رونا نہیں آتا فرمایا کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی کیا کرو گے رو کر۔

فائدہ: وجد و گریہ اکثر ضعف قلب کی وجہ سے ہوتا ہے بہر حال کوئی ایسی قابل اعتبار چیز نہیں اس کی فکر

میں نہ رہے۔

ملفوظ (۳۶۵) ایذاء مسلم

فرمایا کہ جو خطوط قابل نقل ہوتے ہیں وہ بھی علیحدہ رکھتا جاتا ہوں اور جو قابل نقل نہیں ہوتے ان کے ڈاک کے ڈبہ میں رکھ دیتا ہوں تاکہ دوسرے کو چھانٹنا نہ پڑے۔

فائدہ: دوسروں کو ایذاء سے بچانے کا جس قدر اہتمام حضرت کے یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا۔ ایک بار احقر نے جوتیاں اٹھا کر حضرت کے پہننے کیلئے رکھیں لیکن جو جوتیاں پیشتر اس جگہ پر رکھی ہوئی تھیں ان کو ہٹا کر علیحدہ کر دیا۔ فوراً فرمایا کہ جی نہیں ایسا نہ کیجئے جس شخص نے اپنی جوتیاں اس جگہ رکھی ہیں وہ اسی جگہ ان کو ڈھونڈنے آئے گا اور اس جگہ نہ پائے گا تو پریشان ہوگا اس جگہ پر اسی کا حق ہے چنانچہ ان جوتیوں کو پھر اٹھوا کر سابق جگہ پر رکھوایا اور اپنی جوتیاں ان سے آگے رکھوا کر پھر پہن کر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب مسجد میں آئے تو اوروں کی جوتیوں کو ادھر ادھر ہٹا کر جگہ کر کے اپنی جوتیاں اتار دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جس نے اپنی جوتیاں جس جگہ اتاری ہیں۔ وہ وہیں ان کو ڈھونڈنے آئے گا۔ اور جب نہ پائے گا تو پریشان ہوگا۔ دوسرے کو ایذاء دینا کہاں جائز ہے یہ چاہیے کہ جہاں تک جوتیاں رکھی جا چکی ہوں اس سے علیحدہ اپنی جوتیاں اتارے۔ دوسروں کی جوتیاں منتشر کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔

فائدہ: سبحان اللہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو آج کل جو یہ گڑبڑ ہوتی ہے کہ ایک جوتی تو یہاں ہے دوسری کہیں جا کر ملی بہت دور دوسرے کنارہ پر۔ پھر ہرگز نہ ہو جو جہاں اتارے اگر وہیں اس کو جوتیاں رکھی ہوئی ملیں تو کس قدر سہولت ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی دوسرے مہمان کی چارپائی یا غالباً مدرسہ کی چارپائی عارضی طور پر بلا اجازت اٹھا کر اپنے حجرہ میں بچھا کر اس پر ذکر کرنا شروع کر دیا اب یہاں اس کی تلاشی ہو رہی ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہونے پر حضرت بے انتہا ناراض ہوئے بلکہ ایک مجمع کے سامنے اس شخص کو مارا بھی کہ تمہارا ذکر شغل کیا خاک کام آئے گا۔ قرآن وحدیث پڑھ کر تم نے ڈبویا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس کتاب میں جائز لکھا ہے کہ دوسرے کی چیز بلا اجازت لے کر استعمال کی جائے وہ تسبیح تمہاری کیا خاک مقبول ہوئی ہوگی جس کو تم نے ایک حرام فعل کے تلبس کی حالت میں پڑھا۔ تمہیں یہ نہ سوجھا کہ تمہارے پچھوں کو چارپائی کہاں ملے گی۔

فائدہ: بلا اجازت ہرگز کسی کی چیز استعمال نہ کرنا چاہیے دوسرے یہ کہ باوجود سخت غصہ کے حضرت

نے اپنی زبان کی اس قدر احتیاط رکھی کہ چچا کا لفظ فرمایا۔ حالانکہ عام طور سے ایسے موقعہ پر باپ وغیرہ غصہ کی حالت میں نکل جاتا ہے جو ایک قسم کی گالی ہے۔ خود فرماتے تھے کہ الحمدللہ میں غصہ کی حالت میں بھی اپنے ہوش وحواس سے باہر نہیں ہوتا اگرچہ شور بہت مچاتا ہوں جس سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپے سے باہر ہے حالانکہ مجھ کو پوری طرح اس کا خیال رہتا ہے کہ کوئی حرکت زیادتی کی نہ ہونے پائے الحمدللہ ضرورت سے زیادہ سختی نہیں ہونے پاتی جس قدر خفگی یا سزا کا کوئی مستحق ہوتا ہے اسی کے اندر رہتا ہوں۔

ملفوظ (۳۶۶) عقد میں شرکت کیلئے حسن تدبیر

دریافت پر فرمایا کہ مراد آباد جانا اس لئے ہو گیا کہ وہاں بہت دن سے وعظ کا وعدہ تھا موقعہ خاص یہ ہو گیا تھا کہ حاجی مرتضٰی علی کے یہاں عقد تھا۔ انہوں نے مجھ کو شرکت کیلئے لکھا میں نے لکھ دیا کہ تقریبات کی شرکت میں نہیں کیا کرتا۔ گو رسوم سے بھی خالی ہوں لیکن مصلحت کے خلاف ہے اس لئے میں مرزا علی بیگ صاحب کے یہاں ٹھہروں گا اور وعظ کے لئے آؤں گا۔ چونکہ شہر میں ہونگا تم بھی عقد کے وقت بلا لینا۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے بڑی ہمت کی کوئی رسم نہیں کی۔ وہاں بڑی رسمیں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں نے یہ موقعہ مناسب سمجھا دونوں کام ہو گئے۔

فائدہ: حضرت شرکت تقریبات سے گو رسوم سے خالی ہوں اجتناب فرماتے ہیں اول تو یہ کہ پھر سب یہی خواہش کرنے لگیں گے اور ترجیح کی کوئی وجہ نہ ہو گی اتنی فرصت بھلا کہاں۔ دوسرے یہ کہ پیشتر سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس طریقہ سے تقریب ہو گی۔ گو وعدہ یہی ہو کہ کوئی رسم نہ ہو گی کیونکہ بہت سی ایسی باتیں گھروں کے اندر ہو جاتی ہیں جن کو معمولی سمجھا جاتا ہے اور جن کی خبر بھی نہیں پڑتی۔ حالانکہ وہ دراصل رسمیں ہی ہوتی ہیں۔ لہٰذا دیکھنے والے کو سند ہو گی کہ حضرت مولانا خود بھی شریک تھے اس لئے یہ حسن تدبیر حضرت نے اختیار فرمائی کہ تشریف لے گئے وعظ کیلئے اور عین وقت پر عقد میں بھی شرکت کی۔

ملفوظ (۳۶۷) بری صحبت کا نتیجہ

کچھ لڑکے انگریزی اسکول کے اپنے اپنے گھروں سے نقدی لے لے کر چھپ کر بھاگ گئے ہیں ان کے والدین واعزہ سخت پریشان ہیں۔ ایک حضرت کے عزیز صاحب زادہ ہیں وہ حضرت کے مدرسہ میں پڑھتے تھے لیکن بلا اطلاع اسکول کے ان ہی لڑکوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے بھی چلے جاتے

تھے۔ حضرت کوخبر ہوگئی۔ مدرسہ سے خارج فرمادیا۔ بہت سفارشوں پر حضرت نے پھر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ صاحب زادہ آ کر سہ دری میں بیٹھے تو حضرت نے فرمایا کہ جناب آپ نے فٹ بال والے لڑکوں کا حال بھی سن لیا کہ انہوں نے کیا حرکت کی۔ دیکھا فٹ بال کا نتیجہ۔ اخیر میں وبال ہی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ چند لڑکے اسکول کے غائب ہوگئے ہیں کوئی پانچ سو روپیہ لے گیا کوئی چار سو لے گیا یہ سب نکاح کئے ہوئے ہیں۔ نئی نئی شادیاں ہوئی ہیں۔ ان کے گھر والے رو رہے ہیں۔ پھر انہیں صاحب زادہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ انجام ہے بری صحبت کا۔ آپ بھی اگر اس کمیٹی میں ہوتے تو آپ بھی انہیں کے ساتھ ہوتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لڑکوں پر سختی کرتا ہے بچوں کو بولنے نہیں دیتا۔ کھیلنے نہیں دیتا یہ سبب ہے میری سختی کا۔ اول تو تم ایسے بچے نہیں تھے کہ اپنا نفع نقصان نہ سمجھ سکو۔ دوسرے یہ کہ جس کے سر پر بڑا ہو اس سے پوچھ کر سب باتیں کرنی چاہئیں کیا اتنی آسان بات بھی نہیں ہوسکتی اس میں تو کوئی ایسی سمجھ کی ضرورت نہیں۔

یہ حالت ہے آج کل لڑکوں کی بے عقلی کی۔ ایک صاحب نے کہا کہ ماں باپ روک ٹوک لڑکوں کی نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اجی کیا کہیں جہاں روک ٹوک ہورہی ہے وہاں کیا ہورہا ہے۔ کچھ بہت ہی مادے بگڑ گئے ہیں۔

فائدہ: لڑکوں کی بہت نگرانی رکھنی چاہیے حضرت اس کا بے حد انتظام رکھتے ہیں مدرسہ کے لڑکوں کو آپس میں بات چیت کرنے ہنسنے بولنے کی سخت ممانعت ہے۔ کچھ دنوں ایک صاحب کو اسی بات کیلئے تنخواہ پر ملازم رکھا تھا کہ وہ جہاں کسی لڑکے کو کسی سے ہنستا بولتا دیکھیں یا اور کوئی ایسی ہی حرکت کرتے پائیں فوراً لکھ لیں۔ پھر وہ رجسٹر باقاعدہ پیش ہوتا تھا روبکاری ہوتی تھی جواب طلب کئے جاتے تھے۔ شہادتیں سنی جاتی تھیں جب بے عنوانی ثابت ہوجاتی تھی مناسب سزا دی جاتی تھی جو صاحب اس خدمت کے لئے مقرر کئے گئے تھے وہ بیچارے بہت ہی بھولے اور سیدھے سادے تھے فرماتے تھے کہ ایسا شخص اس کام کے لئے بہت مناسب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی عقل کو تو کام میں لاتا نہیں جو کچھ دیکھتا ہے بعینہٖ قلم بند کرلیتا ہے۔ اس طرح سچے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

ملفوظ (۳۶۸) عقیدت کا مقتضا

ایک صاحب نے جو عمر میں زیادہ ہیں۔ حضرت کے ڈاک کے ڈبہ کو سرکا کر حضرت کے قریب کردیا تاکہ خطوط لکھ کر آسانی سے اس میں ڈالتے جائیں حضرت نے فرمایا کہ جی آپ رہنے دیجئے

اپنی مصلحتوں کو میں ہی خوب جانتا ہوں اگر مجھے تکلیف ہوتی تو میں خود ہی اٹھا کر رکھ لیتا۔ یہ بھی کوئی مشکل کام تھا چونکہ حضرت کو سابق جگہ ہی سے آسانی ہوتی تھی حضرت نے اس کو پھر وہیں رکھ دیا۔ یہ فرمایا کہ آپ بلا پوچھے کوئی کام میرا نہ کیا کریں۔ مثلاً آپ کبھی مسواک لے آتے ہیں کبھی لوٹا رکھ دیتے ہیں مجھے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے ان صاحب نے فرمایا کہ ہمیں بھی تو ثواب ملے فرمایا کہ تکلیف دینے میں گناہ زیادہ ہوگا یا ثواب۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہم تو ثواب ہی کی نیت سے کرتے ہیں فرمایا کہ تکلیف جس بات سے ہوگی وہ موجب ثواب کیسے ہوگی۔ جبکہ ایک مسلمان اطلاع بھی کر چکا کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ غرض انہوں نے کئی بار کے سوال و جواب کے بعد کہا کہ اب ایسا نہ کروں گا۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے خیال کو کیسے بدلوں مجھے تو سخت تکلیف ہوتی ہے بلکہ مجھے اتنے سوال و جواب سے بھی تکلیف ہوئی عقیدت کا تو یہ مقتضا تھا کہ مجھے پہلے ہی سچا سمجھنا چاہیئے تھا۔ خدمت لینے کی عادت ہی نہیں بس وہ عادت ہے کہ ؎

نہ بر اشتر بر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم　　نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

نہ کسی سے خدمت لی نہ کسی کی خدمت کی۔ بزرگوں کی بھی خدمت نہیں کی اپنی اپنی عادت ہے۔ مجھ کو عادت ہی نہیں ہوئی۔ ہاں ایسوں سے خدمت لیتا ہوں جن کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہم خدمت کر رہے ہیں۔ نہ اس کو گمان خصوصیت کا ہو نہ دوسروں کو کہ بھائی یہ بڑا مقرب ہے۔ بس یہ وجہ ہے میرے روکنے کی اس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لوگ اس شخص پر حسد بھی کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ صاحب ایسا ہوتا ہے حضرت حاجی صاحب کو مجھ سے بہت محبت تھی کوئی کلمہ مدح کا مجمع میں فرماتے تو بجائے تفاخر کے مجھ کو اس قدر گراں ہوتا تھا کہ دعا مانگا کرتا تھا کہ حضرت چپ ہو جائیں تو اچھا ہے کہ سننے والوں کو حسد نہ ہو جائے چنانچہ ہونے لگا تھا۔ بس میں تو ڈر گیا یہاں تک ڈر بڑھا کہ میں چھ مہینے کے لئے خدمت میں گیا تھا شوق تھا کہ زیادہ رہوں لیکن اسی حسد کی وجہ سے چھ مہینہ ہی رہ کر چلا آیا کہ اب تو مقبول ہو چکا ہوں کہیں آئندہ مخذول نہ ہو جاؤں۔ ڈر کے مارے جلدی چلا آیا جو کچھ حضرت سے تعلق تھا وہ تھا۔ اس کو حضرت جانیں یا میں جانوں۔ ضرورت کیا کہ تیسرا شخص واقف ہو۔

فائدہ: (۱) اس روکنے کی یہ بھی وجہ تھی کہ حضرت فرماتے تھے کہ میں بڈھوں سے اور سیدوں سے خدمت نہیں لیتا۔ ذاکرین سے بھی خدمت لینا پسند نہیں فرماتے بلکہ روک دیتے ہیں کہ آپ جس کام کیلئے آتے ہیں اسی کام میں رہیئے میری خدمت کیلئے بہت لوگ ہیں۔ یہ صاحب بوڑھے تھے۔ (۲) بزرگوں کے سامنے ردو کد کرنا بالکل خلاف ادب و محبت ہے یہ صاحب تشریف لے گئے تو فرمایا کہ یہ تکلف امراء کی

صحبت کا اثر ہے یہ صاحب نوابوں کی صحبت میں رہے تھے۔

ملفوظ (۳۶۹) نشست و برخاست میں تکلف

ایک بڑے میاں تشریف لائے۔ سہ دری کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے حضرت اس وقت خطوط لکھ رہے تھے اوپر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اندھیرا ہوتا ہے ادھر آ جایئے وہ صاحب جہاں اشارہ کیا تھا وہاں تو نہ بیٹھے بلکہ اس جگہ سے ادھر ہی کی طرف بیٹھ گئے جہاں جناب مولوی احمد حسن صاحب اپنے تصنیف کے کام میں مشغول تھے ان سے بھڑ کر بیٹھ گئے فرمایا کہ جی فراغت سے بیٹھئے تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ یہاں بیٹھنے سے مولوی صاحب کو تکلیف ہو گی۔

فائدہ: نشست و برخاست سب میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ کسی کو تکلیف یا تنگی تو نہیں ہوتی۔

ملفوظ (۳۷۰) تعارف کا طریقہ

انہیں بڑے میاں سے حضرت نے نہایت اخلاق کے لہجہ میں فرمایا کہ پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا میں دیو بند رہتا ہوں فرمایا کہ یہ پتہ کافی نہیں وہاں بہت سے رہتے ہیں پھر شاید انہوں نے صرف نام بتلا دیا۔ فرمایا کہ یہ بھی کافی نہیں میں نے پوچھا کہ میں نے پہچانا نہیں۔ ان جوابوں سے یہ بات تو حاصل نہ ہوئی ۔ پھر انہوں نے کہا کہ خادموں میں ہوں۔ دیو بند کی مسجد میں مصافحہ بھی ہوا تھا حضرت کے خادموں میں ہوں۔ فرمایا کہ حضرت تو سینکڑوں ہیں گول بات نہیں کہنی چاہیے دوسرے کو پھر پوچھنا پڑتا ہے۔ اس کا خیال رکھنا چاہیے تب انہوں نے کہا کہ حضرت حاجی صاحب کے خادموں میں ہوں۔

فائدہ: گول بات ہرگز نہیں کہنی چاہیئے ۔ سوال کو خوب سمجھ کر پورا اور صاف جواب دینا چاہیے تا کہ دوسرے کو بار بار نہ پوچھنا پڑے۔

ملفوظ (۳۷۱) ذہنی التزامات میں اضافہ سے پریشانی

احقر خطوط کے جوابات کی نقل کر رہا تھا۔ حضرت لکھ لکھ کر ڈاک کے ڈبے میں ڈالے جاتے تھے۔ عرض کیا کہ احقر نقل شدہ خطوط کو ڈبہ میں اند کی طرف رکھتا جاتا ہے۔ حضور نئے خطوط کو اندر کی طرف نہ ڈالا کریں۔ بلکہ کنارہ ہی پر رکھ دیا کریں۔

فرمایا صاحب! قصداً تو اندر ڈالوں گا نہیں لیکن وعدہ نہیں کر سکتا۔ نہ معلوم کتنے التزامات مجھ کو ذہن میں رکھنے پڑتے ہیں اب ایک اور بڑھتا ہے۔

ملفوظ (۳۷۲) ایفائے عہد کی یاد دہانی

ایک صاحب نے ایک اہل مقدمہ کی درخواست پر اپنے چاروں حضرات سے فتح مقدمہ کی دعا کرائی اور اس شخص نے یہ وعدہ کیا کہ بصورت کامیابی فلاں مسجد کو پختہ بنوا دے گا جس کی سخت حاجت تھی۔ مقدمہ فتح ہو گیا۔ ان صاحب نے اس شخص کو یاد دہانی کی لیکن اثر نہ ہوا۔ حضرت نے بذریعہ تحریر پر یاد دہانی کی درخواست کی۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ ان کا وعدہ خدا تعالیٰ سے ہے ہر شخص کو یاد دلانا کافی ہے میں ان کا احسان کیوں لوں۔

ملفوظ (۳۷۳) سلام کا لٹھ

فرمایا کہ جب گفتگو میں یا اور کسی کام میں مشغول ہوں تو آنے والے کو چپکے آکر بیٹھ جانا چاہیے یہ نہیں کہ بیچ میں سلام کر کے لٹھ سا آکر مار دیا مصافحہ کرنے لگے یہ سخت بدتہذیبی کی بات ہے اور ایذاء کا سبب ہے۔

ملفوظ (۳۷۴) فضول حرکت

بعد عصر ایک صاحب نے حضرت کے ہاتھ میں رقعہ دینا چاہا اور سامنے پیش کر کے اس انتظار میں لئے بیٹھے رہے کہ حضرت خود اپنے ہاتھ میں لیں۔ فرمایا کہ ہاتھ میں دینا فرض ہوتا ہے اور کوئی طریقہ دینے کا نہیں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا غنیمت ہے عقل آئی فضول حرکتیں کرتے ہو تم تکلیف دیتے ہو۔

ملفوظ (۳۷۵) نائبین رسول اللہ کا احترام

ایک شخص کسی صاحب کے یہاں بہ تقریب شادی مہمان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے صاحب تقریب کی طرف سے آکر عرض کیا کہ حضور کی بھی دعوت ہے۔ طلباء کی بھی۔ فرمایا کہ میں تقریبات میں کسی کے یہاں شریک نہیں ہوتا۔ رہے طالب علم سو ان کو میں کسی کے یہاں نہیں جانے نہیں دیتا۔ اگر کوئی دعوت کرتا ہے تو کھانا یہیں پہنچا دے تو لے لیا جاتا ہے۔ ورنہ دروازہ پر جا کر کھانے میں طالب علموں کی ذلت ہوتی ہے۔ اگر عزت کے ساتھ خود کھانا یہاں بھیج دیا جائے تو ان کو دے دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن کے یہاں شادی ہے وہ کون ہیں وہ آئیں گے تو ان سے گفتگو کروں گا۔ آپ تو خود مہمان ہیں آپ سے کیا عرض کروں۔ دوسرے یہ وقت بھی نہیں ہے۔ جس کو پکوانا تھا پکوا چکا (بعد عصر غالباً قریب مغرب دعوت کی اطلاع دی گئی تھی) عین کھانے کے وقت اطلاع کا طریقہ نہیں۔ یہی علامت اس کی ہے

کہ ان کو طلبہ سے محبت نہیں ۔صرف اس نیت سے طلباء کو ایسے موقعوں پر کھلاتے ہیں کہ کوئی الا بلا ہو تو دور ہو جائے اگر محبت تھی جیسے برداری کو صبح کے وقت اطلاع کی تھی ۔ان کو بھی اسی وقت کی ہوتی انہیں تو صبح اطلاع کی اور ان غریبوں کو شام کو اطلاع کرنے آئے ہیں ۔

بس یہی وجہ ہے کہ ان کو فضول بے کار مد سمجھا گیا ۔سو ہمارے یہاں کے طلباء گو غریب ہیں لیکن ایسے گرے پڑے نہیں یہ کسی کے بھروسہ یہاں نہیں پڑے ہوئے خدا کے بھروسہ پر ہیں ۔اب آپ ہی انصاف کر لیجئے یہ وقت ہے دعوت کا ۔اور جن کی دعوت ہے ان کی طرف سے یہ سوال ہے کہ کیا جو وقت کا کھانے کا ہو اسی وقت دعوت کو کہا کرتے ہیں ۔اس پر وہ صاحب چپ ہوئے ۔فرمایا بس اس کا جواب آپ کے پاس نہیں ۔یہ ان کے ذلیل سمجھنے کی نشانی ہے بس یہ سمجھا گیا کہ غریب ہیں جس وقت کہا جائے گا فورا آمادہ ہو جائیں گے ۔اس پر ان صاحب نے کہا کہ یہ درست ہے مگر یہیں تک کہنے پائے تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب درست ہے ۔درست کے بعد مگر نہیں ہو سکتا ۔جب ایک بات مان لی پھر کیا میرا خیال رد ہو جائے گا ۔پھر عام خطاب کر کے فرمایا کہ جناب! دیوبند میں البتہ طلبا کی بہت عزت کرتے ہیں ۔ساری تقریبوں میں خود شیخ زادوں جو کہ متکبر قوم ہے برادری پیچھے کھاتی ہے طالب علم پہلے اور یہاں یہ نہیں ۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے یہاں قانون مقرر کیا ہے کہ کسی کے دروازہ پر طالب علم کھانے نہ جائیں گے ۔جسے کھلانا ہو کھانا بھیج دے قانون مقرر کرنا اس لئے ہے کیونکہ طالب علموں کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں ۔کھلی نشانی ذلیل سمجھنے کی آپ کے سامنے موجود ہے ۔یہی باتیں ہیں افسوس کے قابل ۔طالب علموں نے کیا قصور کیا ہے جو یہ قدر ان کی کی جاتی ہے ۔یہ لوگ نائب رسول ہیں کیا یہی رسول کی قدر ہوتی ہے جب رسول کی یہ قدر نہیں تو نائب کی کیوں یہ قدر ہے ۔بس ان کیلئے کوئی قاعدہ نہیں جس ناچ چاہیں نچائیں جس چال چاہیں چلائیں برادری کے لوگ تو کہہ بھی سکتے ہیں کہ کیوں صاحب اس وقت کھانے کیلئے کہلا بھیجا ہے اور طالب علم بیچارے ایسے ہو گئے کہ ان کو اگر دیر سے بھیجا جائے تو یہ اتنا بھی نہیں کہہ سکتے ۔ہم کہتے ہیں کہ وجہ فرق کی کیا ۔

بس یہی وجہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھوکے ہیں ۔جس وقت کہا جائیگا فورا راضی ہو جائیں گے اور غنیمت سمجھیں گے ۔میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کے بھروسہ نہیں ان کا خدا ذمہ دار ہے زید و عمر کے ذمہ نہیں ہیں ۔لوگ انہیں حقیر سمجھتے ہیں ہم بادشاہ سمجھتے ہیں ۔آخر انہوں نے کیا جرم کیا ہے؟ جو انہیں

حقیر سمجھا جاتا ہے یہ لوگ وہ کام کر رہے ہیں جو رسولؐ نے کیا ہے اس کا یہی انعام اور قدر ہے کہ ان کو ذلیل سمجھا جائے مجھے واللہ بڑی غیرت آتی ہے بعضے لوگ مجھے چیزیں دیتے ہیں اور میں واپس کر دیتا ہوں تو دینے والے کہتے ہیں کہ طلبا کو ہی دیدیے جائیں میں اسکو بھی گوارا نہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب طلباء کو دینے میں کیا حرج ہے۔ میں کہتا ہوں طلباء مردود چیز کے کھانے والے نہیں ہیں جو میرے یہاں سے واپس ہوئی وہ ان کو دی جائے تو گویا وہ بیگاری ہوئے کہ جو چیز سب جگہ سے رد کر دی جائے وہ انہیں دی جائے۔ ان کو تو ہم سے بھی اچھی چیز چاہیئے اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ بعض اہل علم نے بھی اپنی قدر اپنے ہاتھوں ضائع کر رکھی ہے۔ میرٹھ میں ایک ایسا ناگوار قصہ ہوا کہ ایک رئیس نے دعوت طلبا کی کی۔ عدد طلباء کو معین کر دیا۔ عدد سے دو چار زیادہ جا پہنچے۔ دیکھیئے جب ہم اپنے ہاتھوں ذلیل ہوں تو لوگ کیوں نہ ذلیل سمجھیں وہ لکھ پتی رئیس تھے مگر کم ہمتی کی یا ضابطہ کی پابندی کی کہ انہوں نے زیادہ تعداد دیکھ کر سب طلباء کو واپس کر دیا۔ خیر اچھا کیا بھگتی اپنی حرکت کی خرابی لوگوں نے اس رئیس کو بعد میں ملامت کی کہ بھلا تم نے یہ کیا کیا۔ اس نے پھر آدمی بھیجا بے شرمی دیکھیئے کہ وہ لوگ پھر آ گئے ڈوب مرنے کی بات ہے۔ پھر بتلایئے کیونکر ذلیل نہ ہوں جب یہ حالت ہے عام طور سے یہی حالت ہے اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو وہ کم بختی مارا بدنام ہو کہ بڑی سختی کرتا ہے۔

یہ قصہ سن کر میرے تو کپڑے سے اتر گئے بڑی شرم آئی۔ شہر کے طالب علم تھے چھاؤنی میں دعوت تھی۔ یہی تو کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنے ہاتھوں ذلیل ہوتے ہیں۔ طالب علم کیوں ایسے ہیں جو انہیں ایسا وقف عام سمجھا جائے تو ان کو خود بھی اپنی قدر کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی ان کی بڑی قدر کرنی چاہیے اور اگر نہ ہو سکے تو کسی سے اعانت کی درخواست تو نہیں کی جاتی اللہ ان کا کفیل ہے۔ یہاں کا مدرسہ ہے نہ یہاں چندہ نہ کسی سے کہنا یہاں نواب تک آتے ہیں لیکن کبھی ذکر تک نہیں بڑے بڑوں سے ملاقات لیکن کبھی کسی سے توقع نہیں کی گئی نہ اشارتاً نہ کنایتاً۔ آیا خدا کے بھروسہ ان طالب علموں کو جمع کر رکھا ہے یا کسی نواب کے خدا خود کفیل ہے عزت سے روکھی روٹی کھانا اس سے اچھا ہے کہ بریانی اور تنجن کھایا مگر ذلت ہو حضرت کسی کی آنکھ میں قدر نہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے اس واسطے ایک مسلم الثبوت درویش کی حکایت سناتا ہوں کہ ممکن ہے کوئی یوں سمجھے کہ یہ مولوی لوگ بڑے متکبر ہوتے ہیں سو سمجھ لو کہ بے نفسی کے یہ معنی نہیں کہ ذلیل ہوں حضرت جنید کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ کچھ کام ہے ایک درویش

کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ حضرت نے خانقاہ میں سے ایک درویش سے کہا کہ ہم لوگ اسی واسطے ہیں کہ مخلوق کی خدمت کریں۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست — بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بھائی جاؤ مسلمان بھائی کا کام کرآؤ وہ سمجھے کہ اس کا کوئی کام ہوگا تھوڑی دیر بعد وہ شخص لوٹا درویش کے سر پر خوان تھا۔ خانقاہ والوں کے لئے کھانا لایا تھا۔ اسی واسطے یہاں سے آدمی لے گیا تھا۔ حضرت جنیدؒ دیکھ کر مارے غصہ کے سرخ ہو گئے فرمایا کیوں صاحب کیا یہی قدر ہے اللہ اللہ کرنے والوں کی۔ انہیں کیلئے تو کھانا اور انہیں کے سر پر رکھوا کر لائے اسی وقت وہ کھانا واپس کر دیا کہ ایسے کھانے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ پس اگر یہ تکبر ہے تو ہمیں حضرت جنیدؒ نے سکھلایا ہے وہ درویش بھی تھے اور عالم بھی تھے اب اس میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح طالب علم بڑے مغرور ہو جائیں گے لیکن اس کیلئے میں نے کہہ رکھا ہے کہ مزدوری کر لیا کرو۔

چنانچہ مہمانوں کا سامان اسٹیشن تک پہنچانے کیلئے طالب علم چلے جاتے ہیں اور چار آنہ آٹھ آنہ کما لیتے ہیں سر پر رکھ کر اسباب لے جانا اور مزدوری کرنا ذلت نہیں اس طرح لینا یہ ذلت ہے۔ تکبر کا تو میں نے یہ علاج کیا ذلت کا یہ کہ کسی کے دروازہ پر نہ جاؤ (مگر اس میں بعض خرابیاں دیکھ کر اب اس کو موقوف کر دیا۔ مگر تکبر کا علاج اسی میں منحصر نہیں۔ ۱۲ جامع) پھر وہ صاحب چلے گئے غالباً کوئی معزز شخص تھے ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ بدوں صحبت کے کیسا ہی عہدہ دار تعلیم یافتہ ہو سمجھ میں نہیں آتا۔ عقل اور چیز ہے۔ صحبت کی ضرورت ہے نہ مڈل پاس کافی ہے نہ بی اے پاس کافی ہے اسی واسطے کہا کرتے ہیں کہ مہمان را با فضول چہ کار۔ ان کو یہ چاہیے تھا کہ میزبان کے بھیجنے پر کہہ دیتے کہ میں نہیں جاتا تم خود جا کر کہو۔ میں یہاں کی مصلحتیں نہیں جانتا کہ کیا فائدہ ہوا مکدر ہو کر گئے کہتے کہ ہمیں کیوں بیچ میں ڈالتے ہو۔ یہی ان کی ایک فضول حرکت تھی کہ مہمان ہو کر میزبان کی طرف سے دعوت دینے آئے بہت لوگ کہتے ہیں مجھے کہ بڑا متکبر شخص ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بدنامی لذیذ ہے۔ حریص مشہور ہونے سے متکبر مشہور ہونا نہایت غنیمت ہے کیونکہ اس سے استغناء تو لازم آتا ہے تکبر متضمن استغناء کو بھی تو ہے۔ جیسے کریلوں میں گودہ کڑوی تو ہیں لیکن نمک مرچ مصالحہ بھی تو پڑا ہوا ہے اس لئے لذیذ معلوم ہوتے ہیں تکبر مثل کریلا کے ہے استغناء جس پر تکبر متضمن ہے وہ مثل نمک مرچ مصالحہ کے ہے اجی میں تو اس واسطے کان میں ڈالتا ہوں کہ کان میں تو پڑے گو سمجھ میں نہ آئے گو یہ امید نہیں کہ ابھی قبول کر لیں مگر کان

میں تو پڑے گا کبھی تو سمجھ میں آئے ہی گا۔ ابھی تو کان میں بھی یہ باتیں پڑیں ہی نہیں میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ بھائی بات یہ ہے کہ بزرگوں کی بڑی شان ہے وہاں بڑی بڑی باتیں تعلیم ہوتی ہیں۔ میں چھوٹا سا آدمی ہوں چھوٹی باتوں کی تعلیم کرتا ہوں۔ جیسے علماء کے یہاں تو صدرا اور شمس بازغہ پڑھائے جاتے ہیں اور میانجیوں کے یہاں بغدادی قاعدہ۔ بعضے تو پچھتاتے ہوں گے آ کر لاحول ولاقوۃ کس جھاڑے میں الجھ گئے جا کر اگر یہ کچھ نہ بولتے تو میں نے تعظیم کرنا شروع کیا تھا کہ مزاج اچھے ہیں پھر جب انہوں نے بے ڈھنگا پن شروع کیا طبیعت بگڑ گئی کیا کروں جہاں کسی کے کلام سے ذرا طالب علموں کی اہانت مترشح ہوئی۔ بس فوراً طبیعت متغیر ہو جاتی ہے۔ ہمارے دوستوں نے یہاں کا ایک نقشہ کھینچا ہے یعنی جو واقعی محب بھی ہیں کہتے ہیں کہ بھائی وہاں کا دربار ہی نرالا ہے پھر فرمایا کہ اس کی تو ایک ترکیب تھی لیکن صحبت سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں یہ کرتے کہ دعوت کو تو نہ کہتے کھانا بھیج دیتے۔ کہتے کچھ نہیں۔ اجی ہم ایک چیز کھانے بیٹھے ہیں جی چاہا اپنے محبوب کو بھی کچھ بھیج دیں اس میں کیا حرج ہے۔

ہزاروں ملفوظات
25 جلدوں میں
ملفوظات حکیم الامّت کیا ہیں؟
تفصیل
الافاضات الیومیہ جلد نمبر 1 تا 10 -/1290
جدید ملفوظات جلد نمبر 11 -/150
مقالات حکمت (حصہ اول) جلد نمبر 12 -/150
مقالات حکمت (حصہ دوم) جلد نمبر 13 -/150
فیوض الخالق وکلمۃ الحق جلد نمبر 14 -/150
مزید المجید۔ ملفوظات اطہر۔ خیر الافادات، فیوض الرحمٰن جلد نمبر 15 -/150
حسن العزیز (کامل 5 حصے) جلد 16 تا 20 -/810
انفاسِ عیسیٰ (حصہ اول) جلد نمبر 21 -/135
انفاسِ عیسیٰ (حصہ دوم) جلد نمبر 22 -/135
22 جلدیں چھپ چکی ہیں۔ قیمت -/3120
حضرت حکیم الامّت تھانویؒ کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودۂ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایت و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل، جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے۔ اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔
جلد 23 تا 25
زیر طبع ہیں
الکلام الحسن۔ مجالس الحکمۃ۔ مجالس حکیم الامت۔ آئینہ تربیت
ملفوظات حکیم الامت مرتب مصلح الامت شاہ وصی اللہ صاحبؒ۔ ملفوظات اسعد الابرار
ادارہ تالیفات اشرفیہ
اشرفیہ منزل۔ نزد گلی آرٹس چوک فوارہ ملتان۔ 41501
پرانی غلہ منڈی ملتان۔ 540513